تدوین حدیث اور اصول حدیث پر طلباء اور علم حدیث
سے شغف رکھنے والوں کیلئے ایک نادر تحفہ

حدیثیں کیسے جمع ہوئیں؟

مع

اقسام احادیث

مصنف
علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

علم حدیث کے طلباء کے لیے بہترین کتب

حدیثیں کیسے جمع ہوئیں؟

مصنف

حضرت علامہ محمد حنیف رضا خاں بریلوی

ناشر مکتبہ اعلیٰ حضرت ۔ لاہور ۔ پاکستان

نام کتاب .... حدیثیں کیسے جمع ہوئیں؟

موضوع .... تدوین حدیث، اصول حدیث

مصنف .... علامہ محمد حنیف رضا خاں بریلوی

پروف ریڈنگ .... محمد شمس الدین برکاتی

محمد عفیف رضا خاں برکاتی

صفحات 256

اشاعت اول .... جنوری 2008

ہدیہ ....

پہلے اسے پڑھیے

آج جنوری 2008 میں یہ تحریر لکھتے ہوئے میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ سال 2007 میں ادارہ اپنے قارئین کو کوئی زیادہ لٹریچر فراہم نہ کر سکا۔ اگرچہ چند کتب ہم نے شائع ضرور کیں لیکن مجموعی طور پر کوئی ایسی کتاب منصۂ شہود پر نہ لا سکے جسے ادارہ کے لیے ''فخریہ کام'' کہا جا سکے۔ اس کی وجہ سے ہمارے قارئین جس ذہنی اور قلبی کوفت میں مبتلاء ہوئے یقیناً اس کا ذمہ دار مجھے ہی ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

سال گذشتہ میں جب ادارہ کے قارئین بنفسِ نفیس خود، فون پر یا پھر خط کے ذریعے استفسار کرتے کہ کوئی نئی کتاب آئی؟ تو میرے لیے انتہائی شرمندگی کا باعث ہوتا جب میں نفی میں جواب دیتا

بہرحال اس کے اسباب جو تھے سو تھے لیکن انشاء اللہ العزیز اس سال میں اپنے قارئین کو مایوس نہیں کروں گا اور اس سال ان کے لیے وقفے وقفے سے کوئی نہ کوئی کتاب منظرِ عام پر لاتا رہوں گا اُمید ہے کہ قارئین کی مایوسی کسی حد تک کم ضرور ہوگی۔

جن کتب کا میں نے اس سال ادارہ کیا ہے ان میں کچھ کی تفصیل فہرست میں میں نے دے دی ہے اور کچھ کی نہیں دی۔ دعاء فرمایئے گا کہ اللہ عزوجل مجھے ہمت و استقامت عطا فرمائے۔

اب مختصراً موضوع کتاب کے حوالے سے چند سطریں آپ کی نذر کرتا ہوں عموماً ہم لوگ احادیث پر کتب کا مطالعہ کرتے، احادیث سنتے ہیں، سناتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہماری حالت یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات حدیث کے بارے ہمیں درست معلومات بھی نہیں ہوتی کہ اس حدیث کی فنی حیثیت کیا ہے؟ آیا اس سے کوئی مسئلہ اخذ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز کچھ لوگ صرف بخاری و مسلم یا زیادہ سے زیادہ صحاحِ ستہ ہی کو معیار بنائے بیٹھے ہیں اور جو حدیث ان کتب میں مل جائے صرف ان کو ہی وہ لائق عمل جانتے ہیں جبکہ کئی احادیث کی ضرورت کا ہی انکار کرتے جاتے ہیں۔

لہٰذا اس دور میں ضرورت اس چیز کی ہے کہ صرف تراجم حدیث پر ہی نظر نہ رکھی جائے کہ ہم اپنے قارئین کو ترجمہ حدیث پڑھا دیں بلکہ میرے خیال میں اس کے دوسرے متعلقات جن کا ذکر میں نے اُوپر کی سطور میں کچھ اختصار کے ساتھ اشارۃً کیا ہے، پر بھی توجہ کرنا چاہیئے۔تا کہ ہمارے مسلک کا قاری ہر لحاظ سے حدیث اور اس کے متعلقات پر علم و معلومات رکھ کر اپنی اور لوگوں کی درست رہنمائی کر سکے۔

اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے پہلے ''کتاب الآثار'' جو فقہ حنفی کی مؤید احادیث و آثار کا مجموعہ ہے، پھر احادیث مبارکہ صادر ہونے کے اسباب کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب بنام ''اسباب الحدیث'' شائع کی اور اب یہ کتاب جس کا موضوع تدوین حدیث یعنی حدیثیں کس طرح مرتب ہوئیں یعنی ان کے جمع کرنے والوں کو کن کن مشکلات اور دشواریوں سے گزرنا پڑا نیز علمائے احادیث جب احادیث کے حوالے سے تلاش و جستجو فرمارہے تھے اور ان کی تدوین کررہے تھے تو تمام احادیث کو ایک ہی طرح کا درجہ نہیں دیا جاسکتا تھا کیوں کہ کبھی حدیث کے راوی صحابی رسول ﷺ خود تھے تو کبھی صحابی سے سن کر تابعی روایت کررہے ہوتے، کوئی راوی علم و عمل، تقویٰ و پرہیزگاری میں مشہور تو کبھی کوئی اس کے برعکس بھی تھا۔اس لیے علمائے حدیث نے حدیث کے متعلق نئے علوم و فنون بھی تشکیل دیئے اور احادیث کی اقسام کو بھی متعین فرمایا۔

بس مختصر یہ کہ زیر نظر کتاب اس موضوع پر ایک خوبصورت اضافہ ہے۔اُمید ہے کہ قارئین اس کو دلچسپی سے مطالعہ فرما کر علم حدیث کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ فرمائیں گے۔دعاء فرمایئے ہمیں خدمت حدیث کرنے کی توفیق سعادت حاصل ہو۔آمین۔

خادم العلم والعلماء

محمد اجمل

11 جنوری 2008

1 محرم الحرام 1429

فہرست عنوانات

حرف اول

باسمہ تعالیٰ و تقدس

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قرآن وسنت شریعت اسلامیہ کی اساس و بنیاد ہیں، البتہ قرآن کو اولیت حاصل ہے، لیکن علوم قرآن بغیر سنت نبوی حاصل نہیں ہو سکتے، یعنی قرآن کو سمجھنا ہے تو ارشادات رسول اور سنن نبویہ کا سہارا لینا از بس ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کے لئے شب وروز جد وجہد فرمائی، اسی طرح حفاظت حدیث کے لئے بھی سعی بلیغ فرمائی۔ بلکہ سنن واحادیث کی صیانت وحفاظت کے لئے ان حضرات کو کچھ زیادہ ہی تن دہی سے کام لینا پڑا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن کریم روز اول سے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نزول وحی کے مطابق فی الفور لکھا جاتا رہا، اگر چہ یکجا کرنے کا کام سیدنا صدیق اکبر اور پھر چند نسخوں کی شکل میں اشاعت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور مبارک میں ہوئی لیکن احادیث کریمہ کی جمع وتدوین میں یہ انہماک نہیں تھا۔

بعض صحابہ کرام نے اپنی سنی ہوئی احادیث کو لکھ لیا تھا اور بعض حضرات نے اپنے تلامذہ کو یہ خدمت سپرد کر دی تھی، اس طرح زمانہ گذرتا گیا اور سنن رسول اور احادیث نبویہ میں جب جعل وتزویر کے خدشات رونما ہوئے تو تابعین اور پھر تبع تابعین نے اس علم کی

حفاظت کے لئے بیڑا اٹھایا اور کمر بستہ ہوکر اس میدان میں آئے۔ پہلی صدی کے مجدد اعظم خلیفہ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقاعدہ اپنا فرمان جاری کیا کہ محافظین سنن وحاملین احادیث نہایت دیانتداری کے ساتھ اس علم کو مدون کریں کیونکہ مجھے اس علم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو چلا ہے، لہذا حضرت امام ابن شہاب زہری اور ان کے معاصر ورفقاء نے اس کی حفاظت کے لئے قابل قدر اور لائق صد تحسین خدمات انجام دیں اور پھر بعد کے فقہا ومحدثین نے اس کو اساس بنا کر ہر طرح اس علمی ذخیرہ کی حفاظت فرمائی۔

یہ علم کن مراحل سے گذرا، صحابہ وتابعین کی اس سلسلہ میں کیا خدمات ہیں، بعد کے ائمہ نے اس کو کس طرح پروان چڑھایا اور یہ علم ہم تک کن منزلوں سے گذرتا ہوا پہونچا، اس کی قدرے تفصیل آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں اور اس خاکسار کو دعائے خیر میں یادرکھیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ میری اس خدمت کو شرف قبولیت سے مشرف فرما اور دارین کی سعادتوں سے نواز۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد حنیف خاں رضوی

خادم الطلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مورخہ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۱۶ فروری ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی حبیبه الکریم و آله و اصحابه اجمعین. امابعد.

اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو کائنات عالم میں معلم کتاب وحکمت بنا کر مبعوث فرمایا اور بے شمار مناصب علیا ومراتب قصوی سے عزت وکرامت بخشی۔

آپ ہادی اعظم اور مبلغ کائنات ہیں، جیسا کہ فرمان الہی ہے:

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَااُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ،وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ،اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ ۔ (۱)

اے رسول! پہونچادو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے، اور ایسا نہ ہوتو تم نے اسکا کوئی پیام نہ پہونچایا، اور اللہ تمہاری نگہبانی کریگا لوگوں سے۔ بیشک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

''اور معلم کتاب وحکمت بھی''۔ ارشاد الہی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ یَتْلُوْعَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ۔(۲)

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا انسانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيهِم ۔(۳)

اور ستھری چیزیں انکے لئے حلال فرمائیگا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

اور احکم الحاکمین کے نائب مطلق بھی۔ فرماتا ہے:

فَلَاوَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (٤)

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم، وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپ کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

نیز فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَاقَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَمرًا اَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا۔ (٥)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہونچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اسکے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

حضور کی ذات گرامی اہل عالم کے لئے نمونہ عمل ہے

آپکی عظیم شخصیت ہر شخص کیلئے اسوۂ حسن اور نمونۂ عمل ہے۔ فرمان الہی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرجُوااللّٰهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ۔(٦)

بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر

یقین رکھتا ہے۔

امت مسلمہ کو آپکی اتباع اور پیروی کا حکم ہے جس سے اعراض دنیا و آخرت کا خسران مبین ہے ،اور آپکی اطاعت وفرمانبرداری ہدایت ونجات کا اہم ذریعہ اور صلاح وفلاح کی ضامن ہے۔

قرآن حکیم میں بار بار اس کا حکم آیا اور باری تعالیٰ نے اپنا منشا ومراد یوں ظاہر فرمایا:

فَـآمِـنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّي الَّذِی يُؤمِنُ بِاللّٰه وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُم تَهْتَدُوْنَ (۷)

تو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اسکی باتوں پر ایمان لاتے ہیں ،اور انکی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

قُـلْ اِنْ كُـنْتُـمْ تُـحِبُّـوْنَ اللّٰه فَاتَّبِعُوْنِی يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُم ذُنُوبَكُم وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (۸)

اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخشدے گا ،اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَمَـا آتٰـكُـمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ،وَاتَّقُوااللّٰه اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَقَابِ.(۔۹)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو،اور جس سے منع فرمائیں باز رہو،اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوافَاِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ.(۱۰)

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

ان تمام آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو امت کا پیشوا بنایا، انکی پیروی کا حکم دیا، نمونۂ تقلید بنا کر بھیجا اور تشریعی اختیارات عطا فرمائے ،آپ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مناصب کو بروئے کار لاکر بے شمار چیزوں کا حکم بھی دیا اور ان گنت چیزوں

سے منع بھی فرمایا۔ جسکے لئے یہ امر لازم ہے کہ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام بھی قرآن عظیم کی طرح ہدایت کا سرچشمہ تسلیم کیا جائے اور اسلام کیلئے اسکو اصل سند مانا جائے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شارح کلام ربانی ہیں

ان تمام اوصاف وکمالات کی واقعی حیثیت کے پیش نظر حتمی اور یقینی طور پر کہا جاتا ہے کہ خداوند قدوس نے آپکو دین اسلام کی تعلیمات کیلئے جہاں قرآن کریم کے ذریعہ تبلیغ وہدایت کا فریضہ سونپا وہیں اسکی تشریح وتفسیر، تبیین وتوضیح اور بیان وتصریح کیلئے اپنے افعال واقوال اور سیرت وکردار کے ذریعہ عام فرمانے کا حکم بھی فرمایا۔

قرآن کریم میں نماز کا حکم یوں ہے:

واقیموا الصلوۃ، اور نماز قائم کرو۔

آپ نے اسکی تفسیر اپنے اقوال وافعال سے یوں فرمائی، کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے، فلاں وقت میں اتنی رکعات اور فلاں میں اتنی، شرائط یہ ہیں اور ارکان وفرائض یوں ہیں، انکے ساتھ ہی سنن ومستحبات کی نشاندہی، ان تمام چیزوں کی تفصیل سے کتابیں مالامال ہیں اور ان پر عمل کی راہیں ہمارے لئے پورے طور پر ہموار کردی گئی ہیں۔ اگر آپکی ذات اقدس نماز کی ادائیگی کیلئے کامل نمونہ نہ ہوتی تو پھر نماز پڑھنا اس اجمالی قرآنی حکم کے تحت ممکن ہی نہ تھا۔

زکوۃ، روزہ اور حج وعمرہ ان سب کیلئے بھی حضور کی قولی یا عملی وضاحت ضروری تھی ورنہ ارکان اسلام پر کوئی عمل کر ہی نہیں سکتا تھا۔

قرآن عظیم بلاشبہ ہمارے لئے ایک مکمل اور جامع دستور حیات ہے لیکن اسکے فرامین اصول وضوابط کے طور پر امت مسلمہ کو عطا ہوئے جن کا اعجاز وایجاز اپنی غایت ونہایت کو پہونچا ہوا ہے۔ ایک ایک آیت ایسی جامعیت رکھتی ہے کہ اسکے نیچے معانی ومفاہیم کا ایک بحر بیکراں ودیعت کردیا گیا ہے۔ اسکی توضیح وتفسیر کیلئے ہم ہی کیا صحابہ کرام بھی اس سرچشمہ ہدایت کے محتاج نظر آتے ہیں۔ یہ ہی وجہ تھی کہ قرآن اپنی رائے سے نہیں بلکہ تعلیمات رسول سے سمجھا اور سمجھایا گیا۔ اور اسی افہام وتفہیم کا نام سنت رسول اور احادیث مصطفیٰ ہے۔ علیہ التحیۃ والثناء

لہذا زندگی کے ہر موڑ پر آپکی سنت وسیرت نے لوگوں کیلئے آسانی کی شاہراہیں قائم فرمائیں اور ہر قرن وصدی میں اسلام کی اس عظیم دولت سے لوگ سرفراز رہے۔ رشد وہدایت کیلئے ہر دور میں سنت رسول کی ضرورت کو محسوس کیا گیا اور گمرہی و بے دینی سے نجات حاصل کرنے کیلئے کتاب اللہ کے ساتھ سنت کو خاص اہمیت دی جاتی رہی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سنت کریم کو دین اسلام میں اسی حیثیت سے اجاگر فرمایا، فرمان رسول ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما ، کتاب اللہ وسنۃ رسولہ ۔(۱۱)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک ان دونوں پر عمل پیرار ہو گے ہر گز ہلاک نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب، اور اسکے رسول کی سنت۔

جن لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا رسول برحق تسلیم کیا ہے انکے لئے اس بات کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ آپکے فرامین کو بحیثیت فرمان رسول نشانۂ تنقید بنائیں اور اسکے انکار کی کوئی راہ پیدا کریں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کی مذمت خود اپنی حیات مقدسہ میں فرمائی اور منکرین حدیث وسنت کی واضح الفاظ میں تردید فرما کر قیامت تک آنے والے لوگوں کو خبردار کر دیا۔ فرماتے ہیں:

لاالفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول : لاادری ۔ماوجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ ۔(۱۲)

میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم یا میری جانب سے کوئی ممانعت پہونچے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے: میں نہیں جانتا۔ ہمیں جو چیز کتاب اللہ میں ملے گی ہم اس کی پیروی کریں گے۔

نیز فرماتے ہیں:

یوشک الرجل متکئا علی اریکتہ یحدث بحدیث من حدیثی فیقول : بیننا وبینکم کتاب اللہ عزوجل فماوجدنا فیہ من حلال استحللناہ وماوجدنا فیہ من حرام

حرمناه ،الا وان ماحرم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مثل ماحرم الله ۔(۱۳)

عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو وہ جواب میں کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے، جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے۔ آگاہ رہو کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام فرمایا وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا۔

قرآن عظیم کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی حدیث وسنت کی بنیادی اور استنادی حیثیت کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ.(١٤)

اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جوانکی طرف اترا۔

امت مسلمہ کو یہ عظیم کتاب اسی لئے عطا ہوئی تھی کہ یہ از اول تا آخر ہدایت ہے۔لیکن اسکی تعلیمات محض زبان دانی کے ذریعہ حاصل نہیں ہوسکتی تھیں۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہادی برحق مبعوث فرمایا اور اسکی توضیح وتفسیر کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی۔

آپ نے یہ فریضہ باحسن وجوہ ادا کیا، نظم قرآن ہم تک پہونچانے کیلئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اول دن سے ہی تاکید فرمادی تھی اور عملی طور پر کاتبان وحی یہ فریضہ انجام دیتے ،لہذا نزول قرآن کے ساتھ ساتھ اسکو لکھا جاتا رہا۔ پھر دور صدیقی میں اسکی جمع وتدوین ہوئی اور عہد عثمانی میں اسی نسخہ کو شائع کردیا گیا۔ یہاں تک کہ کسی شبہ کے بغیر بطور تواتر یہ قرآن ہم تک نقل ہوکر پہونچا۔اسی طرح معانی ومراد کلام الہی کی وضاحت کے لئے ضرورت تھی کہ آپ انتظام فرماتے ،چنانچہ آپ نے ان تمام چیزوں کو جن کی امت کو ضرورت تھی مختلف مواقع پر اپنے اقوال وافعال اور تقریرات سے بیان فرمادیا۔اس طرح کبھی آپ مہمل کی تفسیر

فرماتے اور عام کو خاص اور مطلق کو مقید فرماتے جسکی بے شمار مثالیں آج بھی کتابوں میں موجود پائیں گے۔ چند مثالیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا ۔(١٥)

اور جو مرد یا عورت چور ہو تو انکا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ۔

اس آیت میں لفظ 'سارق ،اور، ید، دونوں مطلق وارد ہوئے ان دونوں کی وضاحت کیلئے احادیث نبویہ کے بغیر مشکل ہے کہ افراط وتفریط میں پڑنے کا اندیشہ ہے،لہذا احدیث نے ہماری اس طرح رہنمائی فرمائی۔

لاتقطع اليد الافى ثمن المجن وثمنه يؤمئذدينار ۔(١٦)

چور کا ہاتھ ایک ڈہال کی قیمت میں ہی کاٹا جاتا تھا اور ڈہال کی قیمت اس زمانہ اقدس میں ایک دینار تھی۔

دوسری روایت میں ہے: كان ثمن المجن على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقوم عشرة دراهم ۔(١٧)

ڈھال کی قیمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں دس درہم تھی۔

اسی طرح مقدار 'ید' کی تشریح میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہونچے سے ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔

اگر اس طرح کی تشریحات نہ ہوتیں تو یہ فیصلہ نہ ہو پاتا کہ کتنی رقم کی چیز پر ہاتھ کاٹا جائے اور کہاں سے کاٹا جائے۔

دوسری مثال۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَّذِيْنَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُوْن ۔ (١٨)

وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی، انہیں کیلئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام کو یہ اشکال ہوا کہ ظلم سے ہر قسم کا ظلم مراد ہے تو پھر امت حرج ودشواری میں مبتلا ہوجائیگی۔ بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی وضاحت اور تعیین مراد الٰہی یوں فرمائی۔ کہ یہاں ظلم سے شرک مراد ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس اشکال کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی ہے،

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔(١٩)

بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

تیسری مثال۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۔(٢٠)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو، اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دینگے۔

اس آیت کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم خوف کے ساتھ مشروط ہے۔ حالانکہ خوف کفار قصر کیلئے شرط نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت یعلی بن امیہ فرماتے ہیں۔

قلت لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم" وقد أمن الناس ، فقال : عجبت مما عجبت منه حتی سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عن ذلك ،فقال : صدقة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقته ۔(٢١)

میں نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: ہم تو امن میں ہیں پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟ فرمایا: اسکا مجھے بھی تعجب ہوا تھا، تو میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حضور نے فرمایا: تمہارے لئے یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے تم اسکا صدقہ قبول کرو۔

چوتھی مثال، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ ۔(۲۲)

تم پر حرام ہے مردار اور خون۔

لیکن حدیث شریف میں دو مردار اور دو خون حلال فرمادیئے یعنی مچھلی اور ٹڈی خواہ مردہ ہو کھانا جائز، اسی طرح جگر و تلی کہ یہ بھی حلال ہیں حالانکہ بستہ خون ہیں۔

پانچویں مثال۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔(۲۳)

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالی اور پاک رزق۔

اس آیت سے بظاہر یہ ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر طرح کی زینت ہر شخص کیلئے جائز و مباح ہے۔

لیکن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی تخصیص یوں بیان فرمائی۔

یہ ریشم و سونا عورتوں کیلئے جائز اور مردوں کیلئے ناجائز۔ مستدرک۔

چھٹی مثال۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ ۔(۲۴)

اور دو بہنیں اکھٹی کرنا نکاح میں حرام۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔

غرض کہ وضو و غسل کی تفصیل ہو یا نماز روزہ کے مسائل، حج و زکوۃ کے احکام ہوں یا نکاح و وراثت کے قوانین، سب کے تفصیلی مباحث میں آپکو سنت رسول کی جلوہ گری نمایاں ملے گی۔

ان حقائق کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالی نے آپکو محض قانون داں ہی نہیں بنایا بلکہ تبلیغ شرائع کیلئے مکمل اختیار بھی مرحمت

فرمایا اور سب کو حقیقی طور پر اپنی طرف منسوب فرما کر یوں ارشاد فرمایا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۲۵﴾

پس از روئے نص قرآنی جو ذات اس درجہ مؤقر و معتبر ہوئی کہ قرآن عظیم کی شارح و مفسر قرار دی گئی، اسکے خاص کو عام اور عام کو خاص کرنے والی بتائی گئی، مطلق کو مقید اور مقید کو مطلق فرمانے والی مانی گئی، حد یہ کہ وہ صرف قانون دان ہی نہیں، قانون سازی کے درجہ پر فائز ہوئی۔ اسکی زبان اور اسکا کلام اس درجہ بے اعتبار و غیر معتبر ہوگا کہ اسکو ردی کی ٹوکری میں ڈالدیا جائے، کون انسان اسے باور کریگا۔ مگر افسوس کہ۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ☆ ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

منکرین حدیث کے شبہات اور انکا ازالہ

منکرین حدیث قرآن کے سوا تمام سرمایۂ شریعت کو مہمل قرار دیتے ہیں۔ انکار حدیث کا شوشہ زمانۂ قدیم میں معتزلہ و خوارج نے چھوڑا تھا لیکن ایک دو صدی کے بعد وہ خود ہی اس دنیا سے ناپید ہوگئے اور ان کا یہ فتنہ بھی اپنی موت آپ مر گیا تھا۔

ہزار سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد پھر مسلمان کہلانے والے لوگوں کی بے راہ روی اور نکتہ چینی حد سے بڑھی اور انہوں نے بھی وہی طریقہ اپنایا جو عقل و خرد سے بعید تھا اور اس سلسلہ میں وہ دراصل مستشرقین کے ریزہ خوار تھے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو اسلام کو بے بنیاد ثابت کیا جائے، یا پھر اسکی بنیادوں میں وہ خامیاں بیان کی جائیں جس سے اسلامی تعلیمات کی حقیقت ایک افسانہ کے سوا کچھ بھی نہ رہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا۔

چونکہ اس خبیث مقصد میں عیسائی اور یہودی ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے لہذا دونوں نے مل جل کر سرتوڑ کوششیں شروع کیں اور علوم اسلامیہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بے سروپا اعتراضات کی بوچھار بھی شروع کردی۔

سب سے پہلے انہوں نے نشانۂ تنقید قرآن عظیم کو بنایا کہ اسلامی تعلیم کا یہی اصل منبع

تھا ،ایک عرصہ گذر گیا اور وہ یہ ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ یہ کوئی الہامی کتاب نہیں بلکہ یہ مسلمانوں کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خود ساختہ کلام ہے ۔ اور اس میں تغیر وتبدل ممکن ہے.لیکن طویل مدت گذر جانے کے باوجود وہ اس میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے ۔کیونکہ قرآن عظیم کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند قدوس نے لیا تھا، جو اس میں تبدیلی کی راہیں پیدا کرنے کی کوشش کریگا وہ خود ہی خائب وخاسر رہیگا۔ بہت لوگوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا تو دنیا نے ان کا عبرتناک انجام دیکھا۔

مستشرقین نے جب اس میدان میں اپنے کو شکست خوردہ پایا تو دوسرا حملہ انہوں نے احادیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر کیا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے اسلامی ذخیرہ کا شب وروز مطالعہ کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اگر چہ انکا ایمان نہیں ہے لیکن اپنے اسلاف کی طرح اتنا ضرور جانتے ہیں کہ یہ آخری رسول ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول کا دامن کبھی جھوٹ سے داغدار نہیں ہوتا۔ رسول کا فرمان حق ہوتا ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اور تجربہ نے یہ بھی انہیں بتا دیا کہ مسلمان کبھی بھی اپنے رسول کے فرامین کا منکر نہیں ہوگا اور وہ اپنا سب کچھ قربان کر کے بھی سنت رسول سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہوگا۔ پھر بھی وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے چنانچہ مستشرقین میں سب سے پہلے ایک یہودی مستشرق گولڈزیہر نے حدیث کے خلاف زہر افشائی کی۔

مولانا پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں۔

گولڈزیہر نے اپنے بے بنیاد خیالات کا اظہار اپنی کتاب دراسات محمد یہ میں کیا ہے جو ۱۸۹۰ء میں جرمن زبان میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حدیث پر تحقیق کیلئے یہ کتاب اہل مغرب کی بنیادی دستاویز بن گئی۔ بیشتر مستشرقین اس کتاب کے حوالے سے اپنے نتائج فکر پیش کرتے رہے۔

پروفیسر شاخت نے فقہی احکام سے متعلق احادیث پر کام کیا ،گلیوم کی ''ٹریڈیشنز آف

اسلام" وجود میں آئی جو گولڈز یہر کی تحقیقات کا چربہ تھی، مارگولیتھ۔ نے گولڈز یہر کے افکار کی روشنی میں اپنے نظریات پیش کئے، علاوہ ازیں دوسرے مستشرقین مورست، فون کریمر، مویر، کیتانی اور نکسن وغیرہ نے بھی اس میدان میں اپنے نتائج فکر بیان کئے ہیں جو سارے کے سارے کم وبیش گولڈز یہر ہی کی صدائے بازگشت ہیں۔ (۲۶)

دراسات محمد یہ کے تعلق سے مولانا موصوف یوں وضاحت کرتے ہیں کہ فانملر گولڈز یہر کی حدیث کے متعلق تحقیقات کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

گولڈز یہر احادیث پاک کو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اوراجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ لہذا گولڈز یہر کے نقطۂ نگاہ سے حدیث کو اسلام کے دوراول یعنی عہد طفولیت کی تاریخ کیلئے قابل اعتماد دستاویز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ حدیث ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو اسلام کے دور عروج میں اسلام کے ارتقاء کیلئے کی گئیں۔

گولڈز یہر اس بات پر بڑے پرزور دلائل پیش کرتا ہے کہ اسلام متحارب قوتوں کے درمیان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا منظم شکل میں رونما ہوا۔ وہ حدیث کی تدریجی ارتقاء کی بھی تصویر کشی کرتا ہے اور بزعم خویش نا قابل تردید دلائل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ حدیث کس طرح اپنے زمانہ کی روح کا عکس تھا اور کس طرح مختلف نسلوں نے احادیث کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کیا اور کس طرح اسلام کے مختلف گروہ اور فرقے اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے مؤسس اسلام کا سہارا لیتے تھے اور کس طرح انہوں نے ایسی باتوں کو اپنے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف منسوب کیا جو انکے موقف کی حمایت کرتی تھیں۔ (۲۷)

مزید لکھتے ہیں۔

گولڈز یہر نے حدیث پاک کے متعلق جو زہر افشانیاں کی ہیں ان کا خلاصہ ڈاکٹر محمود حمدی زقزوق نے مصطفیٰ السباعی کے حوالے سے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

اس طرح اموی دور میں جب امویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے شدت اختیار کی تو احادیث گڑھنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا۔ فسق وارتداد کا مقابلہ

کرنے کیلئے علماء نے ایسی احادیث گڑھنی شروع کردیں جو اس مقصد میں انکی مدد کرسکتی تھیں۔
اسی زمانہ میں اموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلے میں یہ کام شروع کردیا، وہ خود بھی احادیث گڑھتی اور لوگوں کو بھی ایسی احادیث گڑھنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطہ نظر کے موافق ہوں۔
حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گڑھنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے، احادیث گڑھنے کا معاملہ سیاسی مسائل تک محدود نہ رہا بلکہ آگے بڑھکر دینی معاملات اور عبادات میں بھی داخل ہوگیا اور کسی شہر کے لوگ جن باتوں کو اپنے خیال کے مطابق نہیں سمجھتے تھے انکے خلاف حدیثیں گڑھ لیتے تھے، احادیث گڑھنے کا یہ کام دوسری صدی ہجری میں بھی جاری رہا۔ (۲۸)

ان اقتباسات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انکار حدیث سے متعلق کیسا خطرناک منصوبہ تیار کیا گیا اور پھر اسکو علی الاطلاق مسلمانوں کی ہوا و ہوس، نفس پرستی اور جاہ طلبی کے نتیجہ میں رونما ہونے والا ایک افسانہ بنا کر پیش کرنے کی مذموم کوشش کی گئی جبکہ سلاطین اسلام کی طرف جعلی احادیث کی نسبت تاریخ اسلام سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ تفصیل آگے ملاحظہ کریں۔
گولڈ زیہر کی اس ساری خرفات میں صرف اتنی بات صحیح ہے کہ عہد قدیم میں کچھ لوگوں میں نیک نیتی اور کچھ نے بد نیتی کے ساتھ وضع حدیث کی کوشش کی لیکن یہ ساری جد و جہد رائیگاں گئی اور خیر القرون کے مبارک و مسعود ماحول نے ان سارے اقوال کو ذخیرۂ حدیث سے کانٹ چھانٹ کر الگ کردیا۔

یہ وہ دور تھا جبکہ دنیا ان نفوس قدسیہ سے خالی ہوچکی تھی جنہوں نے شمع رسالت سے بلا واسطہ اکتساب فیض کیا تھا، صحابہ کرام کا مقدس گروہ اپنے فیوض و برکات، عشق و عرفان اور علم و آگہی کی روشنیاں پھیلا کر اس عالم فانی سے رخصت ہوچکا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے پیچھے ایسے قدسی صفات نفوس چھوڑے تھے جنکے شعور و آگہی کا لوہا عامۃ المسلمین ہی نے نہیں بلکہ علم و فضل کے کوہ شامخ اور اسلام کے بطل جلیل بھی مانتے تھے اور سلاطین وقت جنکی عزت و کرامت کے سامنے سرخمیدہ رہتے، اس جماعت کو تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے نام سے تاریخ اسلام نے اپنے

صفحات میں محفوظ کرلیا ہے۔ان حضرات کی شبانہ روز یہ ہی جدو جہد رہتی تھی کہ حق کو باطل سے ممتاز کریں،احادیث صحیحہ کو موضوع اور من گڑھت اقوال سے جدا کر کے خط امتیاز قائم کر دیں تا کہ آئندہ لوگوں کو سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے میں دشواری نہ ہو۔

مستشرقین کا مطمع نظر تو واضح طور پر اسلام کی بیخ کنی ہے، کسی اصول وضابطۂ اسلامی میں اصلاح ہرگز مقصود نہیں ہوتی بلکہ ناصح بنکر تخریب کاری ان کا محبوب مشغلہ رہتا ہے۔

ذخیرہ حدیث میں موضوع روایات کی آمیزش آج مستشرقین کی کوئی اپنی تحقیق نہیں بلکہ ائمہ علم وفن روز اول ہی سے اس سے ہوشیار رہے ہیں۔اسی لئے انہوں نے جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کا عظیم فن ایجاد کیا جسکے تحت تقریباً پانچ لاکھ راویان حدیث کی سیرت وسوانح تیار کی گئی جو تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔

وضع حدیث کی جانچ پرکھ کیلئے ان مضبوط ومستحکم دلائل کے ذریعہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا گیا۔مراتب حدیث متعین کئے اور ہر حیثیت سے کھرے کھوٹے کی تمیز کیلئے اصول وضع کئے گئے ، بعد کے لوگوں نے ان سب کو باقاعدہ مدون کر کے رہتی دنیا تک کیلئے مشعل راہ بنادیا۔انکے یہ اصلاحی کارنامے ہر دور میں عزت کی نگاہ سے دیکھے گئے اور برملا اعتراف کرنے میں کبھی کسی انصاف پسند شخص نے چون وچرا نہ کی۔

اس اجمال کی تفصیل قارئین آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائینگے، یہاں مجھے یہ بتانا ہے کہ انکار حدیث کا فتنہ کس انداز سے اٹھا تھا اور اب کہاں تک جاپہونچا۔دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے شکایت ہی کیا، انکا وطیرہ اور روزمرہ کا معمول ہی یہ رہا ہے کہ اسلام کی ترقی میں رخنہ اندازی سے پیش آئے۔کیونکہ علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت انکو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ہاں ان لوگوں سے ضرور شکوہ ہے جو کلمہ تو اللہ ورسول کا پڑھتے ہیں لیکن ان اسلام دشمن طاقتوں سے مرعوب ہوکر انکی تحقیق کو اپنے لئے واجب الاذعان ماننا ہر فرض سے اہم فرض گردانتے ہیں، اگر کسی بیچارے مستشرق نے تعصب وعناد کی عینک لگا کر اپنی خود ساختہ تحقیق پیش کر دی تو اس کی ہاں میں ہاں ملانا اپنے لئے سرمایہ آخرت سمجھ لیتے ہیں۔یہ لوگ خود اپنے آپ کو بھی فریب

دیتے ہیں اور امت مسلمہ کو بھی اپنے فریب میں مبتلا کرنے سے ایک آن نہیں تھکتے ۔ ایسے لوگ رہبری کے بھیس میں رہزنی کرنے کے خوگر ہیں اس لئے ان سے ہوشیار رہنا ازبس ضروری ہے

منکرین حدیث بالفاظ دیگر اہل قرآن نے مستشرقین سے سیکھ کر ذخیرۂ احادیث پر کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ اعتراضات کئے ہیں، اس جماعت کے سرخیل عبداللہ چکڑالوی، احمد دین امرتسری، اسلم جیراجپوری، محمد حسین عرشی اور غلام احمد پرویز وغیرہم ہیں۔

یہاں ان کے چند مشہور شبہات کے جواب مقصود ہیں تا کہ ہمارے قارئین ان سے خبردار اور ہوشیار رہیں۔

شبہ ۱: تمام فقہائے اسلام اس بات کو بالاتفاق مانتے ہیں کہ جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا جعلی حدیثوں کا ایک جم غفیر اسلامی قوانین کا ایک جائز اور مسلم ماخذ بنتا چلا گیا۔

جواب: یہ بات بالکل بے بنیاد اور سراسر خلاف واقع ہے کہ ائمہ فقہ اس بات پر متفق ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار، اور آپکے تلامذہ میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاندار حدیثی خدمات سے اہل علم واقف ہیں اور آئندہ تفصیلات آرہی ہیں ۔ ان حضرات کی جدوجہد نے روز اول ہی اس سیلاب پر بند باندھ دیا تھا کہ موضوع احادیث شرعی امور ہیں دخیل نہ ہونے پائیں ۔ صحیح کو غلط بلکہ ضعیف تک سے جدا کر کے اس بات کی صراحت کر دی گئی تھی کہ جملہ احادیث نہ استدلال میں مساوی ہیں اور نہ عمل میں ۔ عقیدہ وعمل میں کام آنے والی احادیث کے مراتب متعین کر دیئے گئے تھے، اور امام اعظم قدس سرہ کے شرائط تو بجائے خود اتنے سخت تھے کہ آج تک لوگوں کو یہ شکوہ ہے کہ انہوں نے احادیث رسول کا اکثر ذخیرہ لائق اعتنا ہی نہیں سمجھا، حالانکہ یہ بھی تعصب وعناد پر مبنی ہے، آئندہ آپ اسکی بھرپور وضاحت ملاحظہ کرینگے کہ حقیقت حال کیا ہے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ احادیث سے مؤطا لکھی ، علم حدیث کی عظمت اور کمال احتیاط دونوں ہی آپکو ملحوظ تھیں، اولاً نو ہزار احادیث پر مشتمل تھی لیکن آپ اسکو بار بار قرآن عظیم پر پیش کرتے رہے اور اب تعداد چھ سو سے کچھ اوپر ہے ۔ پھر یہ کیونکر متصور کہ

اس میں جعلی حدیثیں ہونگی۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورآپکے اصحاب تو علم روایت ہی کے خوگر تھے، پوری زندگی نشر حدیث وفقہ میں گذری۔

اورآخر میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنکی علم حدیث میں رفعت شان مسلم چیز ہے۔ کہتے ہیں ساڑھے سات لاکھ احادیث کے حافظ تھے، ان سے آپکی مسند میں ستائیس ہزار ایک سو احادیث ہیں۔

یہ ہے ائمہ اربعہ کی علم حدیث میں منصف مزاجی اوران کا محتاط رویہ، پھر وہ کون فقہاء ہیں جنہوں نے جعلی حدیثوں کو ماخذ بنایا اور قانون اسلام کی حیثیت دی۔

ائمہ مذاہب اور حدیث وفقہ کی نابغۂ روزگار شخصیات میں سے کسی کا نام پیش کئے بغیر بالعموم یہ حکم صادر کردینا ظلم ہے اوروہ حضرات اس سے بہت بلند تھے۔ ہاں یہود ونصاری کے نام نہاد محققین مستشرقین کی طرف سے ایسا الزام ہوتا تو ان سے جائے شکایت ہی کیا انہوں نے تو جلیل القدر صحابہ کرام مثل ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عظیم ائمۂ حدیث مثل امام بخاری علیہ رحمۃ الباری وغیرہم کو بھی نہ چھوڑا، انکو بھی نشانہ تنقید بنایا، تو کیا ہم اہل اسلام انکی خاطر اپنے اصول اوراپنی حقیقی تاریخ سے دست بردار ہوجائینگے؟ آئندہ اوراق میں آپ ان اساطین ملت کی خدمات جلیلہ پر مشتمل تفصیلات پڑھکر خود فیصلہ کرلیں گے۔

واقعہ یوں ہے کہ جس وقت سے جعلی حدیثیں ظاہر ہونا شروع ہوئیں اسی وقت سے محدثین، ائمہ مجتہدین اور فقہائے عظام نے اپنی تمام تر کوششیں اس چیز پر بھی مرکوز رکھیں کہ یہ گندا نالہ اسلامی قوانین کے سوتوں میں نفوذ نہ کرنے پائے۔ ویسے تو ہر طرح کی احادیث کی چھان بین شروع ہوئی لیکن وہ احادیث خصوصی توجہ کا مرکز بنیں جن سے عقائد شرعیہ اصلیہ اوراحکام فرعیہ فقہیہ متعلق تھے۔ اسلامی عدالتوں کے قاضی بھی اس معاملہ میں کسی طرح کی فروگذاشت سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ سخت چوکنے رہتے تھے۔

شبہ ۲: جھوٹی حدیثیں خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہونا شروع ہوگئی

ٹھیرا۔

جواب: یہ شبہ بھی پا در ہوا ہے۔ یوں تو گھر بیٹھے خیالی پلاؤ کوئی بھی پکا سکتا ہے لیکن اس سے حقیقت نہیں بدلتی۔ اس دور پر آشوب میں ایک آزاد خیال شخص کیا کچھ نہیں کہہ سکتا جبکہ واقعی اور حقیقی چیزوں کا منہ چڑانے میں اس خیر القرون میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی۔ کہنے والوں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ یہ قرآن کلام الٰہی نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اپنا کلام ہے۔ عقل وخرد سے کام لینا سب کو نصیب نہیں ہوتا۔

قابل غور ہے یہ بات کہ جب وہ صحابہ کرام جنکا عشق رسول اس نہایت کو پہونچا ہوا تھا کہ مجلس رسول میں بیٹھکر ادب رسول کا لحاظ اس حد تک کرتے کہ ان کا سکوت وجمود سر اٹھانے تک کی اجازت نہ دیتا اور ایسا محسوس کیا جاتا گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، وہ مقدس جماعت کبھی ایسا کر سکتی تھی کہ عمداً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کر دے۔ جبکہ دوسری طرف انہوں نے یہ فرمان واجب الاذعان سن رکھا تھا کہ:۔

ومن کذب علی متعمدا فلیتبؤا مقعدہ من النار (۲۹)

جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنایا۔

یہی وجہ تھی کہ بہت صحابہ کرام نہایت احتیاط سے کام لیتے اور احادیث کی روایت میں محتاط رویہ اپناتے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو روایت حدیث کے وقت بہت مواقع پر لرزہ براندام ہو جاتے کہ مبادا ہم سے کوئی لغزش ہو جائے، آپ مکثرین صحابہ کرام میں شمار نہیں کیئے گئے حالانکہ اولین سابقین میں ہیں، سفر وحضر میں ساتھ رہے بعض صحابہ آپکو اہلبیت نبوت سے سمجھتے تھے، صاحب النعل والوسادۃ مشہور تھے، پھر بھی آپکی مرویات ایک ہزار کی تعداد کو نہ پہونچیں، یہ اسی غایت احتیاط کا نتیجہ تھا۔

ہاں ایسا ممکن کہ کوئی سر پھرا منکر رسالت صرف بدنام کرنے کی غرض سے ایسا کر گذرے اور حضور کی جانب آپکی حیات مقدسہ میں غلط بات منسوب کر دے اور حضور کو اطلاع نہ دی گئی ہو تو پھر اسکی ذمہ داری نہ حضور پر ہے اور نہ صحابہ کرام پر۔ لیکن یہ ہمت کرنا بھی

کوئی معمولی کام نہیں تھا۔اس طرح کا بس ایک آدھ واقعہ بیان کیا جاتا۔ ہے کہ:

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص مدینہ کے گردونواح میں بسنے والے ایک قبیلہ بنولیث کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا، انہوں نے انکار کردیا، ہجرت کے اوائل میں وہ شخص جبہ ودستار سے آراستہ اس قبیلہ میں پہونچا اور کہا: مجھے حضور نے اس قبیلہ کا حاکم بنایا ہے، قبیلہ والوں نے اسکو اپنے یہاں قیام کی اجازت تو دیدی لیکن پوشیدہ طور پر ایک شخص کو بارگاہ رسالت میں بھیج کر تحقیق کرائی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دشمن خدا ہے، اس نے جھوٹ بکا ،لہذا اسکو قتل کردینا اور مردہ ملے تو اسکی لاش کو جلا دینا۔ یہ صاحب واپس ہوئے تو دیکھا کہ سانپ کے کاٹنے سے وہ شخص مرچکا ہے لہذا اسکی لاش کو جلا دیا گیا، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔من کذب الخ۔

شبہ ۳: بعد میں جھوٹی حدیثیں اتنی بڑھ گئیں کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت میں روایت حدیث پر پابندی لگادی، بلکہ اس سے منع تک کردیا۔

جواب: امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں تو جھوٹی حدیثیں نہیں گڑھی گئیں البتہ انکے عہد پاک کی طرف یہ نسبت ضرور کھلا جھوٹ اور من گڑھت ہے۔

دور فاروقی اسلام کے عروج وارتقاء کا وہ زرین عہد ہے جس میں مسلمانوں نے ہر اعتبار سے شاندار کامیابی حاصل کی، حضور کے زمانہ اقدس میں قرآن کریم کی اشاعت حجاز کے ایک خاص حصہ تک ہی رہی، قرآن عظیم کا کوئی یکجا نسخہ تیار نہ ہوا تھا کہ حضور کا وصال ہوگیا۔ دور صدیقی آیا اور اس فتنہ ارتداد ومنکرین زکوۃ کی ریشہ دوانیوں نے قرآن کی باقاعدہ نشرواشاعت کا موقع ہی نہ دیا۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ جنگ یمامہ میں کثیر تعداد میں قراء قرآن کی شہادت سے متاثر ہوکر صحابہ کرام کے مشورہ سے قرآن کریم یکجا ہوا اور یہ ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی گئی تھی۔ آپکے دور میں داخلی نظام کی اصلاح پر ہی زیادہ زور رہا۔

ہاں جب دور فاروقی آیا تو اس سے پہلے ہی اشاعت اسلام اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام کرنے کی راہیں ہموار ہوچکی تھیں، اب آپکے سامنے مفتوحہ علاقوں میں قرآن کی تعلیم کو عام

کرنے کا مسئلہ تھا، آپ نے مجلس شوری منعقد کر کے قرآنی تعلیمات کے عام کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کی نشر واشاعت کیلئے خاص طور پر مشورہ کیا، سب کی رائے تھی کہ احادیث کو قلمبند کر کے سلطنت اسلامیہ میں اسکی بھی اشاعت ہو، مگر آپ ایک ماہ تک اسی پس وپیش میں رہے، استخارہ کیا اور پھر ایک دن آپ نے مجمع عام میں فرمایا۔

سنو! میں حضور کی سنتیں لکھوانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر مجھے اب یہ باور ہو گیا ہے کہ تم سے پہلے ایک قوم ایسی بھی گذری ہے جس نے دوسری کتابیں لکھیں اور کتاب اللہ کو چھوڑ بیٹھی، لہذا میں ہرگز قرآن کے ساتھ دوسری چیز شامل نہیں کروں گا۔ (۳۱)

اگر قرآن کریم کے علم سے پہلے لوگوں کو روشناس نہ کرایا جاتا تو خطرہ تھا کہ قرآن کے ساتھ دوسری چیز خلط ملط کر کے بعض لوگ امتیاز نہ کر پاتے، یہ خدشہ خاص طور پر بدوی قبائل سے تھا۔ لہذا کتابت حدیث کو عمومی انداز میں پیش کرنے کی ممانعت ہوئی، ایسا نہیں کہ خاص لوگوں کو بھی خاص مواقع پر منع کیا گیا تھا کہ واقعہ اس کے خلاف ہے، آئندہ صفحات میں ناظرین ملاحظہ کرینگے کہ کتنے صحابہ کرام تھے جنھوں نے احادیث لکھیں بلکہ خود فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھوائیں۔

یہ خاص صورت حال تھی جسکو بعض محققین یہ سمجھ بیٹھے کہ جعلی احادیث کا شیوع ہی کتابت کی ممانعت کا سبب تھا، جعل سازی کا تو اس دور خیر وصلاح میں دروازہ ہی نہ کھلا تھا۔

شبہ ۴: امام بخاری نے ۶ ر لاکھ حدیثوں میں سے صرف نو ہزار کو صحیح احادیث کی حیثیت سے منتخب کیا۔

جواب۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے، بالفرض چھ لاکھ میں سے صرف نو ہزار ہی صحیح تسلیم کی جائیں تو اس سے یہ کب لازم آیا کہ سارا ذخیرۂ حدیث غیر معتبر اور موضوع یا مشتبہ ہے اور قرآن کے علاوہ کسی دوسری چیز پر اعتماد ہی نہ رہا۔

پہلے اسلامی قوانین میں جعلی حدیثوں کے ایک جم غفیر کے قائل تھے اور اب صرف امام بخاری سے منقول ۹ ر ہزار احادیث کو صحیح مان رہے ہیں، اگر امام بخاری کی صحیح بخاری جب اس

حیثیت کی حامل ہے تو انکا یہ فرمان تسلیم کرنا بھی ناگزیر۔ یہ فرماتے ہیں۔

مـاادخـلـت فـی کـتـاب الـجـامع الاماصح ، وترکت من الصحاح لملال الطول۔ (۳۲)

میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث داخل نہیں کی جو صحیح نہ ہو، مگر بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں تا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

نیز فرماتے ہیں۔

میں نے جو حدیثیں چھوڑ دی ہیں وہ میری منتخب کردہ حدیثوں سے زیادہ ہیں اور یہ کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں۔ (۳۳)

اب حدیث کی دوسری عظیم کتاب کا حال سنئے، امام مسلم فرماتے ہیں:

لیـس کـل شـیء عـنـدی صحیح وضعته ھھنا یعنی فی کتابه الصحیح ،انما وضعت ھھنامااجمعوا علیه۔(۳٤)

ایسا نہیں کہ جو احادیث میرے نزدیک صحیح ہیں وہ سب میں نے اپنی کتاب میں بیان ہی کردی ہیں، البتہ اس کتاب میں انہیں احادیث کو بیان کیا ہے جن پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے۔

امام ابن صلاح شہر زوری فرماتے ہیں:

غالبا انکی مراد یہ ہے کہ میرے نزدیک جن احادیث کی صحت پر اجماع ہے وہ میں نے اپنی کتاب میں بیان کردی ہیں۔

نیز امام مسلم فرماتے ہیں۔

میں نے اپنی کتاب میں جو روایتیں کی ہیں ان کو میں صحاح کہتا ہوں۔ مگر میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ جو روایت میں نے نہیں لی ہے وہ ضعیف ہے۔ (۳۵)

یہ ہی حال صحاح کی دوسری کتابوں کا ہے، کوئی آج تک یہ دعوی نہ کرسکا کہ فلاں کتاب میں تمام صحیح احادیث جمع کردی گئی ہیں اور صرف اتنی صحیح ہیں باقی سب غلط وموضوع اور بے بنیاد وباطل محض ہیں۔

ہاں یہ سوال واقعی اہم ہے کہ آخر احادیث وضع کیوں کی گئیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ حدیث وضع کرنے کا طریقہ یوں نکالا گیا کہ اہل اسلام کے نزدیک حدیث کو حجت تسلیم کیا جاتا تھا اور قرآن کریم سے اسکی حجیت کی سند مل چکی تھی، لہذا حضور کی طرف غلط بات منسوب کر کے لوگ کوئی نہ کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے تھے، اگر آج کے منکرین حدیث کی طرح انکی نظر میں بھی حدیث کی کوئی حیثیت نہ ہوتی تو کسی کو کیا پڑی تھی کہ وضع احادیث کی زحمت اٹھاتا اور گناہ بے لذت میں مبتلا ہوتا۔

دنیا کی جعل سازی اور فریب کاری میں بھی اس چیز کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ہندوستان میں جعلی نوٹ وہی بنائے جاتے ہیں جنکا چلن عام ہو، کوئی بھی اس طرف توجہ نہیں دیتا کہ وہ سکے ایجاد کئے جائیں جو کسی زمانۂ قدیم میں چلتے تھے، آخر جعلی ساز کی اس سے کیا غرض وابستہ ہوسکتی ہے۔

فرض کرو کوئی اس ملک میں یہ دھندا شروع کردے اور جعلی نوٹوں کو چھاپ کر اصلی کرنسی میں گڈمڈ کر ڈالے اور جب یہ راز فاش ہو تو چند ملک کے غدار وفاداری کا رول ادا کرتے ہوئے یہ تحریک شروع کردیں کہ چونکہ کرنسی مشتبہ ہوچکی ہے لہذا سارا سرمایہ نذر آتش کردیا جائے۔ تو کیا ان کا یہ استدلال کوئی عاقل تسلیم کرنے کو تیار ہوگا؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ عاقل تو کجا احمق بھی ملک کے اس اثاثہ کو لٹتے اور برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ ہر طرف سے یہ ہی آواز اٹھیگی جو لوگ ایسا مشورہ دیتے ہیں وہ غدار وطن ہیں، ملک وملت کے باغی ہیں، ہاں سلطنت کے خیر خواہ اور ارباب حل وعقد یہ مشورہ ضرور دینگے کہ ان جعل سازوں کو پکڑا جائے اور کرنسی کی تحقیق میں ماہرین مصروف کار ہوں تاکہ صحیح کو غلط سے ممتاز کریں اور اصل کو جعلی سے جدا کر کے ملک وملت کو تباہی سے بچالیں۔

یہ ہی حال کچھ ذخیرہ احادیث سے متعلق ایک دور میں پیش آیا تھا، جب وضع احادیث کا فتنہ اٹھا تو ماہرین علم وفن اٹھ کھڑے ہوئے اور دین ومذہب کی پاسبانی وحفاظت کے جذبہ سے سرشار ارباب فکر وفن نے ایک ایک واضع حدیث کا پتہ لگا کر اسکی نشاندھی فرمادی، کتنی جانفشانی

اور جگر سوزی کا کام تھا جوان مردان حق آگاہ نے محض دینی وملی خدمت کے تحت انجام دیا۔ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے کہ ان حضرات نے تقریباً پانچ لاکھ افراد کی سوانح حیات مرتب کی اور ہر ایک کے اقوال وافعال کو جرح وتعدیل کی حقیقی کسوٹی پر رکھکر پرکھا، احادیث کی صحت وسقم کو جانچنے کیلئے نہایت سخت اصول قائم کئے، جس شخصیت کو موضوع سخن بنایا جاتا اس پر بے لاگ تبصرہ ہوتا، قرابت داری کا کوئی لحاظ نہیں برتا جاتا، استاذ شاگرد کے تعلق کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، راویان حدیث میں ملاقات تھی یا نہیں، راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک تھا یا نہیں، ان تمام چیزوں پر سیر حاصل بحث ہوتی، اس طرح ہر رخ سے اطمینان حاصل کر کے ذخیرۂ حدیث کو پورے طور پر نکھارا گیا جب کہیں جا کر موجودہ تدوین حدیث عمل میں آئی۔

یہ بھی یاد رہے کہ وہ زمانہ آج کے مواصلاتی نظام کے نظم ونسق کو زمانہ نہیں تھا، سفر کی یہ سہولتیں بھی میسر نہیں تھیں، لیکن دور دراز کے جانکاہ سفر طے کر کے انہوں نے ملت اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج محققین بھی انگشت بدنداں ہیں، اپنوں اور بیگانوں سب نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اسماء الرجال کا فن صرف مسلمانوں کی خصوصیت ہے، ورنہ اتنا عظیم فن ایجاد کرنا اس بے سروسامانی کی دنیا میں ممکن نہیں تھا۔

ان حالات میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی گوشہ ان سے مخفی رہا ہوگا، یا عمداً انہوں نے کسی شخصیت سے چشم پوشی کی ہوگی۔ پھر یہ کہاں سے سمجھ لیا گیا کہ سارا ذخیرہ حدیث بے معنی ومہمل ہے اور غلط وباطل۔ کیا ایک ہزار سال کے بعد اشتباہ کی کوئی وقعت رہ جاتی ہے جبکہ تدوین حدیث سے علماء وحفاظ تیسری چوتھی صدی تک مکمل طور پر فارغ ہو چکے تھے اور بعد کے ائمہ ومحققین اسی تحقیق پر اعتماد کرتے آئے۔

شبہ: ۵ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے کو منع فرما دیا تھا، فرماتے ہیں:

لا تکتبوا عنی، ومن کتب عنی فلیمحہ، وحدثوا ولا حرج۔ نیز حضور کے زمانے میں اور آپکے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں قرآن تو محفوظ کیا گیا لیکن حدیث کی حفاظت کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ صحابہ اور تابعین کے زبانی حافظوں تک محدود رہیں کبھی اتفاقیہ طور پر وہ کسی کے

سامنے کوئی روایت بیان کر دیتے تھے۔

جواب: یہ تین شبہات ہیں اور منکرین حدیث نے مستشرقین کی اتباع میں بلا دلیل پیش کئے ہیں۔ خیر خواہی مسلمین کا یہ انداز کوئی نیا نہیں، ہاں جب کوئی شخص اسلام کا لیبل لگا کر کہے تو تعجب خیز ضرور ہے۔ اختلاف امت بعض اوقات بعض چیزوں میں کوئی بری چیز نہیں جبکہ دلائل طرفین واقعی حیثیت رکھتے ہوں، اس طرح کے نمونے اسلامی لٹریچر میں بکثرت موجود ہیں، لیکن کسی دلیل کا سہارا لئے بغیر یکطرفہ فیصلہ کر دینا معقول نہیں ہوتا۔

یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کتابت حدیث کی ممانعت آئی لیکن یہ وقتی تھی اور بسا اوقات خود حضور نے اسکا حکم دیا اور اپنے حضور بھی بہت احکام لکھوائے۔ تفصیل آ رہی ہے۔

دوسری چیز یہ کہ جس حدیث میں کتابت کی ممانعت ہے اسی میں زبانی روایت کی واضح طور پر اجازت بھی ہے۔ پھر یہ بھی غلط ہے کہ حفاظت حدیث کتابت ہی پر موقوف ہے۔ زبانی روایت سے کیا حفاظت ناممکن چیز ہے؟ بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اصل محافظت اسی وقت ممکن ہے جبکہ پہلے حفظ وضبط کا پورا اہتمام مقصود رہا ہو ورنہ محض کتابت کو مدار حفاظت قرار دیا جائے تو علوم وفنون کا خدا حافظ۔ خاص طور پر اس ماحول میں جبکہ کتابت کا رواج نہ پڑا ہو اور عموما لوگ لکھنے کے عادی نہ رہے ہوں۔ ورنہ اصلی وجہ ممانعت وہی تھی کہ قرآن کو حدیث سے ممتاز رکھنا مقصود تھا کہ لوگ اختلاط سے کام نہ لیں۔ اس موضوع پر مکمل بحث تدوین حدیث اور حفاظت حدیث کے تحت آ رہی ہے، یہاں مجملا اتنا کافی ہے کہ حضور کا عہد پاک ہو یا صحابہ وتابعین کا زمانہ ان تمام ادوار میں کتابت کا کام بھی جزوی طور پر رہا ہے جس پر اعتراض کے ساتھ ساتھ بعد میں معترضین کو بھی اعتراف کرنا پڑا اور جن حضرات نے اسباب ہوتے ہوئے بھی یہ عظیم کام نہ کیا انکی مصلحتیں اپنی جگہ اہم تھیں، بعد کے محدثین نے کتابت کے ذریعہ حفاظت وتدوین کا کام انجام دیا وہ اس وقت کے ماحول کے عین مطابق تھا۔

شبہ ۶: حدیث کی جمع وتدوین ایک سو سال کے بعد عمل میں آئی جبکہ ان کا ریکارڈ قابل حصول نہیں رہا تھا۔

جواب: اس انوکھی نگارش کو کونسا تاریخ کا نام دیا جائے؟ تاریخ نویسی یا تاریخ سازی۔ اگر ایک انصاف پسند غیر متعصب واقعی تاریخ اٹھا کر دیکھنا چاہے تو آج بھی وہ لٹریچر محفوظ ہے، اور عہد نبوی سے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز تک، اور انکے دور سے تدوین حدیث کے آخری مرحلہ تک سب کچھ آپ کو کتابوں میں ثبت ملیگا، ایک دن بھی ایسا پیش کرنا ناممکن ہے جس میں کتابت سے لیکر تدوین تک کوئی انقطاع ہوا ہو۔

شبہ ۷۔ احادیث میں شدید اختلاف ہے، لہذا قابل عمل نہیں۔

جواب۔ منکرین حدیث کو جب کچھ نہیں ملتا تو وہی پرانی رٹ لگاتے ہیں کہ احادیث میں اسقدر اختلاف ہے جسکا ارتفاع ناممکن، الفاظ و معانی کے اختلاف نے سارا ذخیرہ غیر معتمد بنا دیا ہے۔

ان چیزوں کی تفصیل تدوین حدیث کے ضمن میں ملاحظہ کر سکتے ہیں لیکن اس بات پر خاص توجہ رکھیں کہ پھر تو قرآن کے اختلاف قرأت اور معانی مراد میں تعدد اقوال کے پیش نظر کلام اللہ کو بھی یہ لوگ مخدوش قرار دینے میں کوئی ننگ و عار محسوس نہیں کرینگے۔ کتنے واقعات قرآن کریم میں مکرر ہیں لیکن الفاظ کا اتحاد کیا ہر جگہ موجود ہے؟ پھر کوئی عقل و خرد سے نابلد تہی دامن قرآن کریم کی حقانیت کا منکر ہو جائے تو یہ منکرین حدیث اسکا کیا کرلیں گے۔

علمائے کرام و محدثین عظام نے احادیث کریمہ کے ظاہری اختلاف و تعارض کو دفع کرنے کیلئے کیا مستقل تصانیف نہیں کیں؟ امام سیوطی نے اس طرح کے تقریباً سو علوم شمار کرائے جن سے حفاظت حدیث اور جمع و تدوین میں کام لیا گیا اور ہر فن میں محققین نے اپنی یادگار تصانیف چھوڑیں، دفع تعارض کیلئے علم تاویل الحدیث پر مشتمل کتابیں پڑھکر یہ فیصلہ کرنا کوئی دشوار امر نہیں تھا جس سے چشم پوشی کر کے علی الاطلاق یہ حکم لگا دیا گیا کہ احادیث باہم مختلف ہیں لہذا قابل عمل نہیں۔

امام ابن خزیمہ کہتے تھے۔

مجھے کسی ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو۔

اس موضوع پر آپ نے ایک عظیم کتاب "کتاب ابن خزیمہ" کے نام سے لکھی جو اس فن میں آپکے تبحر علمی کی واضح دلیل ہے۔

امام طحاوی کی "شرح مشکل الآثار" امام شافعی کی "اختلاف الحدیث" علامہ ابن قتیبہ کی "تاویل مختلف الحدیث" علامہ ابن جوزی کی "التحقیق فی احادیث الخلاف" اور علامہ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک کی "مشکل الحدیث" یہ وہ کتابیں ہیں جو اس فن کا عظیم شاہکار ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ تعارض کی وجہ سے جب سارا ذخیرۂ احادیث مسترد کردیا گیا تو پھر کتابت حدیث کی اجازت وممانعت کے سلسلہ میں مروی احادیث کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جس طرح کا تعارض دوسری احادیث میں نظر آتا ہے وہ تو یہاں بھی ہے، پھر فیصلہ کیسے ہوا کہ حدیث دلیل شرعی نہیں اور اس پر جزم کیسے کیا گیا کہ حضور کی جانب سے ممانعت وارد۔ اگر کوئی وجہ دفع تعارض کی نظر نہیں آتی تھی تو توقف کیا جاتا، یہ انکار حدیث کا کیا معنی۔ ہمارے یہاں تو جواب وہی ہوگا کہ تعارض ہی متحقق نہیں، بظاہر تعارض ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ متعارض احادیث میں عمل کی ترتیب یوں قائم کی گئی ہے۔

پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ کیا ایک دوسرے کیلئے ناسخ ہو سکتی ہے، اگر ہے تو ناسخ پر عمل ہوگا منسوخ کو چھوڑ دیا جائیگا۔

بعض وجوہ نسخ یہ ہیں:

۱۔ خود شارع نسخ کی وضاحت فرمائے۔

۲۔ باعتبار زمانہ تقدم وتاخر ہو۔

اگر نسخ کا علم نہ ہو سکے تو ترجیح کی صورتوں میں سے کسی کو اختیار کرینگے۔

بعض وجوہ ترجیح باعتبار متن یوں ہیں۔

ف ۱۔ حرمت کو اباحت پر ترجیح ہوگی۔

۲۔ قول عام ہو اور فعل خصوصیت یا عذر کا احتمال رکھتا ہو تو قول کو فعل پر ترجیح ہوگی۔

۳۔ حکم معلول کو حکم غیر معلول پر ترجیح ہوگی۔

۴۔ مفہوم شرعی کو مفہوم لغوی پر ترجیح ہوگی۔

۵۔ شارع کا بیان و تفسیر غیر کے بیان و تشریح پر راجح ہوگا۔

۶۔ قوی دلیل ضعیف پر راجح ہوگی۔

۷۔ نفی اگر مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اصل حال و حکم کی رعایت میں ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوگی۔

بعض وجوہ ترجیح باعتبار سند

۱۔ کسی سند کے راوی متعدد ہوں تو اسکو ایک راوی کی سند پر ترجیح حاصل ہوگی۔

۲۔ قوی سند ضعیف پر راجح ہوگی۔

۳۔ سند عالی سند نازل پر راجح قرار دی جائیگی بشرطیکہ دونوں کے رواۃ ضبط میں ہم پلہ ہوں

۴۔ فقاہت میں فائق راوی غیر فقیہ رواۃ پر خواہ یہ سند عالی ہو راجح قرار پائینگے۔

۵۔ اتفاقی سند مختلف فیہ پر راجح رہیگی،

۶۔ اکابر صحابہ کی روایت اصاغر صحابہ پر راجح قرار دی جائیگی۔

یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں احادیث کو جمع کر کے عمل کرینگے۔

بعض وجوہ جمع

۱۔ تنویع، یعنی دونوں عام ہوں تو الگ الگ انواع سے متعلق قرار دیا جائے۔

۲۔ تبعیض، یعنی دونوں خاص ہوں تو الگ الگ حال پر، یا ایک کو حقیقت اور دوسرے کو مجاز پر محمول کرنا۔

۳۔ تقیید، یعنی دونوں مطلق ہوں تو ہر ایک کے ساتھ ایسی قید لگانا کہ فرق ہو جائے۔

۴۔ تخصیص، یعنی ایک عام اور ایک خاص ہو تو عام کو مخصوص قرار دینا۔

۵۔ حمل، یعنی ایک مطلق اور ایک مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا بشرطیکہ دونوں کا حکم اور سبب ایک ہو۔

حفاظت حدیث

گذشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے کہ علم حدیث کو حجت شرعی ہونے کی سند قرآن کریم سے ملی ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا اور ہر مسلمان کو اس پر عمل پیرا ہونے کی بدولت سعادت دارین اورفلاح ونجات اخروی کا مژدہ سنایا۔

اہل اسلام کی اولین جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ فرمان واجب الاذعان براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا، لہذا شب وروز اپنے محسن اعظم اور ہادی برحق کے اشاروں کے منتظر رہتے، اقوال وافعال میں اپنے لئے نمونہ عمل تلاش کرتے، زیادہ وقت دربار رسول کی حاضری میں گذراتے اور آپکی سیرت وکردار کو اپنا نا ہرفرض سے اہم فرض سمجھتے تھے۔ انکی نشست وبرخاست، خلوت وجلوت، سفر وحضر، عبادات ومعاملات اورموت وحیات کے مراحل سب سنت رسول کی روشنی ہی میں گذرتے اور انجام پاتے۔احادیث کی حفاظت کا انتظام اس طرح انہوں نے روز اول ہی سے شروع کردیا تھا۔

صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ تعلیم بھی پائی تھی کہ اسلام میں رہبانیت نہیں، لہذا میری سنت اور اسوۂ حسنہ میں اپنے لئے نمونہ عمل تلاش کرو، (ترک دنیا کرکے بیوی بچوں اوروالدین کو بے سہارا چھوڑ دینا اور دیگر اعزہ واقرباء سے کنارہ کشی اختیار کرلینا مستحسن نہیں) اس چیز پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک موقع پر نہایت تاکیدی انداز سے متنبہ بھی کیا تھا، کہ تم پر تمہارا بھی حق ہے اورتمہارے والدین اور بیوی بچوں کا بھی۔ لہذا روزہ رکھوتو افطار بھی کرو، عبادت کروتو آرام بھی کرو الخ کہ یہ سب میری سنت ہیں۔ گویا حضور نے اپنی امت کیلئے عمومی قانون یہ ہی بنایا کہ دنیا نہ چھوڑیں بلکہ دنیا کو اس انداز

سے اختیار کریں، کہ وہ دین بن جائے اور یہ اسی وقت متصور ہے، جب حضور کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہو۔ البتہ بعض لوگوں کیلئے معاملہ برعکس تھا جس پر حضور نے کبھی انکار نہ فرمایا۔

صحابہ کرام نے شب وروز در رسول پر حاضر رہ کر حدیث وسنت کو محفوظ کیا

صحابہ کرام بسا اوقات دن میں تجارت اور کھیتی باڑی میں مشغول رہتے تھے، لہذا جنکو روزانہ حاضری کا موقع نصیب نہ ہوتا تو وہ اس دن حاضر رہنے والے حضرات سے کسی جدید طرز عمل ,وراس دن کی مکمل کارکردگی سے واقف ہونے کیلئے بے چین رہتے۔ بعض دیوانۂ عشق ومحبت وہ بھی تھے جنہوں نے خانگی الجھنوں سے سبدوشی بلکہ کنارہ کشی اختیار کرکے آخر وقت تک کیلئے یہ عہد وپیان کرلیا تھا کہ اب اس در کو چھوڑ کر نہ جائینگے، اصحاب صفہ کی جماعت اس پر پوری طرح کار بند رہتی اور شبانہ روز ان کا مشغلہ یہ ہی رہ گیا تھا کہ جو کچھ محبوب کردگار سے سنیں یاد رکھیں اور اسکو اپنی زندگی میں جذب کرلیں۔

اس جماعت کے سرگروہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو ذخیرۂ حدیث کے سب سے بڑے راوی شمار ہوتے ہیں، لوگوں کو انکی کثرت روایت پر کبھی تعجب ہوتا تو فرماتے۔

انکم تقولون ان اباھریرۃ یکثر الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتقولون مابال المھاجرین والانصار لایحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمثل ابی ھریرۃ ؟ وان اخوتی من المھاجرین کان یشغلھم الصفق بالاسواق ،وکنت الزم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ملأ بطنی ،فاشھد اذاغابوا ،واحفظ اذانسوا،وکان یشغل اخوتی من الانصار عمل اموالھم ،وکنت امرأمسکینا من مساکیین الصفۃ اعی حین ینسون ۔(۳۶)

تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین وانصار اتنی حدیثیں کیوں نہیں بیان کرتے، تو سنو ،مہاجرین تو اپنی تجارت میں مصروف رہتے، اور انصار کا مشغلہ کھیتی باڑی تھا، اور میرا حال یہ تھا کہ میں صرف پیٹ پر حضور کی خدمت میں حاضر رہتا، جب انصار ومہاجرین غائب رہتے میں

اس وقت بھی موجود ہوتا ، اصحاب صفہ میں ایک مسکین میں بھی تھا ، جب لوگ بھولتے تو میں احادیث یاد رکھتا تھا۔

اسکی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ حضور نے آپکی یادداشت کیلئے دعا کی تھی جس کا اثر یہ ہوا کہ فرماتے ہیں۔

فمانسیت من مقالة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلك من شئ (۱۰۷)
میں پھر کبھی حضور کی حدیث پاک نہیں بھولا۔

آپ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوۂ خیبر کے موقع پر حاضر ہوئے اور پھر آخر حیات مقدسہ تک حاضر بارگاہ رہے، آپ نے اس زمانہ میں کس طرح زندگی کے ایام گذارے، فرماتے ہیں۔

خداوند قدوس کی قسم ! میں بھوک سے جگر تھام کر زمین پر بیٹھ جاتا اور پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا ، منبر رسول اور حجرۂ مقدسہ کے درمیان کبھی چکرا کر گر پڑتا ، لوگ سمجھتے میں پاگل ہوں حالانکہ یہ صرف بھوک کا اثر تھا ، ان جانفشانیوں کے عالم میں بھی آپ نے حضور کے شب وروز کو اپنے قلب وذھن میں محفوظ کر لینے کا مشن جاری رکھا۔

اصحاب صفہ میں حضرت ابو ہریرہ ہی تنہا نہ تھے بلکہ یہ تعداد مختلف رہتی اور کبھی کبھی ستر تک جاپہونچتی تھی ۔ ان حضرات کا مشغلہ ہی یہ تھا کہ احادیث سنیں اور یاد کریں ، سیرت وکردار ملاحظہ کریں اور اس کو اپنے لئے نمونہ عمل بنالیں اور دوسروں کو اسکی تبلیغ کریں۔

انکے علاوہ ہر دن آنے جانے والے صحابہ کرام کی تعداد کو کون شمار کرسکتا ہے ، گرد پیش پروانوں کا ہجوم رہتا اور ماہ رسالت اپنی ضیاء پاشیوں سے سب کو مجلی ومصفی فرماتا ۔ بعض حضرات روزانہ حاضری دینا لازم جانتے تھے اور بعض نے ایک دن بیچ حاضری کا التزام کرلیا تھا ، لیکن انہوں نے ہر دن کی مجلس سے استفادہ کا طریقہ یوں اپنایا تھا کہ دو اسلامی بھائی آپس میں معاہدہ کرتے کہ آج آپ بارگاہ رسالت میں حاضر رہنا اور میں معاش کی تلاش میں رہونگا پھر کل میری باری ہوگی ۔ شب میں ایک دوسرے کو اپنے مشاہدات سے باخبر کرتا اس طرح دن بھر کی معلومات

میں ایک دوسرے کو اپنا شریک بنالیتا تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی حضرات میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں۔

کنت انا و جارلی من الانصار فی بنی امیة بن زید وھی من عوالی المدینة، وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ینزل یوما وانزل یوما،فاذا نزلت جئته بخبر ذلك الیوم من الوحی وغیرہ ،وانزل فعل مثل ذلك۔ (۳۸)

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی عوالی مدینہ میں بنو امیہ بن زید کی بستی میں رہتے تھے، ہم دونوں حضور کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے ،جس دن میں حاضری دیتا تو انکو وحی وغیرہ کے حالات سے باخبر کرتا اور دوسرے دن وہ آتے تو مجھ سے حالات بیان کردیتے۔عام حالات میں بھی صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ جو کچھ وہ سنتے یا دیکھتے اسکو اپنے تک ہی محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ کسی دوسرے کو ضرور سنا دیتے تھے تاکہ کتمان علم نہ ہو جسکو وہ گناہ تصور کرتے تھے۔

حد تو یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن خلوت کی باتیں بھی صحابہ کو بتادیتی تھیں، کیونکہ ان سب کا یہ ہی اعتقاد تھا کہ یہ سب کچھ بھی بلاشبہ شریعت ہیں۔اگر ان کو چھپایا گیا تو پھر امت مسلمہ اپنے خانگی حالات اور خصوصی معاملات میں معلومات کیسے حاصل کرسکے گی۔ اسلام ایک مکمل دستور حیات بنکر آیا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، مہد سے لیکر لحد تک کے جملہ احکام قدم قدم پر رہنمائی کیلئے موجود ہونا ضروری تھے،لہذا ان حضرات نے اسی نقطۂ نگاہ سے زندگی کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔

اس اجمالی تمہید کے بعد قارئین اسکی تفصیل میں جاکر ان تمام امور کا مشاہدہ اس دور کی مستند تاریخ وواقعات سے خود بھی کرسکتے ہیں۔جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ حفاظت حدیث کا فریضہ صحابہ کرام نے قول وعمل سے بھی انجام دیا اور لوح وقلم کے انمٹ نقوش کے ذریعہ بھی یہاں قدرے تفصیل سے میں قارئین کے سامنے دونوں پہلو رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے دعوی پر مضبوط اور مستحکم دلائل سے روشنی پڑسکے۔

بارگاہ رسالت سے بلاواسطہ اکتساب فیض کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ

سے متجاوز بتائی جاتی ہے۔(۳۹)

انکے صدق مقال اور حسن کردار میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

قال ابن الصلاح : ثم ان الامة مجتمعة على تعديل جميع الصحابة ومن لابس الفتن ۔(٤٠)

امام ابن صلاح شہرزوری کہتے ہیں:۔

اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عادل وثقہ ہیں خواہ وہ باہم مشاجرات میں شریک رہے ہوں۔

مزید لکھتے ہیں:

ماجاء فی تعديل الله ورسوله للصحابة ،وانه لايحتاج الى سؤال عنهم، وانما يجب فيمن دونهم ،كل حديث اتصل اسناده بين من رواه وبين النبى صلیالله تعالىٰ عليه وسلم لم يلزم العمل به الابعد ثبوت عدالة رجاله ،ويجب النظر فى احوالهم سوى الصحابى الذى رفعه الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ،لان عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم، واخباره عن طهارتهم واختياره لهم فى نص القرآن ۔(٤١)

اللہ ورسول نے صحابہ کو یہ مقام ومنصب عطا فرمایا اسی لئے سند حدیث میں انکے بارے میں کچھ تحقیق وتلاش کی ضرورت نہیں ،ہاں انکے علاوہ راویان حدیث کے سلسلہ میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہیں ،لہذا سلسلہ سند میں سب کی چھان بین کی جائیگی اور عمل کرنا لازم اسی وقت ہوگا جب رواۃ کی عدالت ثابت ہوجائے ،صحابہ کرام کے علاوہ سب کے حالات کا علم ہونا ضروری ہے، ہاں صحابہ اس سے مستثنی ہیں کہ انکی عدالت وطہارت خود اللہ رب العزت نے بیان فرمائی ہے تو انکے حالات سے بحث کی ضرورت ہی نہ رہی۔

جب انکی عدالت ونزاہت اجماعی طور پر مسلم تو انہوں نے جو کچھ رسول کی طرف

منسوب کر کے فرمایا وہ بلاشبہ حق وصحیح ہے۔اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ مرسل صحابی سب کے نزدیک حجت ہے کہ اگر صحابی صغیر یا مؤخر الاسلام جو کچھ بیان کرتا ہے وہ کسی صحابی سے سنکر ہی بیان کرتا ہے اوراس امر میں سب برابر کہ حضور کی جانب غلط بات منسوب کرنا ان حضرات قدسی صفات سے متصور ہی نہیں۔

انکے اقوال وافعال کلی طور پر سنت رسول کا آئینہ تھے،لہذا جو کچھ انہوں کہا یا کیا ان کے پاس ان تمام چیزوں کی سند قرآن وسنت ہی تھے،انکے اقوال غیر اجتہادی کے بارے میں تو فیصلہ ہو چکا کہ وہ حکما حدیث مرفوع ہیں۔رہے اجتہادی مسائل تو انکی بابت بھی یہ ہی کہا جاتا ہے کہ وہ بھی سرچشمۂ رشد وہدایت ہیں۔خوداللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔(۴۲)

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں،ان میں سے جسکی اقتداءکروگے ہدایت پاؤگے،

صحابہ کرام نے حصول حدیث کے لئے مصائب برداشت کئے

اس معیار پر جب انکی زندگیاں دیکھی جاتی ہیں تو ہر مسلمان بیساختہ یہ کہنے پر مجبور نظر آتا ہے کہ انکی تبلیغ وہدایت محض اللہ ورسول کی رضا کیلئے تھی اپنے نفس کو دخل دینے کے وہ ہرگز روادار نہ تھے،سنت رسول کی اشاعت اوراسکی تعلیم وتعلم میں انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا،کسی کو حکم رسول سنانے میں نہ انہیں کوئی خوف محسوس ہوتا اور نہ کسی سے حدیث رسول سیکھنے میں کوئی عار محسوس ہوتی تھی،انکے یہاں شرافت نسبی اور رفعت علمی بھی اس چیز سے مانع نہیں تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خاندان رسول کے ایک اہم فرد تھے، کاشانۂ نبوت میں انکی حقیقی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا رہتی تھیں۔یہاں شب وروز گذارنے کا بھی موقع ملتا تھا،انہوں نے کیا کچھ حضور سے نہیں سیکھا ہوگا۔حضور نے

انکے لئے تفقہ فی الدین کی دعا بھی کی تھی، لیکن ان تمام چیزوں پر تکیہ کر کے انہوں نے حضور کے وصال اقدس کے بعد اپنے آپ کو معطل نہیں سمجھ لیا تھا، خود فرماتے ہیں۔

میں نے ایک انصاری صحابی سے کہا: ہم حضور کی صحبت سے تو اب محروم ہو گئے ہیں لیکن اکابر صحابہ موجود ہیں چلو ان سے ہی حضور کی احادیث سنیں اور اکتساب علم کریں، وہ بولے:

یاابن عباس اتری الناس یحتاجون الیك وفی الناس من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

جناب رہنے دو، اتنے جلیل القدر اکابر صحابہ کی موجودگی میں کسی کو کیا پڑی ہے کہ ہم سے آکر مسائل پوچھے۔

لیکن ان صاحب کو کیا معلوم تھا کہ آگے چلکر چھوٹے ہی بڑے بن جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں: میں نے انکی نصیحت پر کان نہ دھرا اور مسلسل کوشش جاری رکھی، جس کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ انکے پاس حضور کی کوئی حدیث ہے تو میں انکے در دولت پر پہونچتا اور حدیث سنکر یاد کر لیتا۔ بعض حضرات کے پاس پہونچتا اور معلوم ہوتا کہ وہ آرام میں ہیں تو انکی چوکھٹ پر سر رکھکر لیٹ جاتا، ہواؤں کے تھپیڑے چلتے، گرد وغبار اڑ کر میرے چہرے اور کپڑوں پر اٹ جاتا، لیکن میں اسی حال میں منتظر رہتا، وہ خود باہر تشریف لاتے تو اس وقت میں اپنا مدعا بیان کرتا، وہ حضرات مجھ سے فرماتے: آپ تو خاندان نبوت کے فرد ہیں، آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی، ہمیں یاد کیا ہوتا ہم خود آپکے پاس پہونچتے، میں عرض کرتا: میں طالب علم ہوں، لہذا میں ہی اس بات کا مستحق ہوں کہ آپکی خدمت میں حاضری دوں۔ بعض حضرات پوچھتے، آپ یہاں کب سے ہیں تو میں وقت بتاتا جس پر وہ برہم ہو کر فرماتے، آپ نے اپنی آمد کی اطلاع ہمیں کیوں نہ کرادی کہ ہم فوراً آتے، میں عرض کرتا: میرے دل نے نہ چاہا کہ میں از خود آپ کو بلاؤں اور آپ اپنی ضرورت میں ہوں۔

انکی اس جانفشانی اور عرق ریزی کا ثمرہ تھا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غرضی کے باوجود ممتاز علمائے صحابہ میں جگہ دیتے۔

جب آپ مرجع انام بن گئے تو وہ انصاری صحابی بہت پچھتا۔تے اور کہتے تھے۔

کان ھذاالفتیٰ اعقل منی۔ (۴۳)

یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند نکلا۔

حفاظت حدیث کے لئے صحابہ نے دور دراز کے سفر کئے

حصول علم حدیث کیلئے صحابہ کرام کا طرز عمل اور جدوجہد کچھ انہیں پر منحصر نہیں، ایک ایک حدیث کی حفاظت وروایت کیلئے انہوں نے محنت شاقہ کی اور اس دولت کو حاصل کیا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں جنکو مدینہ ہجرت کرکے حضور کے تشریف لانے پر میزبانی کا شرف حاصل ہوا اور حضور کے شب وروز دیکھنے کا نہایت قریب سے موقع ملا۔

اس شرف کے حصول کے باوجود علم حدیث کیلئے انکی مساعی کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے۔

ایک حدیث آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی لیکن اس میں کچھ شبہ محسوس ہوتا تھا، جس مجلس میں وہ حدیث سماعت کی تھی آپکے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دربار رسالت میں حاضر تھے لیکن ان کا قیام ان دنوں مصر میں تھا، باقی دوسرے سامعین کا حال کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔لہذا اس شبہ کو دور کرنے کیلئے آپ نے مصر کیلئے رخت سفر باندھ لیا اور چل پڑے، جذبہ شوق میں یہ والہانہ سفر طے ہوا اگرچہ اس وقت بڑھاپے کا عالم تھا، راستہ بھی نہایت دشوار گذار اور وہ بھی یک وتنہا، ان کلفتوں کو برداشت کرتے ہوئے طول طویل راستہ طے کیا اور مہینوں کی مسافت طے کرکے مصر پہونچے۔

اس وقت مصر کے گورنر حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ سیدھے پہلے انہیں کے یہاں پہونچے، امیر مصر نے بعد ملاقات دریافت کیا:۔

ماجاء بك ياابااايوب

اے ابوایوب کیسے لئے آنا ہوا

فرمایا: میرے ساتھ ایک آدمی بھیجو جو مجھے عقبہ بن عامر کے مکان تک پہونچادے، چنانچہ ایک صاحب کو لے کر وہاں پہونچے، جب حضرت عقبہ کو معلوم ہوا تو دوڑ کر باہر آئے اور فرط شوق میں گلے سے لگالیا اور تشریف آوری کی وجہ پوچھی، فرمایا:

حدیث سمعته رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم یبق احد سمعه من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم غیری وغیرك فی سترالمومن ،قال عقبة : نعم ،سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول : من ستر مومنا فی الدنیا علی عورة ستره الله یوم القیامة ،فقال ابو ایوب : صدقت ، (٤٤)

ایک حدیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے اور اسکا سننے والا اب میرے اور آپکے سوا کوئی دوسرا دنیا میں نہیں ہے اور اس حدیث میں مسلمان کی پردہ پوشی کا بیان ہے، حضرت عقبہ نے کہا: ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے دنیا میں کسی مومن کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکے عیب نہیں کھولے گا۔ حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا۔

اسکے بعد کہتے ہیں: مجھے اس حدیث کا پہلے سے علم تھا لیکن کچھ شبہ ہو گیا تھا جسکی تحقیق کیلئے [illegible] آپکے پاس [illegible] کیا۔

سبحان اللہ یہ بھی ان کی کمال احتیاط، اسکے بعد کیا ہوا سنئے۔

فاتی ابو ایوب راحلته فرکبها وانصرف الی المدینة وماحل رحله ۔(٤٥)

حضرت ابوایوب نے اس حدیث کو سنتے ہی مدینہ شریف کی طرف مراجعت فرمائی اور مصر میں اپنی سواری کا کجاوہ بھی نہ کھولا۔

یعنی مصر آنے کا مقصد حدیث کے الفاظ کی تصدیق کے سوا کچھ نہ تھا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جلیل القدر صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں جنکو مکثرین کہا جاتا ہے، آپ کے سلسلہ میں بھی اسی طرح کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

سے سنی، شوق، دامنگیر ہوا کہ خود ان سے یہ حدیث سنی جائے، آگے کا واقعہ خود انہیں کی زبان سے سنئے اور طلب حدیث میں انکی جانفشانی کی داد دیجئے۔ فرماتے ہیں۔

بلغني حديث عن رجل من اصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فابتعت بعيرا فشددت عليه رحلي ثم سرت اليه شهرا حتى قدمت الشام، فاذا عبدالله بن انيس الانصاري فاتيت منزله وارسلت اليه ان جابرا على الباب فرجع الى الرسول فقال : جابر بن عبدالله، فقلت : نعم، فخرج الى فاعتنقته واعتنقني، قال : قلت ؛ حديث بلغني عنك انك سمعته من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول : يحشر الناس يوم القيامة فيناديهم بصوت يسمعه من بعد كما يسمعه من قرب، انا الملك الديان لا ينبغي لاهل الجنة ان يدخل الجنة وواحد من اهل النار يطلبه بمظلمة حتى يقتصه منه حتى اللطمة ۔(٤٦)

مجھے ایک حدیث کے بارے میں پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن انیس انصاری اس حدیث کو بیان کرتے تھے، میں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوہ کسا اور ایک ماہ کا سفر طے کر کے ملک شام پہونچا، حضرت عبداللہ کے گھر پہونچ کر اطلاع کرائی کہ دروازہ پر جابر کھڑا ہے، قاصد نے باہر آکر کہا کیا آپ جابر بن عبداللہ ہیں، میں نے کہا: ہاں، یہ سنتے ہی آپ فوراً دولت خانہ سے باہر آئے اور فرط شوق میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے، پھر میں نے اپنا مدعا بیان کیا، کہ مظالم کے سلسلہ میں ایک حدیث کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں ، میں اس حدیث کو براہ راست نہیں سن سکا ہوں لہذا مجھے وہ حدیث سنائیں میرے آنے کا واحد مقصد یہی ہے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: قیامت کے دن لوگ جمع ہونگے ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی اور اسکو دور ونزدیک کے سب لوگ سنیگے ، اللہ تعالیٰ فرمائیگا، میں ذرہ ذرہ کا حساب کرنے والا بادشاہ ہوں، کوئی جنتی اس وقت تک جنت میں نہیں جائیگا جب تک کسی دوزخی کا حساب اسکے ذمہ باقی ہے پہلے اسکا قصاص دے خواہ ایک تھپڑ ہی ہو۔

ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے اتنے طویل سفر اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے حفاظت حدیث کا جو بیڑا اٹھایا تھا اسکو اپنے عمل و کردار سے سچ کر کے دکھایا، تاریخ عالم اس غایت احتیاط اور کمال تفحص کی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امام دارمی نے ایک واقعہ یوں بیان فرمایا۔

ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحل الی فضالة بن عبدالله وهو بمصر فقدم عليه وهو يمد لناقة له ،فقال : مرحبا ،قال : اماانی لم آتك زائراً ولكن سمعت انا وانت حديثا من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رجوت ان يكون عندك منه علم۔ (٤٧)

ایک صحابی سفر کر کے حضرت فضالہ بن عبداللہ کے پاس مصر پہونچے، اس وقت حضرت فضالہ اپنی اونٹنی کیلئے چارہ تیار کر رہے تھے، کہتے ہیں: مجھے دیکھ کر بیساختہ انہوں نے خوش آمدید کہا، میں نے کہا: میں آپ سے محض ملاقات کیلئے نہیں آیا بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے اور آپ نے حضور سے ایک حدیث سنی تھی، امید ہے کہ آپکو یاد ہوگی وہ مجھے سناؤ۔

اور حضرت ابو سعید خدری مشہور صحابی کے بارے میں تو کہا جاتا ہے:

ان ابا سعيد رجل فی حرف ۔

حضرت ابو سعید خدری نے تو محض ایک حرف حدیث کی تحقیق کیلئے باقاعدہ سفر کیا۔

یہ تمام واقعات اور ان جیسے صدہا واقعات اس چیز کا بین ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان احادیث کریمہ کے حفظ و ضبط کا خصوصی اہتمام اور عام رواج تھا، ہر شخص ممکنہ حد تک اس بات کیلئے مستعد رہتا کہ سنت رسول کا علم جس طرح بھی ہو حاصل کیا جائے، اسکا آپس میں خوب ورد کیا جائے تا کہ سب لوگ اس سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

صحابہ کرام آپس میں دورۂ حدیث کرتے تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے احادیث سنکر آپس میں دور کرتے ، ایک شخص بیان کرتا اور سب سنتے ، پھر دوسرے کی باری آتی اور پھر تیسرا شخص سناتا ، بعض اوقات ساٹھ ساٹھ صحابہ کرام ایک مجلس میں اسی طرح آپس میں دور کیا کرتے تھے ، اسکے بعد جب مجلس سے اٹھتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حدیثیں ہمارے قلوب واذہان میں بودی گئی ہیں ۔ (۴۸)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : صحابہ کرام کہیں بیٹھے ہوتے تو انکی گفتگو کا موضوع فقہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں ہوتی تھیں ، یا پھر یہ کہ کوئی آدمی قرآن پاک کی کوئی سورۃ پڑھے یا کسی سے پڑھنے کو کہے ۔

فاروق اعظم نے اشاعت حدیث کیلئے صحابہ کرام کو مامور فرمایا

دورۂ حدیث کے علاوہ انفرادی طور پر بھی حدیثیں یاد کرنے کا بڑا اہتمام تھا ۔ حفاظت حدیث کا یہ شغل صرف عہد نبوی تک محدود نہیں رہا بلکہ عہد صحابہ میں حصول حدیث ، حفظ حدیث اور اشاعت حدیث کا شوق اپنے جوبن پر تھا ۔

مستشرقین اور پھر انکے بعد منکرین حدیث نے اس بات پر خوب واویلا کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے احادیث کی اشاعت پر سخت پابندی لگادی تھی اور کوئی انکے دور میں اس کام کو نہیں کرسکتا تھا ، لیکن اس بے بنیاد الزام کی حقیقت قارئین ملاحظہ فرماچکے ہیں یہاں قدرے تفصیل سے اس مفروضہ کا رد وابطال مقصود ہے ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت اسلامی کے گوشے گوشے میں حدیث پاک کی تعلیم کیلئے ایسے صحابہ کرام کو روانہ فرمایا جنکی پختگی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ کرام میں مسلم تھی ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں ۔

چنانکہ فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود را با جمعے بکوفہ فرستاد ، ومغفل بن یسار وعبداللہ بن مغفل وعمران بن حصین را بہ بصرہ ، وعبادہ بن صامت وابودرداء را بشام ، وبہ معاویہ بن سفیان کہ

امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث ایشاں تجاوز نہ کند۔

قرآن وسنت کی تعلیم کیلئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ مغفل بن یسار، عبداللہ بن مغفل اورعمران بن حصین کو بصرہ۔ عبادہ بن صامت اور ابو درداء کو شام بھیجا۔ اور حضرت امیر معاویہ کو جو اس وقت شام کے گورنر تھے سخت تاکیدی حکم لکھا کہ یہ حضرات جو احادیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کو بھی ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر فرمایا۔

انی بعثت الیکم عماربن یاسر امیرا ،وعبداللہ بن مسعود معلما ووزیرا ، وھما من النجباء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن اھل بدر فاقتدوا بھما واسمعوا،وقداثرتکم بعبد اللہ بن مسعود علی نفسی ۔

میں تمہاری طرف عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم بنا کر بھیج رہا ہوں، اور یہ دونوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں اور بدری ہیں، انکی پیروی کرو اور انکا حکم مانو، خاص طور پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنے نفس پر بھی ترجیح دی ہے۔

علامہ خضری نے تاریخ التشریع الاسلامی میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

وقدقام فی الکوفة یأخذ منه اھلھا حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو معلمھم وقاضیھم ۔

یعنی اسکے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدت تک کوفہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں کے باشندے ان سے احادیث نبوی سیکھتے رہے، وہ اہل کوفہ کے استاد بھی تھے اور قاضی بھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بصرہ کی امارت پر حضرت ابوموسی

اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا اور وہ وہاں پہونچے تو انہوں نے اپنے آنے کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

بعثنی عمر الیکم لاعلمکم کتاب ربکم و سنة نبیکم ۔

مجھے حضرت عمر نے تمہاری طرف بھیجا ہے تا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حضور نبی کریم کی سنت کی تعلیم دوں۔(جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اسکے علاوہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی صوبوں کے حکام وقضاۃ اور عساکر اسلامیہ کے قائدین کو خط لکھتے تو انہیں کتاب اللہ اور سنت نبوی پر کار بند رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔آپ کا ایک تاریخی خط ہے جو آپ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال کیا تھا اس میں قاضی کے فرائض اور مجلس قضا کے آداب کو اس حسن وخوبی اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر اسے اسلام کا بدترین دشمن بھی پڑھے تو جھوم جائے۔ دیگر امور کے علاوہ آپ نے انہیں یہ بھی تحریر فرمایا۔

ثم الفهم الفهم فیما ادلی الیك مما ورد علیك مما لیس فی قرآن ولا سنة ثم قایس الامور عندذلك ۔

ان واقعات کا جن کے لئے تمہیں کوئی حکم قرآن وسنت میں نہ ملے فیصلہ کرنے کیلئے عقل اور سمجھ سے کام لو اور ایک چیز کو دوسری پر قیاس کیا کرو۔

آپ کا ایک مکتوب جو قاضی شریح کو روانہ کیا گیا اس میں آپ ان کیلئے ایک منہاج مقرر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اذا اتاك امر فاقض بما فی کتاب الله ، فان اتاك بما لیس فی کتاب الله فاقض بما سن فیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق کرو اور اگر کوئی ایسا واقعہ پیش ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ہو تو پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں جب حج کرنے کیلئے گئے تو مملکت اسلامیہ کے تمام والیوں کو حکم بھیجا کہ وہ بھی حج کے موقع پر حاضر ہوں، جب وہ سب جمع ہو گئے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تقریر فرمائی۔

قال ایھا الناس ! انی ما ارسل الیکم عما لالیضربو ابشارکم ولا لیأخذ وا اموالکم وانما ارسلھم الیکم یعلموکم دینکم وسنۃ نبیکم ، فمن فعل بہ شئ سوی ذلک فلیرفعہ الی ،فوالذی نفس عمر بیدہ لاقصنہ منہ ۔

آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہاری طرف جو حکام بھیجے ہیں وہ اس لئے نہیں بھیجے تا کہ وہ تمہیں زدوکوب کریں اور تمہارے اموال تم سے چھینیں ، میں نے انہیں صرف اس لئے تمہاری طرف بھیجا ہے تا کہ وہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے نبی کی سنت سکھائیں، حکام میں سے اگر تمہارے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہو تو پیش کرو۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں عمر کی جان ہے میں اس حاکم سے قصاص لئے بغیر نہیں رہوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے محبوب وکریم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی نشر واشاعت اور تمام قلمرو اسلامی میں اس پر سختی سے عمل کرانے کی جو مساعی کیں یہ اس کا نہایت ہی مختصر خاکہ ہے لیکن اس سے کم ازکم یہ حقیقت تو ہویدا ہو جاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت امت پر قیامت تک فرض ہے اور اسی میں ان کی ترقی عزت اور ہیبت کا راز پنہاں ہے، اسی لئے تو آپ نے ملک کے گوشے گوشے میں جلیل القدر صحابہ کرام کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو ان کے رسول کی سنت کی تعلیم دیں اور حکام کو بار بار اتباع سنت کیلئے مکتوب روانہ فرمائے۔(۴۹)

صحابہ کرام نے اپنے عمل وکردار سے سنت رسول کی حفاظت فرمائی

حفاظت حدیث کی ذمہ داری سے صحابہ کرام اس منزل پر آکر خاموش نہیں ہو گئے کے انکو محفوظ کر کے آرام کی نیند سو جاتے ، ان کیلئے حدیث کے جملوں کی حفاظت محض تبرک کیلئے

نہیں تھی جن کو یاد کر کے بطور تبرک قلوب واذہان میں محفوظ کرلیا جاتا، بلکہ قرآنی تعلیمات کی طرح ان کو بھی وہ وحی الٰہی سمجھتے تھے جن پر عمل ان کا شعار دائم تھا۔

ہر شخص ان فرامین کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتا، ان کے لطیف احساسات سے لیکر طبعی خواہشات تک سب کے سب سنت مصطفوی کے پابند تھے، ان کی خلوتوں کا سوز وگداز، انکی جلوتوں کا خروش عمل، انکے شب وروز کے مشاغل اور انکے نالہائے شب دیجور سب میں سنت رسول کا عکس صاف طور پر دکھائی دیتا تھا۔

میں کسی ایک فرد کی بات نہیں کررہا ہوں بلکہ شمع نبوت کے پروانوں کا عموما یہ ہی حال تھا، آج کی طرح دنیا ان پر غالب اور مسلط نہیں تھی بلکہ وہ ان تمام عوائق وموانع سے بالاتر ہوکر صرف اور صرف اپنے محبوب کی یاد کو دل میں بسائے سفر وحضر میں اپنی دنیا کو انہیں کے ذکر سے آباد رکھتے تھے، ان کا عشق رسول ہر ارشاد کی تعمیل سے عبارت تھا۔

عبادات میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر ان کیلئے کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا، لیکن انکی اتباع ہر اس کام میں مضمر ہوتی جو انکے رسول کی طرف کسی نہ کسی طرح منسوب ہوتا۔

کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پاک بیان کرتے وقت جس خاص ہیئت ووضع کو اختیار فرمایا ہوتا تھا تو راوی بھی اسی ادا سے حدیث روایت کرتا۔ مثلا احادیث مسلسلہ میں وہ احادیث جن کے راوی بوقت روایت مصافحہ کرتے، تبسم فرماتے یا کسی دوسری ہیئت کا اظہار کرتے جو حضور سے ثابت ہوتی۔

مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں کو اپنانا اور ان پر کاربند رہنا انکی زندگی کا جزو لاینفک بن چکا تھا، صحابہ کرام میں سنت رسول کی پیروی کا جذبہ اس حد تک موجود تھا کہ جس مقام پر جو کام حضور نے کیا تھا صحابہ کرام بھی اس مقام پر وہی کام کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مشہور ہے کہ:

كان يتتبع آثاره في كل مسجد صلى فيه ،و كان يعترض براحلته في طريق

رأى رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم عرض ناقة (۵۰)

جن جن مقامات پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت سفر وحضر میں نمازیں پڑھیں تھیں حضرت عبداللہ بن عمران مقامات کوتلاش کر کے نمازیں پڑھتے ،اور جہاں حضور نے اپنی سواری کارخ پھیرا ہوتا وہاں قصدا آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ سفر کے موقع پر اگر حضور نے کسی جگہ استنجاء فرمایا ہوتا تو آپ بغیر ضرورت اس جگہ اسی حالت میں بیٹھتے۔

اگر کسی وقت یہ حضور کی خدمت میں حاضر نہ رہتے تو ان اقوال وافعال کے بارے میں دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھتے اوراس پر عمل پیرا رہتے۔

امام مالک سے ایک دن انکے شاگرد یحیی بن یحیی نے پوچھا۔

اسمعت المشائخ يقولون : من اخذ بقول ابن عمر لم يدع من الاستقصاء شيئاً ؟ قال : نعم ۔(۵۱)

کیا آپ نے مشائخ کرام کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کی اس نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں کوئی کوتاہی نہیں کی؟ بولے: ہاں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے نمونے چلتے پھرتے صحابہ کرام میں دیکھے جاتے اوران کو دیکھکر صحابہ کرام حضور کی یاد تازہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں عبدالرحمٰن بن زید نخعی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا:

حدثنا باقرب الناس من رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم هدياً ودلاً تلقاه فنأخذ عنه ونسمع منه (۵۲)

مجھے ایسے شخص کی نشاندھی کیجئے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طور طریقوں میں زیادہ قریب ہو، تاکہ میں ان سے ملاقات کر کے علم حاصل کروں اوراحادیث کی

سماعت کروں۔

قال: کان اقرب الناس ھدیاً و دلاً و سمتابرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن مسعود ۔(۵۳)

فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چال ڈھال میں اور وضع قطع میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ قریب تھے۔

بہر حال صحابہ کرام میں ذوق اتباع عام تھا اور ان کا دستور عام یہ ہی تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں حضور کی سنت سے رہنمائی حاصل کرتے ۔انہوں نے اپنی عادات، اپنے اخلاق اور اپنے طرز حیات کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی، وہ صرف خود ہی اپنی زندگیوں کو حضور کے اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے کے مشتاق نہ تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نمونۂ عمل کو اپنانے کی تلقین بھی کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب زخمی ہوئے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ نامزد فرما دیں، تو آپ نے فرمایا:

ان اترك فقد ترك من ھو خیرمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

وان استخلف فقد استخلف من ھو خیرمنی ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر میں اس معاملہ کو ویسے ہی چھوڑ دوں تو ایسا انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔اور اگر خلیفہ مقرر کر دوں تو یہ بھی اس کی پیروی ہوگی جو مجھ سے بہتر ہے یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(۵۴)

فتح مکہ کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ پر مسلمانوں کی قوت وشوکت ظاہر کرنے کیلئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے کاندھوں کو کھلا رکھیں اور طواف میں رمل کریں ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت وشوکت عطا فرمائی تو کندھے کھولنے اور رمل کرنے کا سبب تو ختم ہوگیا لیکن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فیم الرملان الآن والکشف عن المناکب وقدأطأ الله الاسلام و نفی الکفر واھلہ ،ومع ذلك لاندع شیئا کنا نفعله علی عھد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

اب رمل اور کندھے کھولنے کی ضرورت کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے اور کفر اور اہل کفر کو ختم کردیا ہے۔لیکن اسکے باوجود ہم اس کام کو ترک نہیں کرینگے جو ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں کیا کرتے تھے۔(۵۵)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مجلس میں تشریف فرما دیکھا۔آپ نے آگ پر پکا ہوا کھانا منگایا اور اسے تناول فرمایا، پھر نماز کیلئے کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور فرمایا: میں اس انداز میں بیٹھا جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کا انداز تھا، میں نے اس طرح کھایا جس طرح حضور تناول فرماتے تھے اور میں نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح حضور نماز پڑھتے تھے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے تھے۔

کنت اری ان باطن القدمین احق بالمسح من ظاھر ھما حتی رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یمسح ظاھرھما ۔

میری رائے یہ تھی کہ پاؤں کے نیچے والے حصہ پر مسح کرنا اوپر والے حصہ پر مسح کرنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے حتی کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پاؤں کے اوپر والے حصہ پر مسح کرتے دیکھا۔

گویا باب مدینۃ العلم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر اپنی رائے کو قربان کردیا۔مومن کا کام ہی یہ ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ(۵۶)

حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی سواری کیلئے ایک جانور حاضر کیا گیا، جب آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو پڑھا۔

بسم اللہ۔

جب آپ چوپائے پر سیدھے بیٹھ گئے تو پڑھا۔

الحمد للہ سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے، پاک ہے وہ ذات جس نے فرمانبردار بنادیا اسے ہمارے لئے ،اور ہم اس پر قابو پانے کی قدرت نہیں رکھتے۔اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

پھر آپ نے تین مرتبہ الحمدللہ پڑھا اور تین مرتبہ تکبیر کہی اور پھر یہ کلمات پڑھے۔

سبحانك لاالہ الا انت قد ظلمت نفسی فاغفرلی۔

تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھے معاف فرما۔
اسکے بعد آپ مسکرائے ،میں نے عرض کیا: امیر المومنین! آپکے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ کام کرتے دیکھا ہے جو میں نے اب کیا ،حضور اس کام کے بعد مسکرائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

بندہ جب رب اغفرلی کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندہ کو یقین ہے کہ میرے بغیر کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔(۵۷)

اس طرح کی مثالیں بے شمار منقول ہیں جنکی جمع وتالیف کیلئے دفتر درکار،منصف مزاج اور حق تلاش کرنے والا ان چند واقعات سے یہ فیصلہ کرسکتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین احادیث طیبہ اور سنت رسول پر کس طرح سختی سے کاربند تھے اور دیکھنے والوں کو سیرت

رسول کا عکس جمیل انکی زندگیوں میں صاف نظر آتا تھا ۔نہ جانے وہ کونسے اسباب تھے جنکی بنا پر منکرین حدیث نے ان واضح بیانات کو بھی لائق اعتنا نہ سمجھا اور آج تک وہی ایک وظیفہ وردزبان ہے کہ تدوین حدیث دوسوسال بعد عمل میں آئی ۔لہذا قابل عمل نہیں۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری نے اس سلسلہ میں کیا خوب لکھا ہے۔فرماتے ہیں۔

مستشرقین (اور منکرین حدیث) تدوین کو ہی حفاظت کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔لیکن ہم ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ذراوہ اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ کیا وہ چیز زیادہ محفوظ رہی ہے جسکو خوب صورتی کے ساتھ مدون کر کے کتب خانوں کی الماریوں کی زینت بنادیا جائے یا وہ چیز زیادہ محفوظ رہی ہے جسے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کی زندگیوں میں نافذ کردیا جائے؟

اقوام متحدہ کا حقوق انسانی کا چارٹر بلاشبہ عمدہ ترین شکلوں میں مدون ہے،لیکن اس عمدہ تدوین کے باوجود وہ انہیں ممالک میں زندہ ہے جہاں یہ حقوق انسانی عملاً بھی نافذ ہیں ۔جن ممالک میں جنگل کا قانون رائج ہے، جہاں طاقتور جو کچھ کرنا چاہے اسے عملاً اس کا حق حاصل ہے اور کمزور کو جینے کا حق بھی نہیں دیا جاتا، وہاں اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے چارٹر کو کوئی نہیں جانتا۔ان ممالک کے غریب انسانوں کیلئے اس چارٹر کی مردہ لاش کی کوئی حیثیت نہیں ۔جن ممالک میں یہ حقوق عملاً نافذ ہیں وہاں کوئی شخص ان میں تحریف یا تبدیلی کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا،لیکن جن ممالک میں یہ عملا نافذ نہیں اور صرف چند قانون داں انکو جانتے ہیں وہاں انکی حالت کو بگاڑ کر پیش کرنا کسی قسمت آزما کیلئے مشکل نہیں ۔یہ ہی وجہ ہے کہ اسلام میں احادیث طیبہ کی حفاظت کیلئے سب سے پہلے یہ طریقہ اختیار کیا کہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں انکو محفوظ کر کے کروڑوں انسانوں کی زندگیوں میں انہیں نافذ کردیا۔آندھیاں چلتی رہیں،طوفان اٹھتے رہے،ملت اسلامیہ سیاسی اور عسکری طور پر کمزور ہوتی رہی لیکن ہدایت انسانی کا وہ چارٹر جو احادیث طیبہ کی شکل میں مدتوں کروڑوں انسانوں کی زندگیوں میں نافذ رہا، نہ اسکی اہمیت کو ختم کیا جاسکا اور نہ ہی اسکو صفحہ ہستی سے مٹایا جاسکا۔حقیقت یہ ہے کہ احادیث طیبہ کی حفاظت کا یہ ایسا

بے نظیر طریقہ ہے جو صرف ملت اسلامیہ ؒ ا کا حصہ ہے۔(۵۸)

صحابہ حفاظت حدیث کی خاطر ایک سے زیادہ راویوں سے شہادت لیتے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان تمام چیزوں کے ساتھ اس بات پر بھی خاص زور دیا کہ حدیث رسول اور سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہر قسم کے جھوٹ کی ملاوٹ اور شائبہ تک سے پاک رہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جہاں حدیث لو یاد کرنے، دوسروں تک پہونچانے اور عمل کرنے کی ترغیب ملی تھی وہیں آپ کی جانب بے بنیاد اور غلط بات منسوب کرنے پر وعید شدید کا سزاوار بھی قرار دیا گیا تھا، لہذا وہ حضرات نہایت احتیاط کے ساتھ روایتیں بیان کرتے اور جب کسی چیز کا فیصلہ سنت سے کرنا مقصود ہوتا تو اس کی تائید وتوثیق میں چند صحابہ کی شہادت کو سامنے رکھا جاتا تھا۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے اپنے پوتے کی وراثت میں سے حصہ مانگا، وراثت میں دادی کے حصہ کے متعلق نہ قرآن حکیم میں ذکر تھا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث پاک حضرت صدیق اکبر نے سنی تھی، آپ نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اٹھے اور عرض کیا: مجھے معلوم ہے کہ حضور نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا، انہوں جب حدیث پیش کی تو آپ نے ان سے گواہ پیش کرنے کو کہا، حضرت محمد بن مسلمہ نے گواہی دی تو آپ نے فیصلہ فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر سے تین دفعہ سلام کیا لیکن جواب نہ ملا، آپ واپس لوٹ آئے، حضرت عمر نے ان کو بلوایا اور واپس جانے کی وجہ پوچھی، آپ نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو شخص تین دفعہ سلام کہے اور اسے صاحب خانہ اندر جانے کی اجازت نہ دے تو وہ خواہ مخواہ اندر جانے پر مصر نہ ہو بلکہ واپس لوٹ جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس حدیث کی صحت پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا۔ وہ صحابہ کے پاس گئے تو پریشان تھے، وجہ پوچھی تو آپ

نے سارا ماجرا کہہ سنایا، صحابہ کرام میں سے چند نے گواہی دی کہ ہم نے بھی یہ حدیث سنی ہے، چنانچہ ایک صاحب نے حضرت عمر کے پاس آکر شہادت دی اس پر حضرت فاروق اعظم نے فرمایا:

انی لم اتهمك ولكنی خشيت ان يتقول الناس على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔(۵۹)

اے ابوموسیٰ! میرا ارادہ تمہیں متہم کرنے کا نہیں تھا، لیکن میں نے اس خوف سے اتنی سختی کی کہ کہیں لوگ بے سروپا باتیں حضور کی طرف منسوب نہ کرنے لگیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مسجد نبوی کو وسیع کرنے کی ضرورت پیش آئی، مسجد کے قبلہ کی طرف حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکان تھا، حضرت عمر نے ان سے مسجد کیلئے مکان فروخت کرنے کی درخواست کی، حضرت عباس نے انکار کردیا، دونوں حضرات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے جب صورت حال کے متعلق سنا تو فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہیں ایک حدیث پاک سنا سکتا ہوں جو اس مسئلہ میں آپکی رہنمائی کریگی۔ آپ نے فرمایا: سناؤ۔

حضرت ابی کعب نے فرمایا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کریں جس میں اسکو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کیلئے جگہ کا تعین بھی فرمادیا، حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ اس شخص سے وہ جگہ زبردستی حاصل کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی، اے داؤد! میں نے تمہیں اپنا گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا جس میں میرا ذکر کیا جائے اور تم میرے گھر میں غصب کو داخل کرنا چاہتے ہو، غصب کرنا میری شان کے شایاں نہیں ہے، اب تمہاری اس لغزش کی سزا یہ ہے کہ تم میرے گھر کو تعمیر کرنے کے شرف سے محروم رہو گے۔

حضرت داؤد نے عرض کی! پروردگار! کیا میری اولاد اس گھر کو تعمیر کرسکے گی؟ فرمایا:

ہاں تمہاری اولاد کو یہ شرف حاصل ہوگا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی تو فرمایا: میں تمہارے پاس ایک مسئلہ لیکر آیا تھا اور تم نے ایک ایسا مسئلہ کھڑا کر دیا جو اس پہلے مسئلہ سے بھی شدید تر ہے، تمہیں اپنے قول کے گواہ پیش کرنا ہوں گے۔ وہ انہیں لے کر مسجد نبوی میں آئے اور انہیں صحابہ کرام کے ایک حلقہ کے پاس لا کھڑا کیا، ان صحابہ کرام میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر نے اس مجمع صحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہہ رہا ہوں کہ جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ حدیث سنی ہو جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ملنے کا ذکر ہے وہ اسے بیان کرے۔ حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا: میں نے یہ حدیث حضور سے سنی ہے، دوسرے اور پھر تیسرے صاحب نے بھی کھڑے ہوکر تصدیق کی۔ یہ سن کر حضرت عمر نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت ابی بن کعب نے کہا: اے عمر! کیا تم مجھ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے سلسلہ میں تہمت لگاتے ہو؟ حضرت عمر نے فرمایا: میں تمہیں متہم نہیں کرتا، میں نے تو حدیث کے سلسلہ میں احتیاط کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔(٦٠)

حضرت مالک بن او[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

سمعت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لعبد الرحمن بن عوف وطلحة والزبیر وسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم : نشدتکم باللہ الذی تقوم السماء والارض به ،اعلمتم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: انالانورث ماترکناہ صدقة قالوا : اللھم نعم۔ (٦١)

میں نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جسکی قدرت سے زمین وآسمان قائم ہیں، کیا تم

جانتے ہو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو مال چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔اس پر ان سب نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم ہمیں اس حدیث پاک کا علم ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو منہاج وطریقہ حدیث رسول کی حفاظت وصیانت کیلئے مقرر فرمایا تھا اس پر آپکے بعد امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سختی سے قائم رہے، آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

لایحل لاحد یروی حدیثا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم اسمع بہ فی عہد ابی بکر ولا عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

کسی شخص کو ایسی حدیث روایت کرنے کی اجازت نہیں جو میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانوں میں نہیں سنی۔(۶۲)

امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی احتیاط ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ اس حدیث سے جو چاہتا مجھے نفع عطا فرماتا۔ جب کوئی دوسرا میرے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا، جب وہ قسم کھاتا تو میں اسکی حدیث کو تسلیم کر لیتا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرادیا تھا۔

اتقوا الروایات عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ما کان یذکر منہا فی زمن عمر، فان عمر کان یخوف الناس فی اللہ تعالیٰ۔(۶۳)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صرف وہ احادیث بیان کرو جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد ہمایوں میں روایت ہوتی تھیں، کیونکہ حضرت عمر اس سلسلہ میں لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتے تھے۔

اس سختی سے صحابہ کرام کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ جن چیزوں کو حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے سنیں اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام جو اگرچہ سفر وحضر میں حضور کے ساتھ رہے لیکن ان سے احادیث بہت کم مروی ہیں۔ عشرہ مبشرہ اگرچہ علم وفضل اور زہد وتقوی میں غیر معمولی حیثیت کے حامل تھے لیکن ان سے احادیث کی اتنی تعداد منقول نہیں جتنا انکے فضل وکمال کا تقاضا تھا۔ کہ ان حضرات کے شرائط سخت تھے۔

بعض صحابہ کرام تو جب احادیث روایت کرنے کا ارادہ فرماتے ان پر رعشہ طاری ہو جاتا اور لرزہ براندام ہو جاتے تھے، حضرت عمر بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

میں ہر جمعرات کی شام بلا ناغہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن میں نے کبھی آپکی زبان سے یہ الفاظ نہیں سنے کہ حضور نے یہ فرمایا۔

ایک شام انکی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہتے ہیں: یہ الفاظ کہتے ہی وہ جھک گئے، میں نے انکی طرف دیکھا تو وہ کھڑے تھے، ان کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے، آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں: مجھے غلطی کا خوف نہ ہو تو میں تمہیں بہت سی ایسی باتیں سناؤں جو میں نے حضور سے سنی ہیں۔ (٦٤)

حیرت ہے کہ جس عہد کے لوگ روایت حدیث کے بارے میں اتنے محتاط ہوں وضع حدیث کو اس دور کا کارنامہ خیال کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے بھی حدیث رسول کے چشمۂ صافی کو غایت درجہ ستھرا رکھنے کی مساعی جاری رکھیں اور اپنے ادوار میں کامل احتیاط سے کام لیا، انہیں کے زمانہ خیر میں تدوین حدیث یعنی باقاعدہ حدیثوں کو کتابی شکل میں مدون کیا گیا جو اس زمانہ کی ضرورت کے بالکل عین مطابق تھا جیسا کہ تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

تدوین حدیث

حفاظت حدیث کی تفصیل آپ پڑھ چکے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جدوجہد اور کامل احتیاط کے نمونے ملاحظہ فرما چکے، اب بتانا یہ ہے کہ اس حفاظت کی کوئی اہمیت نہ سمجھنے والے مستشرقین اور منکرین حدیث نے ایک افسانہ گڑھا کہ چونکہ حدیث کا سارا ذخیرہ پہلی صدی بلکہ دوسری صدی تک زبانی ہے اور اس طویل مدت میں اسکی حفاظت لوح وقلم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی لہذا یہ سب نا قابل اعتبار ہیں، ہم اس باب میں اسی فریب کا پردہ چاک کر کے حقیقت کا آئینہ دکھائیں گے۔

اول تو یہ سمجھنا ہی غلط و باطل کہ دوسو سال تک احادیث محض زبانوں تک محدود تھیں، ہم نے واضح کر دیا کہ صحابہ کرام نے اس ذخیرہ کو اپنے لئے منارۂ نور سمجھا تھا اور اس مبارک جماعت نے اپنے سینوں میں محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ عمل و کردار سے بھی اسکی ترویج واشاعت شروع کر دی تھی، تابعین نے انکی زندگیوں کو بچشم خود ملاحظہ کیا تھا لہذا ببانگ دہل اعلان کرتے کہ ہم نے فلاں صحابی کو دیکھا تو انکی حیات طیبہ سنت نبوی کا آئینہ تھی، فلاں کا دیدار کیا تو وہ اسوۂ رسول کا مجموعہ تھے۔ اور فلاں کے دیدار سے جب شادکام ہوئے تو ہم نے انکے شب وروز اور شام وسحر میں اتباع رسول کی جلوہ سامانیاں ہی ملاحظہ کیں، گویا صحابہ کرام اپنے تابعین کو زبانی تعلیمات کے ساتھ عمل و کردار کا خوگر بھی بنانا چاہتے تھے جسکی تعلیم انہوں نے خاموش عمل سے دی، ان حضرات کا مطمع نظر خاص طور پر یہ بھی تھا کہ دینی تعلیمات کو منتقل کرنا وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ خیر الامم کا لقب پانے والے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اپنا شعار نہ بناتے تو پھر آئندہ اور کون اس پر عمل کرتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آئندہ پیدا ہونے والے

مستشرقین اور منکرین حدیث کے منہ توڑ جواب کیلئے بھی ہمیں بہت کچھ مواد فراہم کر دیا۔

چونکہ ان معترضین کے نزدیک حفاظت کا طریقہ محض کتابت اور قلم و قرطاس کا میدان عمل ہی ہے لہذا اہم وہ حقائق پیش کر رہے ہیں جن سے یہ واضح ہو جائیگا کہ کسی علم و فن کی حفاظت لوح و قلم کے ذریعہ کہاں تک ہوتی ہے اور علم حدیث پر اسکے کیسے اثرات مرتب ہوئے اور کتابت کی منزل میں آجانے اور اسی پر تکیہ کر لینے کے سلسلہ میں علمائے حق کا کیا تاثر رہا ہے، ساتھ ہی دور صحابہ سے لیکر چوتھی پانچویں صدی تک باقاعدہ تدوین و کتابت کے منازل بھی آپ ملاحظہ کریں گے۔

کتابت، ضبط صدر، یا عمل کسی ذریعہ سے علم کی حفاظت ہو سکتی ہے

یہ بات مسلمات سے ہے کہ رب کریم جل وعلا نے انسانی فطرت میں اس چیز کو ودیعت فرمادیا ہے کہ کسی واقعی چیز کی حفاظت انسان کبھی حفظ و ضبط اور اپنی قوت یادداشت کے ذریعہ کرتا ہے اور کبھی تحریر و کتابت سے اور کبھی عمل و کردار سے، تینوں صورتوں کے مراتب حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں، محض کسی ایک کو حفاظت کا ذریعہ سمجھ لینا ہرگز دانشمندی نہیں۔

اب اگر کوئی حفاظت و صیانت کی بنا لکھنے ہی کو قرار دینے لگے تو اس میں جیسی کچھ لغزشیں پیش آتی ہیں انکے چند نمونے ملاحظہ کرتے چلئے۔

علماء و محدثین نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور ان لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی کوشش کی ہے جو علوم و فنون کے سرمایہ کو کتابت ہی کی صورت میں دیکھنے کے روادار ہیں۔

کتابت پر بھروسہ کر کے پڑھنے کی چند مثالیں

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے ایک حدیث ''الادب المفرد'' میں نقل فرمائی جسکی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صغیر سن بھائی تھے۔

ایک چڑیا ہاتھ میں لئے کھیلتے پھرتے تھے، کسی دن وہ چڑیا مرگئی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور ہمارے یہاں تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ میرے بھائی رنجیدہ ہیں، وجہ دریافت کی، ہم نے قصہ بیان کیا، چونکہ بچوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیار اور شفقت عام تھی، مزاح اور خوش طبعی کیلئے کبھی نادر المثال جملوں سے نوازتے، اسی انداز میں حضور نے پہلے انکی کنیت ابوعمیر قرار دی اور فرمایا۔

یااباعمیر مافعل النغیر۔(۱)

ابوعمیر نغیر نے کیا کیا۔

امام حاکم اسی ارشاد رسول کے متعلق فرماتے ہیں، کہ ایک صاحب جنہوں نے احادیث کی سماعت مشائخ سے نہ کی تھی یونہی کتابت پر بھروسہ کر کے کتاب کھول کر حدیث پڑھنا شروع کردی، جب یہ حدیث آئی چونکہ علم حدیث سے تہی دامن تھے اور نغیر کا لفظ بھی کچھ غیر مشہور سا ہے لہذا فرمادیا یہ لفظ بعیر ہے اور تلامذہ کو بے دھڑک بتادیا کہ حضور ابوعمیر سے پوچھ رہے ہیں۔

اے ابوعمیر اونٹ کیا ہوا۔

صحیح بخاری کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ ایسے بچے تھے کہ ابھی دودھ چھوٹا تھا، پھر قارئین اس بات کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں کہ ابوعمیر کا واسطہ کس سے رہا ہوگا اونٹ سے یا چڑیا سے، نیز حضور کا مزاح یہاں کلام مسجع کی شکل میں ہے تو پھر مقصد ہی فوت ہوگیا۔

امام حاکم نے ایک اور واقعہ انہیں سے متعلق لکھا ہے۔ کہ اہل عرب عموماً قافلوں میں نکلتے تھے لہذا اونٹوں کے گلے میں گھنٹیاں باندھتے، انکی غرض جو بھی رہی ہو لیکن اس سے منع کیا گیا، غالباً ساز و مزامیر کی شکل سے مشابہت کی وجہ سے، الفاظ حدیث یوں منقول ہیں۔

لاتصحب الملائکۃ رفقۃ فیہا جرس۔

فرشتے اس قافلہ کو دوست نہیں رکھتے جس کے جانوروں کے گلے میں گھنٹیاں ہوں، ان صاحب نے 'جرس' کو 'خرس' پڑھ دیا اور مطلب بیان فرمایا کہ جو لوگ ریچھ کو قافلہ میں رکھتے

ہیں وہ ملائکہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

اسی طرح مشہور حدیث ہے:۔

البزاق فی المسجد خطیئة و کفارتها دفنها ۔(۲)

مسجد میں تھوک گناہ اور اسکا کفارہ دفن کر دینا ہے۔

اسکے متعلق ایک محدث صاحب کا واقعہ منقول ہے کہ انہوں نے اسکو 'البراق' پڑھا اور معنی بتائے کہ براق مسجد میں دیکھے تو دفن کر ڈالے۔

امام حاکم اس سے بھی عجیب تر بیان کرتے ہیں، کہ مشہور محدث حضرت ابن خزیمہ نے فرمایا: مشہور واقعہ ہے کہ

ان عمربن الخطاب توضأ فی جر نصرانیة۔

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق اعظم نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا۔

پڑھنے والے نے اسکو 'حرّ' بمعنی اندام نہانی پڑھا، اب قارئین خود اندازہ کرلیں کہ بات چل رہی تھی کہ کن پانیوں اور کون کونسے برتنوں سے وضو ہوسکتا ہے اور یہ کیسی فحش کلامی پر اتر آئے۔ یہ حال ہے اس کتابت کا محض جس پر منکرین حدیث نے بنائے کار رکھی ہے۔

ہوسکتا ہے کوئی صاحب کہہ اٹھیں کہ اس طرح کی تصحیف اور ایسے ذھول و مسامحات سے کتنوں کا دامن پاک رہا ہے؟ یہ ان حضرات کی کوتاہی تھی پھر اسکا نفس کتابت سے کیا تعلق کہ اسکو مذموم قرار دیا جائے۔

ہم کہتے ہیں صحیح ہے کہ فی نفسہ کتابت کسی علم کی حفاظت کیلئے مذموم نہیں، لیکن اتنی بات تو طے ہوگئی کہ محض کتابت پر تکیہ کر لینا اور اسی کو حفاظت علم وفن کا معیار قرار دینا درست نہیں رہا جب تک حفظ وضبط کا اسکے ساتھ مضبوط سہارا نہ ہو۔

پھر یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جن غلطیوں کی نشاندھی کی گئی ہے وہ معمولی نہیں بلکہ درایت سے کوسوں دور نری جہالت کی پیداوار ہیں، اختلاف قرأت یا نسخوں کی تبدیلی اس طرح کی غلطیوں سے مسموع نہیں ہوتی۔ بلکہ ان مثالوں کو تصحیف کہنا ہی نہیں چاہیئے انکے لئے تو

تحریف کا عنوان دینا ضروری ہے۔

اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز وہ مثالیں ہیں جن میں قاری نے غلط پڑھنے کے ساتھ ساتھ انکے معانی پر جزم کر کے توجیہ کرتے ہوئے وہ باتیں کہدی ہیں جو بالکل بے سروپا ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے:۔

زرغبا تزدد حباً۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کبھی کبھی ملاقات سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں:۔

ایک صاحب جنکا نام محمد بن علی المذکر تھا، ہوسکتا ہے وعظ گوئی کا پیشہ کرتے ہوں لہذا لوگوں کو عشر وصدقات کی ترغیب دینے کیلئے ایک واقعہ گڑھ لیا ہو، چنانچہ اس حدیث کو ان الفاظ میں پڑھکر سنایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

زرعنا تزداد حناً۔

ہم نے کھیتی کی تو وہ سب مہندی ہوگئی۔

لوگوں نے تعجب خیز انداز میں پوچھا، جناب اس کا کیا مطلب ہوا؟ بولے:

اصل میں قصہ یہ ہے کہ کسی علاقہ کے لوگوں نے اپنی کھیتی باڑی کا عشر وصدقہ ادانہیں کیا تھا، لہذا اسکی سزا ملی، حضور کی خدمت میں شکایت لیکر پہونچے، یارسول اللہ! ہم لوگوں نے کھیتی کی تھی لیکن وہ سب مہندی کے درخت بن گئی۔ تو حضور نے انکا قول نقل کرتے ہوئے لوگوں کو برے نتائج سے خبردار کیا ہے، معاذ اللہ رب العالمین۔

یہ سب نتیجہ اسی چیز کا تھا کہ حدیث کسی استاذ سے پڑھی نہیں تھی صرف کتاب سے نقل کر کے بتادی جس میں بیچارے کاتب کی خامہ فرسائی سے الفاظ میں تغیر ہوگیا ہوگا جسکو یہ خود سمجھ نہ پائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کی غلط تاویل بھی بسا اوقات

بے علمی، اور محض کتابت پر بھروسہ کی پیداوار ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی، چونکہ نماز عید میدان میں ادا کی جاتی تھی، لہذا سترہ کے طور پر کبھی چھوٹا نیزہ بلم وغیرہ نصب کرلیا جاتا، دوسرے اوقات کی نمازیں بھی جب سفر میں ادا ہوتیں تو سترہ کا طریقہ عام تھا، حدیث کے الفاظ ہیں۔

کان یرکزالعنزۃ ویصلی الیھا ۔(۳)

نیزہ گاڑا جاتا اور اسکی جانب رخ کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔

دوسری حدیث میں ہے:

فصلی الی العنزۃ بالناس رکعتین۔ (٤)

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیزہ کی طرف رخ کر کے دو رکعت نماز پڑھی

اب سنئے۔

عرب کے ایک قبیلہ کا نام 'عنزہ' تھا، اسکے ایک فرد ابوموسی عنزی بیان کرتے تھے کہ ہماری قوم کو بڑا شرف حاصل ہے کہ حضور نے ہمارے قبیلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔(۵)

غالباً انکی اسی طرح کی غفلتوں کے پیش نظر امام ذھلی نے فرمایا:

فی عقلہ شی۔(٦)

انکی عقل میں کچھ فتور تھا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے جو امام ابن حبان نے بیان کی:

کان لا یقرء الامن کتابہ۔ (۷)

احادیث ہمیشہ کتاب سے پڑھنے کے عادی تھے۔

نیز امام نسائی فرماتے ہیں:

کان یغیر فی کتابہ۔(۸)

اپنی کتاب میں تغیر سے بھی کام لیتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احتجر فی المسجد۔ (۹)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں چٹائی سے آڑ کی۔

اسی معنی کی روایت بخاری شریف میں یوں ہے:

کان یحتجر حصیرا باللیل فیصلی ویبسطہ بالنھار فیجلس علیہ۔ (۱۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب میں ایک چٹائی سے آڑ کر کے نماز پڑھتے اور دن میں اسکو بچھا کر اس پر تشریف فرما ہوتے۔

قاضی مصر ابن لہیعہ نے اسکو یوں روایت کر دیا۔

احتجم فی المسجد۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں فصد کھلوائی۔

امام ابن صلاح اس غلطی کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اخذہ من کتاب بغیر سماع۔ (۱۱)

ابن لہیعہ نے شیخ سے سماعت کئے بغیر کتاب سے دیکھکر روایت کر دیا۔

حدیث شریف میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن تشقیق الخطب۔ (۱۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعظ وتقریر میں لفاظی اور بناوٹی انداز سے منع فرمایا۔

دوسری حدیث یوں مروی ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذین یشققون الخطب تشقیق الشعر۔ (۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعظ وتقریر میں بتکلف شعر وشاعری کی طرح قافیہ بندی کرنے والوں کو ملعون فرمایا۔

اب لطیفہ ملاحظہ کریں:

اس حدیث کوایک بیان کرنے والے مقرر نے مسجد جامع منصور میں اس طرح پڑھا،

نهى عن تشقيق الحطب ـ

حضور نے لکڑیاں چیرنے سے منع فرمایا۔

اتفاق سے مجلس میں ملاحوں کی ایک جماعت بھی تھی، بولے

فكيف نعمل والحاجة ماسة۔ (١٤)

ہم کشتیاں کیسے بنائیں کہ اسکے لئے تو لکڑی چیرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ان بیچاروں کا روزگار ہی کشتی چلانے پر تھا تو انکی تشویش بجا تھی، امام ابن صلاح نے آگے کی بات ذکر نہیں کی کہ پھر ان ملاحوں کو جواب کیا ملا۔

ان جیسے بہت سے قصے امام مسلم نے کتاب التمیز میں ذکر کئے ہیں اور دیگر محدثین مثل دار قطنی وغیرہ نے شرح وبسط سے مفید معلومات بیان کی ہیں۔

کتابت، ضبط صدر اور عمل کے ذریعہ حفاظت حدیث

ہم ان تمام مثالوں سے بتانا صرف یہ چاہتے ہیں کہ کتابت کی صورت میں کسی علم کے منتقل ہو جانے کے بعد کیا شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ؟ اور کیا غلطیوں سے بالکلیہ حفاظت وصیانت ہو ہی جاتی ہے۔ دیکھئے یہاں تو معاملہ برعکس ہے۔ وجہ وہی ہے کہ کتابت کو سب کچھ سمجھا گیا، اگر حفظ واتقان سے کام نہ لیا جاتا تو ان صریح غلطیوں کی نشاندھی کیسے ہوتی۔ چونکہ کتابت کے پس پشت حفظ وضبط کو پورا اہتمام رکھا گیا تھا جسکی مدد سے محدثین نے بروقت گرفتیں کیں اور آئندہ لوگوں کو متنبہ کردیا کہ غلطی میں نہ پڑیں۔

لہذا انصاف ودیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ دونوں طریقوں کو موثر مانا جائے اسکے بعد اگر روایت میں کوتاہی ہو تو کتابت کی مدد سے اسکی تلافی ہو جائے اور کتابت میں غلطی ہو تو روایت کی پشت پناہی سے صحت کا بھرپور اہتمام ہوتا رہے۔

ہمارا مقصد بھی صرف یہ ہی بتانا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دونوں طریقوں سے احادیث نبویہ کی حفاظت فرمائی، بلکہ تیسرا طریقہ عمل وکردار بھی تھا جو مذکورہ دونوں طریقوں سے زیادہ موثر اور مجموعی طور پر سنت رسول کی اشاعت کیلئے زیادہ ہمہ گیر ثابت ہوا

اہل عرب کا حافظہ ضرب المثل تھا

ویسے اگر تعمق نظر سے کام لیا جائے تو یہ بات کوئی لاینحل نہیں کہ اگر صحابہ کرام حفاظت حدیث کا اہتمام صرف حفظ واتقان کے ذریعہ ہی کرتے تو بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہتے۔

اہل عرب کے حالات وکوائف سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انکے حافظے ضرب المثل تھے، شعراء جاہلیت کے ادبی کارنامے اور قصائد ودیوان آج بھی ایک مستند ذخیرہ سمجھے جاتے ہیں ۔کون کہہ سکتا ہے کہ انکو ایام جاہلیت ہی میں کتابت کے ذریعہ مکمل طور پر محفوظ کرلیا گیا تھا، اپنے آباؤ اجداد کے شجرہائے نسب انکو زبانی یادرہتے، واقعات کے تسلسل کو زبانی یادرکھنا ان کا خاص حصہ تھا، زبان وبیان میں مہارت آبائی ورثہ خیال کی جاتی تھی۔

حافظ عمر بن عبدالبر لکھتے ہیں:

كان احدهم يحفظ اشعار بعض فى سمعة واحدة۔ (١٥)

ان میں بعض لوگ صرف ایک مرتبہ سنکر لوگوں کے اشعار یاد کرلیتے تھے۔

مزید لکھتے ہیں:

مذهب العرب انهم كانوا مطبوعين على الحفظ مخصوصين لذلك۔ (١٦)

اہل عرب کی عام عادت تھی کہ وہ چیزوں کو زبانی یادرکھتے اور اس سلسلہ میں انکو خاص امتیاز حاصل تھا۔

عرب کا بدو کتابوں کا طومار دیکھ کر مذاق اڑاتا اور یہ فقرہ اس پر کس دیتا تھا۔

حرف فى تامورك خيرمن عشرة فى كتبك۔

تیرے دل میں ایک حرف کا محفوظ ہونا کتابوں کی دس باتوں سے بہتر ہے۔

محض کتابوں کے علم کی انکے یہاں کوئی حیثیت نہیں تھی، ایک شاعر کہتا ہے۔

ليس بعلم ما حوى القمطر ۔ ما العلم الا ما حوى الصدر ۔

جو کتابوں میں درج ہے وہ علم نہیں، علم تو صرف وہ ہے جو سینہ میں محفوظ ہے

دوسرا شاعر کہتا ہے:

استودع العلم ترسا فضيعه ۔ وبئس مستودع العلم قراطيس۔

جس نے علم کاغذ کے سپرد کیا گویا اس نے ضائع کر دیا، کیونکہ علم کا نہایت برا مدفن کاغذ ہیں۔

تیسرا کہتا ہے:

علمي معي حيث مايممت احمله ۔ بطني وعاء له لا بطن صندوق۔

میں جہاں جاتا ہوں میرا علم میرے ساتھ ہوتا ہے، میرا باطن اسکا محافظ ہے نہ کہ شکم صندوق۔

ایک شاعر یوں کہتا ہے:

ان كنت في البيت كان العلم فيه معي

اذا كنت في السوق كان العلم في السوق

اگر گھر میں رہتا ہوں تو علم میرے ساتھ ہے، اور بازار جاؤں تو بھی وہ میرے ساتھ جاتا ہے۔

ان اشعار سے بخوبی انکے طبعی رجحان کا پتہ چلتا ہے، کہ وہ لوگ علم کو کتابت سے مقید رکھنے کے عادی نہ تھے، اور بات بھی یہ ہے کہ آدمی کی جس ماحول میں نشوونما ہوتی ہے وہ اسی کا خوگر بنتا ہے، اور جس قوت سے زیادہ کام لیا جائے اسی میں جلا اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اقوام عالم میں آپ مختلف قسم کی صلاحیتوں اور خصوصی میدانوں میں مہارتوں کے مناظر جو آئے دن دیکھتے ہیں وہ اسی ماحول کا اثر ہوتا ہے جو انکا ملی وقومی ورثہ چلا آرہا ہوتا ہے۔ فنون سپر گری میں جس طرح اہل عرب ید طولی رکھتے تھے اسی طرح انکے بارے میں یہ بھی مشہور ہے

ان العرب قد خصت بالحفظ۔

اہل عرب قوت حفظ میں خاص امتیازی شان کے حامل تھے

آفتاب اسلام نے طلوع ہوکر صفائے باطنی کی دولت سے سرفراز کیا تو انکی اس خصوصیت میں اضافہ ہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مشہور ہے کہ انکے سامنے عمرو بن ربیعہ شاعر نے ستر اشعار کا طویل قصیدہ پڑھا، شاعر تو چلا گیا لیکن مجلس میں اشعار سے متعلق گفتگو چلی، ایک شعر سناتے ہوئے حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس نے یوں پڑھا تھا، لوگوں نے کہا: آپ نے شعر ایک مرتبہ سنکر ہی یاد کرلیا، آپ نے فرمایا: یہ ہی کیا کہو تو پورا قصیدہ سنادوں اور پھر پورا قصیدہ سنا دیا۔

امام زہری جنکا کارنامہ تدوین حدیث میں امتیازی شان رکھتا ہے فرماتے ہیں۔

انی لامر بالبقیع فاسد اذنی مخافة ان یدخل فیها شیٔ من الخنا ، فواللہ مادخل اذنی شیٔ قط فنسیته۔(۱۷)

میں بقیع کے راستہ سے گذرتا ہوں تو اپنے کانوں کو بند کرلیتا ہوں کہ کہیں کوئی فحش بات میرے کان میں داخل نہ ہوجائے، کیونکہ قسم بخدا میرے کان میں جو بات بھی پڑی پھر میں اسے کبھی نہیں بھولا۔

امام عامر شعبی جنہوں نے پانچسو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، علم حدیث میں حفظ و اتقان کا یہ عالم کہ فرماتے تھے، بیس سال ہوئے میرے کانوں میں کوئی ایسی حدیث نہ پڑی جسکا علم مجھے اس سے زیادہ نہ ہو۔ بآں جلالت علم ارشاد فرمایا:

ما کتبت سوداء فی بیضاء ، وما استعدت حدیثا من البیان۔ (۱۸)

میں نے کبھی سیاہی سے سفیدی پر نہ لکھا، اور نسیان کے خوف کی وجہ سے میں نے کبھی کسی کی بات نہ دہرائی۔

بہرحال عربوں کا حفظ وضبط اتنا نظری مسئلہ نہیں کہ اس پر مزید شہادتیں پیش کی جائیں،

منصف کیلئے یہ بہت کچھ ہیں اور علم وفن سے تعلق رکھنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ ان حضرات کا عام مذاق علمی تھا جس سے کام لیکر انہوں نے علوم و معارف کے دریا بہائے جنکا منہ بولتا ثبوت آج کا سرمایہ علم وفن ہے۔

اہل عرب کتابت سے بھی واقف تھے

ویسے حق وانصاف کی بات یہ ہے کہ جہاں اہل عرب کے حافظے ضرب المثل تھے اور انہوں نے بہت بڑا سرمایہ زبانی یادرکھا وہیں یہ بات بھی ثابت و متحقق ہو چکی ہے کہ انکو نوشت وخواند سے بالکلیہ بے بہرہ قرار دینا بھی درست نہیں۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:

مستشرقین نے اس سلسلہ میں دو متضاد موقف اختیار کئے ہیں، ایک طرف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عربوں میں صرف گنتی کے چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس سے وہ عربوں کو بالکل اجڈ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: عربوں میں لکھنے پڑھنے والے لوگوں کی کمی نہ تھی بلکہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج تھا۔ اس خیال کے لوگ اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے یہاں تک چلے جاتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں امت مسلمہ کو امیین ۔(۱۹) کے لقب سے یاد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں آئی تھی، گویا وہ دینی نقطۂ نگاہ سے امّی تھے، ان کو امی اس لئے نہیں کہا گیا کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

مستشرقین کے دونوں موقف حق سے کوسوں دور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب نہ تو نوشت وخواند سے کلیۃً بے بہرہ تھے، اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا اتنا عام رواج تھا [illegible] کہا ہی نہ جاسکے۔

عربوں میں کتابت کے رواج کے متعلق ڈاکٹر فواد سزگین اپنی کتاب ''مقدمہ تاریخ تدوین حدیث'' میں رقمطراز ہیں:

اسلام سے ایک صدی قبل کے بعض شعراء کی روایت سے ہم کو کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ دواوین سے روایت انکے یہاں ایک رائج طریقہ تھا، اور بعض شعراء کو تو لکھنے کی بھی عادت تھی۔ زہیر بن ابی سلمہ جیسے شعراء خود اپنے قصائد کی تنقیح کیا کرتے تھے، یہ نظریہ کہ جاہلی شاعری کا سارا ذخیرہ زبانی روایت پر مبنی ہے دور جدید ہی کی تخلیق ہے، اسی طرح یہ بھی ایک غلط خیال ہے کہ حدیث کی روایت محض زبانی ہوتی رہی ہے۔ بلکہ صدر اسلام میں نصوص مدونہ کو روایت کرنے کا رواج دور جاہلیت کی عادت پر مبنی ہے۔ (۲۰)

عربوں میں نوشت وخواند کے رواج کے متعلق ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب اپنی کتاب 'السنۃ قبل التدوین، میں لکھتے ہیں۔

تدل الدراسة العلمية على ان العرب كانوا يعرفون الكتابة قبل الاسلام ، فكانوا ايؤرخون اهم حوادثهم على الحجارة (٢١)

علمی تحقیقات اس حقیقت کا انکشاف کرتی ہیں کہ کہ عرب لوگ اسلام سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور وہ اپنی اجتماعی زندگی کے اہم واقعات کو پتھروں پر لکھ لیتے تھے۔

یہ ہی مصنف ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

وهذايدل على وجود بعض الكتاتيب فى الجاهلية يتعلم فيها الصبيان الكتابة والشعروايام العرب ،ويشرف على هذه الكتاتيب معلمون ذومكانة رفيعة امثال ابى سفيان بن امية بن عبد شمس۔ (٢٢)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کچھ مدارس موجود تھے جن میں بچے کتابت، شاعری اور عربی تاریخ سیکھتے تھے، اور ان مدارس کے سربراہ بڑے بااثر معلم ہوتے تھے، جیسے ابوسفیان بن امیہ بن عبد شمس وغیرہ۔

وكان العرب يطلقون اسم الكامل على كل رجل يكتب ويحسن الرمى ويجيد السباحة۔(٢٣)

جو شخص کتابت، تیراندازی اور تیراکی کا ماہر ہوتا عرب اسے کامل، کا لقب عطا کرتے تھے۔

قرآن کریم نے قلم و کتابت کی اہمیت سے آگاہ کیا

مندرجہ بالا اقتباسات تو اسلام سے پہلے عرب میں کتابت کے رواج کا پتہ دیتے ہیں، لیکن اسلام نے جہاں زندگی کے دیگر تمام شعبوں میں دوررس تبدیلیاں کیں وہاں اس نے عربوں کی علمی حالت میں بھی ایک انقلاب برپا کیا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات قلم اور کتابت کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو علم سکھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

سورۃ العلق میں ارشاد خداوندی ہے:

اقرأ و ربك الاكرم الذی علم بالقلم ،(٢٤)

پڑھئے! آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔

قرآن حکیم کے نزدیک قلم و کتابت کی اہمیت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن حکیم کی ایک سورۃ کو 'القلم' کا نام دیا گیا ہے، اور اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم بھی یاد فرمائی ہے اور ان چیزوں کی بھی قسم ذکر فرمائی جنہیں قلم لکھتا ہے۔

نٓ والقلم وما یسطرون ،(٢٥) قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ان کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات کریمہ کتابت اور علم کے تعلق کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فن کتابت کے زیور سے آراستہ کرنے کیلئے خصوصی اہتمام فرمایا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشن کا تقاضا ہی یہ تھا کہ آپ کی امت میں وہ لوگ کثیر تعداد میں موجود ہوں جو لکھنے پڑھنے کے فن میں منفرد ہوں کیونکہ آپ ایک عالمی دین لیکر تشریف لائے تھے جسکو قیامت تک ساری نسل انسانی کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا تھا۔ آپ کے پیش نظر ایک ایسی امت کی تشکیل تھی جو اس خدائی پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائے۔ دین کی حفاظت اور ملت کے دینی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اجتماعی امور کی انجام دہی کیلئے [illegible]

اورقرآن حکیم کی آیات کریمہ اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کررہی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر مکہ کے جو جنگی قیدی بنے ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کی آزادی کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فدیہ مقرر فرمایا تھا کہ ان میں سے ہر ایک مسلمانوں کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ ہجرت سے پہلے ہی حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں ایک معقول تعداد ان لوگوں کی تھی جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور کتابت وحی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ ہجرت کے بعد تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیگر علوم کی طرح فن کتابت کو بھی ترقی دینے کیلئے خصوصی اہتمام فرمایا۔

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب لکھتے ہیں: وقد كثر الكاتبون بعد الهجرة عند ما استقرت الدولة الاسلامية فكانت مساجد المدينة التسعة الى جانب مسجد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم محط انظار المسلمين يتعلمون فيها القرآن الكريم وتعاليم الاسلام والقرآن والكتابة ،وقد تبرع المسلمون الذين يعرفون الكتابة والقرأة بتعليم اخوانهم (٢٦)

اشاعت اسلام کے بعد کتابت پر خصوصی توجہ رہی

ہجرت کے بعد جب اسلامی ریاست کو استحکام حاصل ہو گیا تو کاتبوں کی تعداد میں اضافہ ہوا، مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ طیبہ کی دیگر نو مساجد مسلمانوں کی نگاہوں کا مرکز تھیں، اور مساجد میں مسلمان قرآن حکیم، اسلامیات اور قرأۃ کتابت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اور جو مسلمان لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ رضا کارانہ طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کی تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

وكان الى جانب هذه المساجد كتاتيب يتعلم فيها الصبيان الكتابة والقرآة الى جانب القرآن الكريم ۔(٢٧)

ان مساجد کے علاوہ کچھ مدارس بھی تھے جن میں بچے قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ قرآۃ

اور کتابت کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

یہ تفصیلات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عہد نبوی میں ملت اسلامیہ کے متعلق یہ دعوی کرنا کہ وہ کسی چیز کی تدوین کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے غلط ہے، کیونکہ جن لوگوں نے قرآن حکیم کو کامیابی کے ساتھ مدون کرلیا تھا، حدیث کی تدوین انکے لئے ناممکن نہ تھی، اس لئے مستشرقین کا کہنا غلط ہے کہ مسلمانوں نے دور اول میں احادیث طیبہ کی تدوین اس لئے نہیں کی کہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ (۲۸)
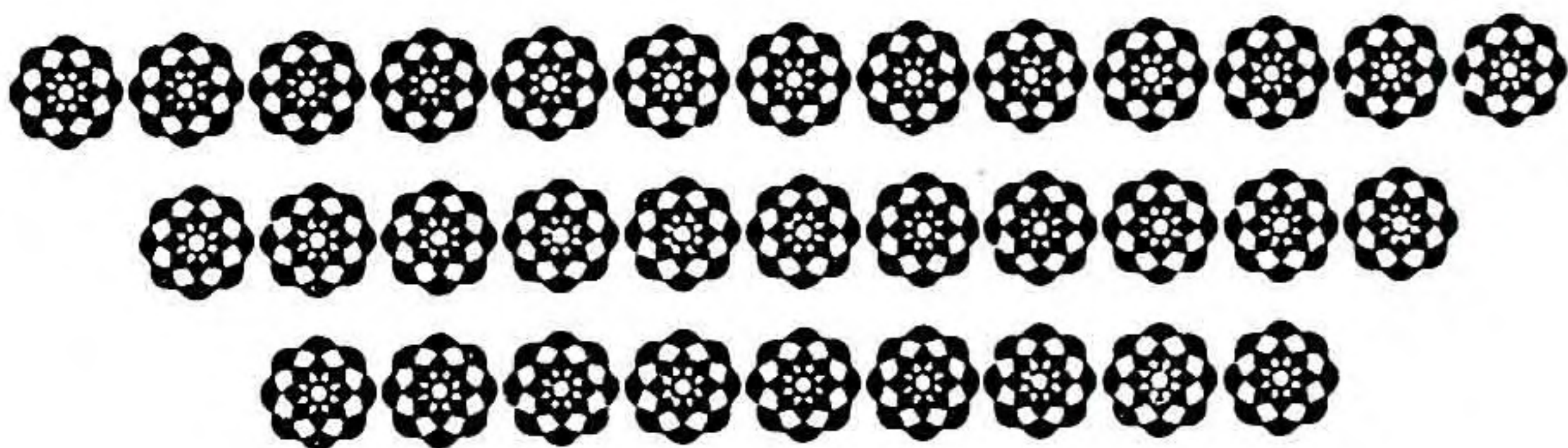
عہد صحابہ اور تدوین حدیث

مستشرقین اور منکرین حدیث اس بات پر مصر ہیں کہ حدیث لکھنے کی ممانعت خود حضور سے مروی ہے پھر احادیث لکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے جواب کی طرف ہم ابتدائے مضمون میں اشارہ کر چکے ہیں، یہاں قدرے تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ ممانعت پر زور دینے والے اپنا یہ اصول بھول جاتے ہیں کہ ممانعت ثابت کرنے کیلئے بھی وہ احادیث ہی کا سہارا لے رہے ہیں۔

منکرین کا نہایت نامعقول طریقہ یہ بھی ہے کہ پہلے ایک اصول اور نصب العین متعین کرتے ہیں اور پھر اسکے بعد روایتوں کا جائزہ لیتے ہیں، اس نصب العین کی حمایت میں جو روایتیں ملتی ہیں انکو حرز جاں بنا کر زوردار انداز میں بیان کرتے ہیں خواہ وہ روایات جس نہج کی ہوں یا کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہوں۔ لیکن جن سے احادیث لکھنے کی اجازت ثابت ہو انکو ذکر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے جب کہ ایسی روایتیں ہی کثیر ہیں اور جواز کتابت میں نص صریح بھی۔

دونوں طرح کی روایتیں ملاحظہ کریں تا کہ فیصلہ آسان ہو۔

کتابت و ممانعت والی روایتوں میں تطبیق

علامہ پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ایسی احادیث موجود ہیں جن میں احادیث لکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ بعض صحابہ کرام سے بھی ایسے آثار مروی ہیں کہ انہوں نے احادیث لکھنے کو ناپسند فرمایا۔ اور تابعین میں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جن

کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ احادیث لکھنے کے خلاف تھے۔

روی ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال : لاتکتبوا عنی شیأ غیر القرآن ،ومن کتب عنی شیأ غیر القرآن فلیمحہ (۲۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری طرف سے سوائے قرآن حکیم کے کوئی چیز نہ لکھو، اور جس نے قرآن حکیم کے علاوہ کچھ لکھا ہو وہ اُسے مٹادے۔

علامہ محمد بن علوی المالکی الحسنی فرماتے ہیں:

وھذاھو الحدیث الصحیح الوحید فی الباب۔ (۳۰)

اس موضوع پر یہی واحد صحیح حدیث ہے۔

اس حدیث کے علاوہ بعض کتابوں میں اس مفہوم کی کچھ اور احادیث بھی مل جاتی ہیں، اس قسم کی احادیث صراحۃً کتابت حدیث سے منع کررہی ہیں، جو لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث طیبہ کی کتابت وتدوین دوسری یا تیسری صدی ہجری سے پہلے نہیں ہوئی وہ صرف اسی مفہوم کی احادیث کو پیش کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ احادیث کی کتابت سے منع کرنے والی ان احادیث کے ساتھ ساتھ ایسی احادیث بھی کثرت سے موجود ہیں جو احادیث طیبہ کو لکھنے کی ترغیب دیتی ہیں، اور بعض احادیث سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود احادیث لکھنے کا حکم دیا۔ (۳۱)

یہاں ایک حدیث ملاحظہ ہو باقی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائیگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

کنت اکتب کل شئ اسمعہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارید حفظہ فنھتنی قریش وقالوا : تکتب کل شئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب

والرضا فامسكت عن الكتاب ،فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم فأومأباصبعه الی فمه وقال : اكتب فوالذی نفسی بیده ماخرج منه الاحق (۳۲)

میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا اسے لکھ لیتا تھا، میرا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اسے حفظ کرلونگا، قریش نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: تم جو کچھ حضور سے سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں، آپ غصے اور رضا ہر حال میں کلام فرماتے ہیں، میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور اس بات کا ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت پاک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس زبان سے ہمیشہ حق بات ہی نکلتی ہے۔

ہماری نقل کردہ ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نصوص قرآن وحدیث میں کبھی حقیقی تعارض ہو ہی نہیں سکتا ہے، جہاں تعارض نظر آتا ہے وہ فقط ظاہری ہوتا ہے، جن لوگوں نے ایسے مقامات پر تعارض سمجھا وہ قلت فہم کی پیداوار ہے۔ اگر حقیقی تعارض قرآن وحدیث میں پایا جاتا تو وہ تمام نصوص رد ہوجاتیں جہاں تعارض نظر آتا ہے اور یہ دونوں علی الاطلاق دین اسلام کے مصدر قرار نہ پاتے۔

ایسے مقامات پر علمائے کرام دفع تعارض کیلئے مختلف صورتیں اپناتے ہیں تاکہ خداوند قدوس کا کلام بلاغت نظام اور اسکے رسول معظم صاحب جوامع الکلم کے فرامین اپنے حقیقی محامل پر محمول ہوسکیں۔ دفع تعارض کی وجوہ کو ہم نے ابتدائے مضمون میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کردیا ہے، لہذا انکی طرف رجوع کریں۔

یہاں ان میں سے بعض کے ذریعہ تعارض کو دور کیا جا سکتا ہے، پہلی وجہ دفع تعارض کیلئے نسخ ہے اور وہ یہاں متصور بلکہ واقع۔

والحق انه لاتعارض ،وقداجتهد كثيرمن اهل العلم فی الجمع بينهما ، واحسن ما اراه فی ذلك هوالقول بنسخ احاديث النهی عن الكتابة۔(۳۳)

حق یہ ہے کہ یہاں کسی قسم کا تعارض نہیں، علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی کئی صورتیں بیان کی ہیں، جورائے میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ اچھی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی احادیث جن میں کتابت احادیث کی ممانعت کی گئی ہے وہ منسوخ ہیں۔

اپنے موقف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ محمد بن علوی مالکی فرماتے ہیں۔

ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث کا زمانہ مقدم ہے یا ان احادیث کا جن میں کتابت حدیث کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر ممانعت والی احادیث ابتدائی زمانے کی ہوں اوراجازت والی احادیث بعد کے زمانے کی تو مسئلہ ہی حل ہوجاتا ہے۔ اوراگر یہ کہا جائے کہ جن احادیث میں کتابت حدیث کی اجازت ہے وہ مقدم ہیں اور ممانعت والی موخر تو اس سے وہ حکمت ہی فوت ہوئی جاتی ہے جس کے تحت احادیث لکھنے کی ممانعت کی گئی۔ وہ حکمت یہ تھی کہ قرآن وحدیث میں التباس پیدا نہ ہوجائے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ظاہر ہے آپ نے فرمایا:

امحضوا کتاب اللہ واخلصوہ۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ہر قسم کے شائبۂ التباس سے پاک رکھو۔

قرآن اور حدیث میں التباس کا خدشہ اسلام کے ابتدائی دور میں تو قابل فہم ہے جب ابھی فن کتابت بھی عام نہیں ہوا تھا اور مدینہ میں یہودی اور منافقین بھی تھے، ان حالات میں قرآن اور حدیث کے درمیان التباس کا خدشہ تھا۔ اس لئے احادیث کی کتابت کو منع کردیا گیا تاکہ لوگ قرآن حکیم کی طرف پوری پوری توجہ دیں اور کتابت قرآن کے ساتھ کتابت حدیث کی وجہ سے دونوں میں التباس پیدا نہ ہو۔ لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں کہ ابتدا میں تو احادیث لکھنے کی اجازت ہو اور جب کتابت کا فن عام ہوگیا اور قرآن وحدیث میں التباس کا کوئی خطرہ نہ رہا تو احادیث لکھنے کی ممانعت کردی گئی۔ اس لئے قرین قیاس یہ ہی ہے کہ ممانعت والی احادیث اجازت والی احادیث سے مقدم ہیں اور ممانعت والی منسوخ ہیں۔ (۳۴)

احادیث ممانعت واجازت میں دفع تعارض اور تطبیق کے سلسلہ میں یہ پہلا طریقہ تھا

کہ وجوہ نسخ میں سے ایک وجہ کو اختیار کر کے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق دی گئی اور وہ ہے روایات میں باعتبار زمانہ تقدم وتاخر۔

دفع تعارض کیلئے یہاں ایک اور صورت بھی ہے کہ وجوہ جمع میں سے کسی ایک وجہ کو بروئے کار لایا جائے ،غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ وجہ تنویع ہے۔یعنی دونوں میں حکم عام ہے اور یہ الگ الگ انواع سے متعلق ہے۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:۔

لیکن علمائے ملت اسلامیہ نے کتابت حدیث کی ممانعت اور جواز کے متعلق مرویہ احادیث میں تطبیق کی اور بھی کئی صورتیں بیان کی ہیں ،ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ممانعت ان لوگوں کیلئے ہے جن کا حافظہ اچھا ہے ،ان کو کتابت سے اس لئے منع کیا گیا ہے تا کہ وہ کتابت پر بھروسہ کر کے احادیث کو حفظ کرنے کے معاملہ میں سستی کا مظاہرہ نہ کریں۔اور اجازت ان لوگوں کیلئے ہے جن کو اپنے حافظوں پر اعتبار نہ تھا۔جیسے ابو شاہ ،کہ اس کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث کو لکھنے کا خود حکم فرمایا۔

تطبیق کی ایک اور صورت علمائے کرام نے یہ بیان کی ہے کہ عام لوگوں کیلئے تو کتابت کی ممانعت تھی ، کیونکہ کتابت میں ماہر نہ ہونے کی وجہ سے التباس اور غلطی کا امکان موجود تھا ، لیکن جو لوگ فن کتابت کے ماہر تھے اور اس مہارت کی وجہ سے جن سے غلطی اور التباس کا امکان نہ تھا ان کو احادیث لکھنے کی اجازت دیدی گئی۔جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے کی اجازت فرمائی ، کیونکہ وہ کتابت کے فن میں ماہر تھے اور ان سے غلطی کا اندیشہ نہ تھا۔(۳۵)

ان وجوہ تطبیق اور روایات کی تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود نہیں چاہتے تھے کہ میرے صحابہ احادیث میں اس طرح مشغول ہوں جیسے کہ قرآن کریم میں منہمک رہتے ہیں۔لیکن آپ کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ میرے طریقوں کا اتباع نہ کریں کہ اس کے بغیر تو پھر قرآن کریم کا اتباع اور اس کی تعلیمات پر کامل طور سے عمل

ہو ہی نہیں سکتا تھا، جیسا کہ ہم اول مضمون میں بیان کر آئے ہیں کہ قرآنی تعلیمات کو بغیر اسوۂ رسول کے سمجھا ہی نہیں جا سکتا تھا لیکن اسکی دو نوعیتیں تھیں، بعض صورتوں میں عمل ہی ممکن نہیں تھا اور بعض میں عمل تو ہو سکتا تھا لیکن ناقص و ناتمام رہتا یا باحسن وجوہ انجام نہ پاتا۔

ان تمام چیزوں کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منشاء مبارک یہ ہی تھی کہ سنن واحادیث پر عمومیت کا رنگ غالب نہ آئے اور فرق مراتب کے ساتھ ساتھ کیفیت عمل میں بھی برابری نہ ہونے پائے ورنہ امت مسلمہ دشواری میں مبتلا ہوگی۔

لہذا خداوند قدوس نے اپنے فضل وانعام سے ' لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ، کا مژدہ اپنے محبوب کے ذریعہ اپنے بندوں کو سنایا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رحمت عامہ وشاملہ سے امت مسلمہ کو حرج وضرر میں پڑنے سے محفوظ ومامون رکھا۔

کتابت حدیث کی اجازت خود حضور نے دی

تدوین حدیث کو کتابت حدیث کی صورت ہی میں تسلیم کرنے والے اس بات پر بھی مصر ہیں کہ دوسری اور تیسری صدی میں حدیث کی جمع وتدوین کا اہتمام ہوا، اس سے پہلے محض زبانی حافظوں پر تکیہ تھا، اس مفروضہ کی حقیقت کیا ہے بعض کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے، مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ جب اسلام لوگوں کے قلوب واذہان میں راسخ ہو گیا اور قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا اور اس چیز کا اب خطرہ ہی جاتا رہا کہ قرآن وحدیث میں کسی طرح کا اختلاط رو بعمل آئے گا تو کتابت حدیث کی اجازت خود حضور نے عطا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنی الا ما کان من عبد اللہ عمرو ، فانہ کان یکتب ولا اکتب ۔(۳۶)

صحابہ کرام میں سے کسی کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث پاک کا ذخیرہ نہیں سوائے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

روی، عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رجلا من الانصار کان یشهد حدیث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلایحفظه فیسأل اباهریرة فیحدثه ،ثم شکا قلة حفظه الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال له النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : استعن علی حفظك بیمینك۔(۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتا لیکن احادیث کو یاد نہ رکھ پاتا، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کرتا تو وہ اسے احادیث سناتے ،ایک دن اپنے حافظ کی کمی کی شکایت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے حافظے کی مدد اپنے دائیں ہاتھ سے کیا کرو۔ یعنی حفظ کے ساتھ ساتھ احادیث کو لکھ لیا کرو۔

روی عن رافع بن خدیج رضی الله تعالیٰ عنه انه قال: قلنا : یارسول الله انا نسمع منك اشیاء افنکتبها ؟قال : اکتبوا ولا حرج ۔(۳۸)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ !صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ،ہم آپ سے کچھ چیزیں سنتے ہیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں،آپ نے فرمایا: لکھ لیا کرو۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

روی عن انس بن مالك انه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : قیدوا العلم بالکتاب ۔(۳۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم کو تحریر کے ذریعہ مقید کرلو۔

ان تمام روایات سے ثابت کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر کتابت حدیث کی اجازت عطا فرمائی ۔لہذ بہت صحابہ کرام اقوال کریمانہ کو ضبط تحریر میں لائے اور حضور کے زمانۂ اقدس اور صحابہ کرام کے عہد زریں میں کثیر تعداد میں صحیفے تیار ہوئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں بار ہا ایسا ہوتا کہ حضور جو فرماتے

صحابہ کرام اس کو لکھتے۔

دارمی شریف کی روایت ہے:۔

عن ابی قبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : سمعت عبداللہ قال: بینما نحن حول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکتب اذ سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای المدینتین تفتح اولا قسطنطنیۃ اورومیۃ ؟ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لابل مدینۃ ھرقل ۔(٤٠)

حضرت ابوقبیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے لکھ رہے تھے کہ اتنے میں حضور سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! دونوں شہروں میں سے پہلے کون فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا: نہیں بلکہ ہرقل کا شہر یعنی قسطنطنیہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال ایک خطبہ دیا جس کا پس منظر یوں ہے: بنوخزاعہ کے کچھ لوگوں نے بنولیث کے کسی ایک شخص کو قتل کر دیا، حضور کو اس چیز کی اطلاع دی گئی، آپ نے ایک سواری پر تشریف فرما ہو کر خطبہ شروع فرمایا، اس مبارک بیان میں مکہ معظمہ کی حرمت اور لوگوں کو قتل وغارت گری سے بچانے کیلئے سخت ہدایات تھیں، اس خطبہ کی عظمت کے پیش نظر یمنی صحابی حضرت ابوشاہ نے لکھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضور نے یہ پورا خطبہ لکھوایا تھا۔(۴۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یمن کے گورنر مقرر کئے گئے اور آپ یمن جانے لگے تو حضور نے ان کو ضروری چیزیں لکھوا کر مرحمت فرمائیں، ساتھ ہی اشباہ ونظائر پر قیاس اور استنباط مسائل کی تعلیم سے بھی نوازا۔ آپ نے وہاں جا کر جب ماحول کا جائزہ لیا تو بہت سی باتیں الجھن کا باعث تھیں، لہذا آپ نے ان تمام چیزوں کے متعلق بارگاہ رسالت سے ہدایات طلب کیں جس کے جواب میں حضور نے ان کو ایک تحریر روانہ فرمائی۔(۴۲)

اسی طرح وائل بن حجر مشہور صحابی جو حضر موت کے شہزادے تھے جب مشرف باسلام

ہوئے اور اپنے وطن واپس جانے لگے تو حضور سے نماز، روزہ، سود اور شراب وغیرہ کے اسلامی احکام لکھوانے کی خواہش ظاہر کی جو آپ کو لکھ کر عنایت کیے گئے۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تھا تو انہیں بھی فرائض، صدقات اور دیتوں کے احکام تحریری شکل میں ہی دیئے گئے تھے۔ (۴۳)

آپ کو زکوۃ کے احکام نہایت تفصیل سے بعد میں ارسال کئے گئے تھے جو آپ کے خاندان کے پاس ایک عرصہ تک محفوظ رہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں ان کے خاندان میں برآمد ہوئے جس کی تفصیل سنن ابوداؤد میں موجود ہے۔ (۴۴)

علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں وہ تمام حدیثیں جن کا تعلق مسائل زکوۃ سے تھا یکجا قلم بند کروادیں جس کا نام ''کتاب الصدقہ'' تھا مگر اسکو عمال وحکام کے پاس روانہ کرنے سے قبل ہی آپ کا وصال ہوگیا تو خلفائے راشدین میں سے سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے زمانے میں اسے نافذ کیا، اس کے مطابق زکوۃ کے وصول وتحصیل کا ہمیشہ انتظام رکھا۔

امام بخاری نے اسی ''کتاب الصدقہ'' کا مضمون نقل کیا ہے جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجتے وقت انکے حوالے کیا تھا، اس میں اونٹوں، بکریوں، چاندی اور سونے کی زکوۃ کے نصاب کا بیان ہے۔

''کتاب الصدقہ'' جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر بن حزم کو لکھوائی تھی وہ دوسرے امراء کو بھی بھیجی گئی۔

محصلین زکوۃ کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریریں تھیں

ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جس میں شوہر کی دیت کا حکم تھا۔ حرم مدینہ طیبہ کے سلسلہ میں ایک تحریر حضرت رافع بن خدیج کے پاس تھی

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجموعہ تیار کیا تھا جو ان کے صاحبزادے کے پاس رہا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرقل کو جو خط لکھا تھا اس کا ذکر کتب صحاح میں ملتا ہے، اب اس خط کی فوٹو بھی شائع ہو چکی ہے، صحاح کے بیان اور فوٹو کی تحریر میں ذرہ برابر فرق نہیں (۴۵)

اسکے علاوہ سلاطین کو دعوت اسلام، صلح نامے، معاہدے، اور امان نامے وغیرہ سیکڑوں چیزیں تھیں جو آپ کے زمانہ اقدس میں تحریری شکل میں موجود تھیں۔

صحابہ نے عمل سے کتابت حدیث کا ثبوت دیا

اولاً بعض صحابہ کرام کو کتابت حدیث میں تامل رہا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کتابت کی وجہ سے حفظ وضبط کا وہ اہتمام نہیں رہ سکے گا اور اسکی جانب وہ توجہ باقی نہ رہے گی، اس طرح سفینوں کا علم سینوں کو خالی کر دیگا، آئندہ صرف تحریریں ہونگی جن پر اعتماد ہوگا اور انکے پیچھے حافظہ کی قوت نہ ہوگی کہ غلطیوں کی تصحیح ہو سکے، لہذا حذف واضافہ کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور تحریف کے دروازے کھل جائیں گے، منافقین اور یہود ونصاریٰ کو روایات میں تغیر وتبدل کا موقع مل جائے گا، اس طرح دین کی بنیادوں میں رخنہ اندازی شروع ہو سکتی ہے، ان وجوہ کی بنا پر کچھ ایام بعض صحابہ کرام کو تذبذب رہا، لیکن اسلام جب دور دور تک پھیل گیا، اور خوب قوت حاصل ہوگئی تو مندرجہ بالا خدشات کی جانب سے اطمینان ہوگیا اور قرآن مجید کی طرح رفتہ رفتہ حدیث کی کتابت پر بھی سب متفق ہوگئے۔ ہاں مگر ان حضرات صحابہ کے درمیان یہ طریقہ بھی رائج تھا کہ کتابیں دیکھ دیکھ کر احادیث بیان نہیں کی جاتی تھیں، اسی وجہ سے ان تحریری مجموعوں کو کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہو سکی پھر کافی تعداد میں صحابہ کرام نے اس فریضہ کو انجام دیا جس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو پہلے کتابت حدیث کے سخت مخالف تھے

لیکن بعد میں وہ عملی طور پر اس میدان میں اتر آئے اور آخر میں ان کی مجالس ،کا یہ طریقہ تھا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

كنت اكتب عند ابن عباس فی صحيفة (٤٦)

میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں اوراق پر احادیث لکھتا تھا۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

وضع عندنا كريب حمل بعير اوعدل بعير من كتب ابن عباس ،قال:
فكان علی بن عبدالله بن عباس اذااراد الكتاب كتب اليه ابعث علی بصحيفة كذاكذا ،قال: ينسخها فيبعث اليه احداهما (٤٧)

حضرت کریب نے ہمارے پاس ایک اونٹ کے برابر یا ایک اونٹ کے بوجھ برابر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کتابیں رکھیں ۔حضرت علی بن عبداللہ بن عباس جب کوئی کتاب چاہتے تو انہیں لکھدیتے کہ مجھے فلاں صحیفہ بھیجدو،وہ اسے نقل کرتے اوران میں سے ایک بھیج دیتے۔

انکی یہ تصانیف انکی زندگی ہی میں دوردور تک پھیل گئی تھیں ،اس سلسلہ میں امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ان کا بیان نقل کیا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما ان ناسا من اهل الطائف اتوه بصحيفة من صحفه ليقرء ها عليهم ،فلما اخذهالم ينطلق فقال: انی لما ذهب بصری بلهت فاقرأوهاعلی ،ولايكن فی انفسكم من ذلك حرج ،فان قرأ تكم علی كقرأنی عليكم۔ (٤٨)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ طائف کے کچھ لوگ انکے پاس انکی کتابوں سے ایک کتاب لیکر آئے تاکہ وہ انہیں پڑھکر سنائیں ،حضرت ابن عباس نے جب وہ کتابیں لیں تو پڑھ نہ سکے ،فرمایا: جب سے میری نگاہ جاتی رہی میں بیکار ہوگیا ہوں ،تم

لوگ خود میرے سامنے پڑھو اور اس میں کچھ حرج نہ سمجھو، میرے سامنے تمہارا پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کہ میں تمہارے سامنے پڑھوں۔

تصانیف کی اس کثرت سے کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ آپ نے علم حدیث کی تحصیل میں غیر معمولی کوشش اور محنت سے کام لیا تھا۔ اسکی تفصیل آپ گذشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایات کے مجموعے

روایت حدیث میں آپکی شان امتیازی حیثیت کی حامل ہے، پانچ ہزار سے زائد احادیث کا ذخیرہ تنہا آپ سے مروی ہے جو آج بھی کتابوں میں محفوظ ہے۔

آپکی روایات بھی آپکے دور میں جمع وتدوین کے مراحل سے گذر کر کتابی شکل میں جمع ہوگئی تھیں، اس سلسلہ کے چند نسخے مشہور ہیں۔

پہلا نسخہ بشیر بن نہیک کا مرتب کردہ ہے ۔وہ کہتے ہیں:۔

كنت اكتب ما اسمع من ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه فلما اردت ان افارقه اتيته بكتابه فقرأته عليه وقلت له : هذ ماسمعته منك قال: نعم (٤٩)

حضرت بشیر بن نہیک کہتے ہیں: میں جو کچھ حضرت ابو ہریرہ سے سنتا وہ لکھ لیا کرتا تھا، جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو وہ مجموعہ میں نے آپکو پڑھکر سنایا اور عرض کیا: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سماعت کی ہیں، فرمایا: ہاں صحیح ہیں۔

دوسرا مجموعہ حضرت حسن بن عمرو بن امیہ الضمری کے پاس تھا۔ (۵۰)

تیسرا مجموعہ زیادہ مشہور ہے اور یہ ہمام بن منبہ کا مرتب کردہ ہے۔ یہ اب چھپ چکا ہے، اس مجموعہ کی اکثر احادیث مسند احمد، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں، انکے موازنہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں ذرہ برابر فرق نہیں، پہلی صدی اور تیسری صدی کے مجموعوں کی مطابقت اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ احادیث ہر قسم کی آمیزش سے محفوظ رہیں۔

یہ یمن کے امراء سے تھے، انکے علاوہ تلامذہ اور خود آپکے مرتب کردہ مجموعے بھی تھے۔

حسن بن عمرو بیان کرتے ہیں:

تحدثت عند ابی هريرة بحديث فانكره فقلت انی سمعت منك، فقال:
ان كنت سمعته منی فهو مكتوب عندی، فاخذ بيدی الی بيته فأرانا كتبا كثيرة من
حديث رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فوجد ذلك الحديث فقال: قد
اخبرتك ان كنت حدثتك به فهو مكتوب عندی۔ (۵۱)

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک حدیث پڑھی، آپ نے
اس کو تسلیم نہ کیا، میں نے عرض کیا: یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے، فرمایا: اگر واقعی تم نے
یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو پھر یہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہوگی۔ پھر آپ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے
اپنے گھر لے گئے، آپ نے ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کی کئی کتابیں دکھائیں
وہاں وہ متعلقہ حدیث بھی موجود تھی، آپ نے فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اگر یہ حدیث میں
نے تمہیں سنائی ہے تو ضرور میرے پاس لکھی ہوگی۔ (۵۲)

اس روایت سے ظاہر کہ آپ کے پاس تحریر شدہ احادیث دس پانچ نہیں تھیں بلکہ جو کچھ
وہ بیان کرتے تھے ان سب کو قید کتابت میں لے آئے تھے۔ قارئین اس بات سے بخوبی اندازہ
لگا سکتے ہیں کہ صحابہ کے دور میں کتنا عظیم ذخیرۂ حدیث بشکل کتابت ظہور پذیر ہو چکا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی مرویات

یہ بھی ان صحابہ کرام میں ہیں جو ابتداء کتابت حدیث کے حق میں نہ تھے، لیکن زمانے
کے بدلتے حالات نے انکو بھی کتابت حدیث کے موقف پر لا کھڑا کیا تھا، لہذا آپ نے بھی
کتابت حدیث کا سلسلہ شروع کیا، آپکے ارشد تلامذہ میں حضرت نافع آپکے آزاد کردہ غلام ہیں
تیس سال آپکی خدمت میں رہے، امام مالک ان سے روایت کرتے ہیں، انکے بارے میں
حضرت سلیمان بن موسیٰ کا بیان ہے۔

انه رأى نافعا مولى ابن عمر على علمه ويكتب بين يديه (۵۳)

انہوں نے دیکھا کہ حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم کے حافظ تھے اورانکے سامنے بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔

حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر اور آپکے بیٹے حضرت سالم کا بھی یہ ہی طریقہ تھا، بلکہ آخر میں تو آپ نے اپنی اولاد کو یہ حکم دے دیا تھا کہ:

قیدوا العلم بالکتاب۔ (٥٤)

حضرت جابر بن عبداللہ کے صحیفے

آپکی مرویات بھی کثیر تعداد میں ہیں اورانکی جمع وتدوین کی روداد کچھ اس طرح ہے۔

امام طحاوی انکے شاگردوں کا قول لکھتے ہیں:۔

کنانأتی جابر بن عبداللہ لنسألہ عن سنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنکتنبھا۔ (٥٥)

ہم لوگ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوتے تاکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتیں معلوم کر کے قلمبند کریں۔

آپکی روایتوں کے متعدد مجموعوں کو ذکر ملتا ہے۔

ایک مجموعہ اسمعیل بن عبدالکریم کے پاس تھا۔ (٥٦)

دوسرا سلیمان یشکری کے پاس۔ (٥٧)

ابوبکر عیاش نے امام اعمش سے اس زمانہ کے لوگوں کی رائے نقل کی ہے۔

ان مجاھدایحدث عن صحیفۃ جابر۔ (٥٨)

حضرت مجاہد حضرت جابر کے صحیفہ سے روایت بیان کرتے تھے۔

ایک صحیفہ حضرت جابر کے پاس اورتھا جسکو تابعی جلیل حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی بہت اہمیت دیتے تھے۔ (٥٩)

فرماتے تھے: مجھے سورۃ بقرہ کے مقابلہ میں صحیفہ جابر زیادہ حفظ ہے۔ (٦٠)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے مجموعے

میدان علم میں آپکی جلالت شان سب کو معلوم ہے، مشکل مسائل میں جلیل القدر صحابہ کرام آپکی طرف رجوع کرتے اور احادیث نبویہ کی روایت کرتے تھے۔ آپ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ فرائض ومیراث کے مسائل جنکا زبانی نکالنا کوئی آسان کام نہیں لیکن آپ بآسانی حل فرماتی تھیں، قوت یادداشت کا یہ حال کہ کسی شاعر کے ساٹھ ساٹھ اشعار بلکہ بعض اوقات سوسو اشعار برجستہ سنا دیتی تھیں۔

آپ سے مردوں میں حضرت عروہ بن زبیر نے جو آپکے بھانجے تھے خاص طور پر علم حاصل کیا تھا، آپکی مرویات کو سب سے زیادہ جاننے والے یہ ہی تھے۔ انہوں نے کتابی شکل میں روایات کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا تھا لیکن واقعہ حرہ کے موقع پر جبکہ یزیدیوں نے مدینہ طیبہ کو تاراج کیا تو آپ کا وہ صحیفہ بھی ضائع ہو گیا جس پر آپ کو نہایت افسوس ہوتا تھا۔ فرماتے تھے۔

لوددت انی کنت فدیتها باهلی و مالی (٦١)

اچھا ہوتا کہ میں اپنے اہل وعیال اور تمام جائداد کو اس پر قربان کر دیتا۔

عورتوں میں آپکی خاص تلمیذہ مشہور خاتون حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن ہیں۔ انکی مرویات کو انکے بھانجے حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے جمع کیا تھا۔ کیونکہ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدینہ شریف میں تدوین حدیث کے لئے جو پیغام آیا تھا اسکی تعمیل آپ ہی نے کی تھی۔

تیسرے شاگرد حضرت قاسم بن محمد آپکے بھتیجے ہیں کہ آپکی کفالت میں رہے اور حدیثوں کا ایک وافر ذخیرہ آپ سے حاصل کیا۔ انکی مرویات بھی ابوبکر بن محمد نے جمع کی تھیں

حضرت ابو سعید خدری کی مرویات

آپکی مرویات بھی ایک ہزار سے زائد ہیں، یہ کتابت حدیث کو پسند نہ کرتے تھے لیکن انکے تلامذہ میں نافع اور عطا بن ابی رباح خاص طور پر مشہور ہیں۔ان دونوں حضرات کی احادیث خود انکی موجودگی میں لوگ لکھتے تھے۔(۶۲)

پھر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت مجاہد خود بھی آپ سے روایت کرتے ہیں اور ان سب حضرات نے احادیث کی جمع وتدوین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، لہذا آپکی مرویات تقریباً سب ہی جمع ہوگئی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی مرویات

آپکی عظمت شان اس سے ظاہر وباہر ہے کہ آپ کو بارگاہ رسالت میں خاص قرب حاصل تھا، صاحب النعل والوسادۃ آپ کا لقب مشہور تھا کہ آپ کو سفر وحضر میں حضور کی کفش برداری کا اعزاز خاص طور پر نصیب ہوا۔

آپکی روایتیں آپکے مشہور شاگرد حضرت علقمہ کے ذریعہ محفوظ ہوئیں اور ان سب کو لکھا گیا، بعض لوگوں نے یہ طریقہ بھی اپنایا کہ آپ سے حدیثیں سنکر جاتے اور گھر جا کر وہ احادیث قلمبند کر لیتے تھے۔وجہ اسکی یہ تھی کہ آپ ابتداء کتابت کے مخالف تھے۔(۶۳)

انس بن مالک کی مرویات کے مجموعے

آپ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص ہونے کی وجہ سے کثیر الروایت ہیں، اپنے بیٹوں اور تلامذہ کو احادیث لکھواتے تھے، جب کثرت سے لوگ آنے لگے تو آپ وہ صحیفے ہی اٹھالائے جن میں احادیث تھیں اور فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے خود حضور سے سنیں اور پھر لکھ کر دوبارہ سنائیں۔(۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایتوں کے مجموعے

آپ پڑھ چکے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے کتابت حدیث کی کامل طور پر اجازت بلکہ حکم مل چکا تھا۔لہذا آپ نے جو بھی سنا اسکو لکھا۔ آپ نے اپنے صحیفہ کا نام ''الصادقہ'' رکھا تھا، آپ نے بلا واسطہ روایات کو اس میں جمع کیا تھا۔ خود فرماتے ہیں:۔

ھذہ الصادقة فیھا ماسمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولیس بینی وبینه فیھااحد ۔

یہ صحیفہ صادقہ ہے، اس میں وہ احادیث درج ہیں جو میں نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنیں ہیں، اسکی روایت کیلئے میرے اور حضور کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

آپ کو یہ صحیفہ بہت عزیز تھا، فرماتے تھے۔

مایرغبنی فی الحیوۃ الاالصادقة والوھط ۔

زندگی میں میری دلچسپی جن چیزوں سے ہے ان میں ایک یہ صحیفہ ہے اور دوسری ''وھط'' نامی میری زمین ہے۔

حفاظت کیلئے آپ اس صحیفے کو ایک صندوق میں بند رکھتے تھے۔آپ کے بعد آپ کے اہل خانہ نے بھی اس صحیفے کی حفاظت کی ۔اغلب یہ ہے کہ آپ کے پوتے حضرت عمرو بن شعیب اس صحیفے سے روایت کرتے تھے۔ گو حضرت عمرو بن شعیب سے سارا صحیفہ مروی نہیں لیکن امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اسکے مندرجات کو روایت کردیا ہے ۔احادیث کی دوسری کتابوں میں بھی اس صحیفے کی احادیث ملتی ہیں۔

اس صحیفے کی علمی اہمیت بہت زیادہ ہے، کیونکہ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے اور اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے احادیث لکھنے کا واضح ثبوت بھی ملتا ہے۔(۶۵)

کہتے ہیں اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔

حضرت زید بن ثابت کی مرویات

آپ جلیل القدر صحابی اور جامع قرآن ہیں، عہد صدیقی میں جمع وتدوین قرآن کا کام آپ ہی نے انجام دیا۔ پھر دور عثمانی میں مصحف شریف کی نقلیں آپ ہی نے تیار کیں اور دسرے علاقوں میں اسکو تقسیم کیا گیا۔

کاتب وحی تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عبرانی زبان سیکھی تھی، احادیث کا عظیم ذخیرہ آپکو محفوظ تھا، لیکن مشکل یہ تھی کہ آپ کتابت کے مخالف تھے، ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ نے آپ کی احادیث قلمبند کرائیں لیکن آپ نے معلوم ہوتے ہی انکو مٹادیا تھا۔ آخر میں مروان بن الحکم نے ایک طریقہ یہ نکالا کہ پردے کے پیچھے لکھنے والے بٹھادیئے اور پھر آپ کو بلا کر احادیث پوچھتا تھا اور پس پردہ احادیث لکھی جاتی ہیں۔(٦٦)

حضرت عروہ آپ کے تلامذہ میں تھے، آپکی مرویات کو انہوں نے۔ جمع کیا اور اپنے بیٹے ہشام کو بھی اسکی تاکید کرتے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کا صحیفہ

آپ باب علم نبوت ہیں، کوفہ کی علمی مجالس ابن مسعود اور آپ کی تعلیمات کی رہین منت تھیں، آپکے پاس احادیث نبویہ اور احکام شرعیہ پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جسکو خود آپ نے تحریر فرمایا تھا۔

فرماتے ہیں:

ما کتبنا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا القرآن وما فی ھذہ الصحیفۃ ۔(٦٧)

ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم اور اس صحیفہ کے سوا کچھ نہ لکھا۔

یہ صحیفہ چمڑے کے ایک تھیلے میں تھا، اس میں آپکی تلوار بھی رہتی تھی، اس میں خون بہا،

اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ کے حدود اور اسکی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی کے احکام ومسائل درج تھے۔(۶۸)

دیگر صحابہ کرام کے حدیثی مجموعے

اسی طرح حضور کے خادم خاص حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذریعہ جمع ہو چکی تھیں۔(۶۹)

حضرت سمرہ بن جندب کی روایتیں بھی انکی زندگی میں جمع ہوئیں اور یہ مجموعہ انکے خاندان میں ایک عرصہ تک محفوظ رہا، انکے پوتے حبیب نے اسے دیکھکر روایتیں کیں۔(۷۰)

حضرت سعد بن عبادہ انصاری فن کتابت میں مہارت کی بنیاد پر مرد کامل سمجھے جاتے تھے، آپ نے بھی ایک صحیفہ احادیث مرتب کیا تھا، آپکے صاحبزادے نے ان احادیث کو روایت کیا۔(۷۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس بھی ایک مجموعہ تھا، ایک مرتبہ آپ نے اپنے کاتب وراد ثقفی سے حضرت امیر معاویہ کو ایک حدیث لکھوا کر بھیجی تھی۔(۷۲)

حضرت براء بن عازب جلیل القدر صحابی ہیں، انکی روایتیں انکی حیات ہی میں تحریری شکل میں مرتب ہوگئی تھیں، انکے شاگردوں کے شوق کتابت کا یہ عالم تھا کہ کاغذ موجود نہ ہوتا تو ہتھیلیوں پر لکھ لیتے تھے۔(۷۳)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ایک خاص صحابی ہیں، انہوں نے بھی حدیثیں کتابی شکل میں جمع کی تھیں، سالم ابوالنضر کا بیان ہے کہ میں نے آپکی تحریر کردہ ایک حدیث پڑھی ہے۔(۷۴)

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کتابت حدیث سے اتنی دلچسپی تھی کہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو نصیحت کرتے تھے کہ علم حاصل کرو، کیونکہ آج تم قوم میں چھوٹے ہو لیکن کل بڑے ہوگے تو قوم کو تمہاری ضرورت ہوگی، جو یاد نہ کر سکے تو اسے چاہیئے کہ وہ لکھ لیا کرے۔(۷۵)

حضرت امیر معاویہ، حضرت ثوبان اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مرویات انکے شاگرد خالد بن معدان کے ذریعہ تحریری شکل میں مدون ہوئیں، انہوں نے ستر

صحابہ کرام سے ملاقات کی تھی تحریر وتدوین کی جانب خاص توجہ کے باعث انکے پاس ایک باقاعدہ کتاب مرتب ہوگئی تھی۔(۷۶)

جن صحابہ کرام کی تحریری کوششوں کا ذکر ہم نے کیا ان میں بالخصوص وہ حضرات بھی ہیں جنکو مکثرین صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے یعنی جن سے ایک ہزار سے زائد احادیث روایت کی گئی ہیں۔انکی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے۔

۱۔	حضرت ابو ہریرہ	۵۳۷۴
۲۔	حضرت عبداللہ بن عمر	۲۶۳۰
۳۔	حضرت انس بن مالک	۲۲۸۶
۴۔	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ	۲۲۱۰
۵۔	حضرت عبداللہ بن عباس	۱۶۶۰
۶۔	حضرت جابر بن عبداللہ	۱۵۴۰
۷۔	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۱۱۷۰

انکے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعداد حدیث کے بارے میں آپ خود حضرت ابو ہریرہ کا فرمان پڑھ چکے کہ مجھ سے زیادہ احادیث حضرت ابن عمرو کی ہیں۔اس طرح ان حضرات کی مرویات کی تعداد تیئیس ہزار سے زیادہ ہوگی۔اور بعض محدثین نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی مکثرین میں شمار کیا ہے تو کم از کم دو ہزار کے مزید اضافہ سے یہ تعداد پچیس ہزار سے بھی زائد ہو جائیگی۔اور باقی صحابہ کرام کی روایات علیحدہ رہیں۔

ناظرین اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عہد صحابہ میں تدوین حدیث کس منزل میں تھی۔لہذا منکرین کا یہ کہنا کہ احادیث دوسو سال کے بعد ہی صحیفہ قرطاس پر ثبت ہوئیں،اس سے پہلے فقط حافظوں پر موقوف تھیں یہ حقیقت سے کتنی بعید بات ہے۔

اصولی طور پر کل احادیث کی تعداد

اس مقام پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس تعداد میں مکرر روایات بھی ہیں تو یہ تعداد گھٹ کر اس سے کافی کم ہوجائیگی، ہم کہتے ہیں یہ بات مسلم ہے لیکن اسکے ساتھ اس بات کو بھی ملحوظ نظر رکھیں کہ احادیث کی کل تعداد مختلف سندوں کے اعتبار سے اگر چہ لاکھوں تک پہونچتی ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے کہ ایک ایک محدث کو سات اور آٹھ لاکھ احادیث بھی یاد تھیں لیکن اصل صحیح احادیث کی تعداد کتنی ہے۔ امام حاکم کی تصریح یوں ہے۔

الحدیث التی فی الدرجة الاولی لاتبلغ عشرة آلاف۔(۷۷)

اعلی درجہ کی احادیث کی کل تعداد دس ہزار تک نہیں پہونچ پاتی۔

بلکہ بعض کے نزدیک تو اصل تعداد چار ہزار سے کچھ متجاوز ہے جیسا کہ علامہ امیر یمانی لکھتے ہیں:۔

من جملة لاحادیث المسندة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یعنی الصحیحة بلاتکرار اربعة آلاف واربع مأة۔(۷۸)

جملہ احادیث مندہ صحیحہ غیر مکررہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔

پہلی صدی کے آخر تک بعض صحابہ موجود تھے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ان مساعی جلیلہ کے بعد احادیث کی روایت کتابت اور انکی حفاظت کا سلسلہ یہاں آکر ختم نہیں ہوگیا تھا بلکہ جس طرح صحابہ کرام نے اس سرمایۂ دین ومذہب کو جان سے زیادہ عزیز رکھا اسی طرح بعد کے لوگوں نے بھی اسکو سینہ سے لگائے رکھا۔

صحابہ کرام کا دور پوری صدی کو محیط ہے، گویا سو سال تک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے قولی اور عملی نمونے اس دنیا میں نور وعرفان کی بارش فرماتے رہے، ستر اسی سال تک رہنے والے اصحاب رسول تو کثیر تعداد میں تھے لیکن مندرجہ ذیل چار حضرات کا

وصال تو صدی کے آخر اور بعض کا دوسری صدی میں ہوا۔

۱۔ حضرت انس بن مالک　　۲۔ حضرت محمود بن ربیع

۳۔ حضرت ہرماس بن زیاد باہلی　　۴۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن

وائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آخری صحابی حضرت ابوالطفیل کا ۱۱۰ھ میں بمقام مکہ مکرمہ وصال ہوا۔ لہٰذا یہ بات اپنے مقام پر بالکل محقق اور طے شدہ ہے کہ پوری ایک صدی تک دنیا صحابہ کرام کے فیض سے مستفیض رہی۔ انکے تلامذہ میں جلیل القدر تابعین، ائمہ مجتہدین اور فقہاء و محدثین شمار کئے جاتے ہیں۔ تابعین نے چونکہ بلاواسطہ جماعت صحابہ سے اکتساب فیض کیا تھا اس لئے انکی زندگی انہیں امور سے عبارت تھی جنکا درس صحابہ کرام نے ان کو دیا تھا۔

علم حدیث کی ترویج واشاعت کا یہ دور اپنی وسعت و ہمہ گیری کے لحاظ سے کافی اہم شمار کیا جاتا ہے، اللہ رب العزت نے انکی قوت یادداشت کو وہ امتیاز بخشا تھا جس پر لوگ عموما انگشت بدنداں ہیں۔ انہوں نے پوری پوری عمریں صرف اسی مشغلہ میں صرف فرمائیں اور اپنی انتھک کوششوں سے اسلامی تعلیمات کی بصورت سنت وحدیث خوب اشاعت فرمائی۔ چند ... نے ملاحظہ کرنے کے بعد قارئین خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ علم کن مراحل سے گذرا، حوادث زمانہ کی دست برد سے کس طرح اسکی حفاظت کی گئی۔ اور مالی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حب الٰہی اور محبت عشق رسول کے جذبہ سے سرشار لوگوں کی حالت ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ اپنا سب کچھ لٹا کر بھی علم دین اور سنت رسول کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ جہاں تک حفاظت حدیث کا تعلق ہے وہ تو آپ پڑھ چکے کہ زبانی حفظ وضبط اور صحائف میں نقش وکتابت کے طریقوں کو اپنا کر صحابہ کرام نے اسکی حفاظت فرمائی تھی۔

عہد تابعین میں تدوین حدیث

تابعین عظام نے بھی ان طریقوں پر عمل کرتے ہوئے حفظ و کتابت کا فریضہ انجام دیا صحابہ کرام نے اپنے بچوں اور زیر تربیت افراد کو خاص طور پر اس کام کیلئے منتخب کیا اور حفظ قرآن کے ساتھ احادیث بھی زبانی یاد کراتے تھے۔

حضرت عکرمہ جو سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلمیذ خاص اور غلام تھے اپنے بچپن کے حالات یوں سناتے تھے۔

کان ابن عباس یضع الکیل فی رجلی علی تعلیم القرآن والسنن۔(۷۹)

حضرت ابن عباس میرے پاؤں میں قرآن مجید اور احادیث یاد کرانے کیلئے بیڑیاں ڈال دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ کی خدمت میں لوگ کثرت سے اپنے بچے حفظ احادیث کیلئے بٹھاتے تھے۔ آپس میں مذاکرۂ حدیث کا طریقہ بھی جاری کیا گیا تھا، اساتذہ متعلمین کا آموختہ سنتے، سبقا سبقا احادیث یاد کرائی جاتی تھیں، کوئی صرف پانچ حدیثوں کا درس دیتا اور کوئی دو پر ہی اکتفا کر لیتا تھا۔

حضرت عروہ نے اپنی اولاد، حضرت ابن عباس نے اپنے تلامذہ اور امام زہری نے اپنے شاگردوں کے ساتھ یہ ہی طریقہ اختیار کیا جس سے یہ فائدہ ہوتا کہ رفتہ رفتہ وہ عظیم ذخیرہ کے حافظ ہو جاتے تھے۔ ورنہ نتیجہ وہی نکلتا جو امام زہری نے فرمایا تھا۔

من طلب العلم جملۃ فاتہ جملۃ۔(۸۰)

جو ایک دم سب حاصل کرنے کے درپے ہو وہ سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔

یہ اہتمام ان لوگوں کے یہاں تھا جو حفظ وضبط میں یگانۂ روزگار تھے، جنکی مثالیں آج دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے [illegible]

غلط بیانی راہ نہ پا سکے اور فرمان رسول کی حفاظت خوب سے خوب تر کے انداز میں ہوتی رہے۔
انکی قوت حافظہ دیکھنا ہو تو حفاظت حدیث کے چند واقعات سماعت فرماتے چلیئے۔

صحابہ و تابعین کے حفظ وضبط کی نادر مثالیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت آپ پڑھ چکے کہ آپ سے ۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی یادداشت کیلیئے دعا کی تھی جسکے نتیجہ میں آپ فرماتے تھے کہ پھر میں کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا، آپکے اس دعوی پر ہوسکتا ہے کچھ شک گذرا ہو کہ ایک دن مروان بن الحکم نے آپ کو بلایا، مروان کے سکریٹری ابوالزعزہ کا بیان ہے کہ مجھے پہلے ہی حکم مل چکا تھا کہ میں پردہ کے پیچھے بیٹھ کر جو کچھ وہ بیان کریں لکھتا جاؤں، بہرحال یہ ہی ہوا، مروان مختلف انداز سے سوالات کرتا اور حضرت ابو ہریرہ احادیث کریمہ بیان کرتے جاتے اور میں پس پردہ لکھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو گیا۔ لیکن ابو ہریرہ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اسکے بعد حضرت ابو ہریرہ چلے گئے اور وہ مجموعہ بحفاظت رکھ دیا گیا۔ ابوالزعزہ کہتے ہیں۔

فترکہ سنة ثم ارسله اليه و اجلسنی وراء الستر فجعل يسأله و اناانظر فی الكتاب فمازادو لانقص ۔(۸۱)

مروان نے اس مجموعہ کو ایک سال تک رکھ چھوڑا، اسکے بعد حضرت ابو ہریرہ کو پھر بلایا اور مجھے بٹھا کر آپ سے وہی احادیث پھر پوچھیں، میں کتاب دیکھتا جاتا تھا، پوری کتاب سنادی لیکن نہ کسی لفظ کا اضافہ تھا اور نہ کمی۔

گویا یہ آپ کا امتحان تھا جس میں آپ دعائے رسول کی بدولت فائز المرا ہے اور اہل دربار نے آپ کے حافظہ کی قوت کی توثیق کی۔

حضرت امام ابن شہاب زہری جنکو حدیث رسول کی تدوین کیلیئے باقاعدہ دربار خلافت سے حکم نامہ جاری ہوا تھا اور انہوں نے نہایت محنت شاقہ سے باحسن وجوہ یہ کارنامہ انجام دیا

جسکی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں، کہا جاتا ہے کہ

ہشام بن عبدالملک نے آپکے حافظہ کا امتحان لینا چاہا تو یوں کیا کہ ایک دن آپ دربار میں کسی ضرورت سے آئے ہوئے تھے، اس نے خواہش ظاہر کی کہ شہزادے کو کچھ حدیثیں لکھوادیجئے، آپ راضی ہوگئے اور آپ نے چار سو احادیث املا کرادیں ۔ایک ماہ بعد جب زہری دوبارہ پہونچے تو بڑے افسوس سے ہشام نے کہا:۔

ان ذلك الكتاب ضاع ۔(۸۲)

وہ کتاب ضائع ہوگئی۔

آپ نے فرمایا: تو پریشانی کی کیا بات ہے؟ لاؤ پھر لکھوائے دیتے ہیں، غرضکہ آپ نے برجستہ پھر چار سو احادیث کا املا کرادیا۔

اب سنئے، درحقیقت پہلا نسخہ ضائع نہیں ہوا تھا بلکہ ہشام کی یہ ایک ترکیب تھی، جب امام زہری دربار سے چلے گئے تو ہوا۔

قابل بالكتاب الاول فما غادر حرفا۔

پہلی کتاب سے جب مقابلہ ہوا تو ایک حرف بھی نہیں چھوٹا تھا

امام ابوزرعہ رازی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن مسلم اور فضل بن عباس کے درمیان آپکی مجلس میں ایک حدیث کے الفاظ پر بحث شروع ہوگئی، جب کوئی فیصلہ نہ ہوا تو آپکی طرف رجوع کیا گیا، آپ نے اپنے بھتیجے ابوالقاسم کو بلوایا، جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا:

ادخل بيت الكتب فدع القمطر الاول والثاني والثالث، وعد ستة عشر جزءً وأتنى بالجزء السابع عشر۔(۸۳)

کتب خانہ میں جاؤ اور پہلے دوسرے تیسرے بستہ کو چھوڑ کر چوتھے بستہ سے سولہ حصوں کے بعد سترہواں حصہ میرے پاس لاؤ۔

ابوالقاسم کا بیان ہے کہ حافظ ابوزرعہ نے اس حصہ کے اوراق الٹ کر حدیث جس صفحہ

پر تھی اسکو نکال کر پیش کر دیا۔ محمد بن مسلم نے جب وہ حدیث ملاحظہ کی تو صاف اقرار کرنا پڑا کہ ہاں ہم نے غلطی کی۔

امام ابوزرعہ کا کہنا تھا کہ پچاس سال ہوئے جب میں نے حدیثیں لکھی تھیں اور وہ میرے گھر میں رکھیں ہیں، لکھنے کے بعد پھر کبھی دوبارہ مطالعہ نہیں کیا، لیکن جانتا ہوں کہ کونسی حدیث کس کتاب میں ہے کس صفحہ میں ہے کس سطر میں ہے۔

مشہور محدث وفقیہ اسحاق بن راہویہ استاذ امام بخاری کے بارے میں منقول ہے کہ خراسانی امیر عبداللہ بن طاہر کے دربار میں ابن راہویہ کی کسی دوسرے عالم سے بعض مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی، کسی کتاب کی عبارت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا، اس پر ابن راہویہ نے امیر عبداللہ سے کہا: آپ اپنے کتب خانہ سے فلاں کتاب منگوایئے، کتاب منگوائی گئی، آپ نے فرمایا: عدمن الکتاب احدی عشرۃ ورقۃ ثم عد سبعۃ اسطر۔(۸۴)

کتاب کے گیارہ ورق پلٹ کر ساتویں سطر میں دیکھئے وہی ملے گا جو میں کہہ رہا ہوں۔

جب وہ عبارت بعینہ مل گئی تو امیر نے کہا:۔

علمت انك قد تحفظ المسائل ،ولكنی اعجب بحفظك هذه المشاهدة۔(۸۵)

یہ چیز تو مجھے معلوم تھی کہ آپ مسائل کے خوب حافظ ہیں، لیکن آپکی قوت یادداشت اور حفظ کے اس مشاہدہ نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

ان چند واقعات سے اس چیز پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ احادیث وسنن کے ذخیرہ کو ان تابعین وتبع تابعین نے اپنے سینے میں کس طرح محفوظ کر لیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ علم حدیث سینوں سے سفینوں کی طرف ان حضرات کے عہد میں بھی منتقل ہوتا رہا بلکہ کافی عروج پر تھا۔ ساتھ ہی اس چیز کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ وہ حضرات اپنے حفظ وضبط کی تائید کتابت شدہ مواد سے کرتے تھے اور کتابت کا موازنہ حفظ سے کیا جاتا تھا۔

علامہ پیر کرم شاہ ازہری تدوین حدیث کی مزید تفصیلات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

عہد نبوی، عہد صحابہ اور تابعین میں کتابت وتدوین حدیث کی جو مثالیں ہم نے گذشتہ

صفحات میں بیان کیں ہیں، ان سے مستشرقین کے اس تاثر کی تردید ہو جاتی ہے کہ احادیث کی تدوین دوسری یا تیسری صدی ہجری میں ہوئی اور اس سے پہلے صرف زبانی طور پر احادیث کی روایت کا رواج تھا۔ حقیقت یہ کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں گو احادیث کی حفاظت کیلئے زیادہ انحصار زبانی یاد کرنے اور ان فرامین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امت کی عملی زندگی میں نافذ کرنے پر تھا لیکن اسکے باوجود حفاظت حدیث کیلئے کتابت کے ذریعہ کو مسلمانوں نے تاریخ اسلام کے ہر دور میں استعمال کیا ہے۔

ملت اسلامیہ چند غیر منظم لوگوں کے ہجوم کا نام نہ تھا بلکہ یہ تاریخ انسانی کی منظم ترین جماعت تھی۔ اس ملت کو اپنے الہامی پیغام پر صرف خود ہی عمل پیرا نہ ہونا تھا بلکہ ساری نسل انسانی کو اس حیات بخش پیغام کی طرف بلانا ان کا ملی فریضہ تھا۔ ملت اسلامیہ نے ریاست کے داخلی مسائل کو بھی حل کرنا تھا اور خارجی اور بین الاقوامی مسائل سے بھی نبٹنا تھا۔ اس ملت کا اپنا ایک علیحدہ آئین بھی تھا اور قانون بھی۔ ملت کے مقتدر حضرات کے سامنے قوم کے سیاسی معاشی اور دینی مسائل کو حل کرنے کا چیلنج بھی تھا۔ ان کیلئے زندگی کے ان تمام شعبوں کے متعلق تفصیلی ہدایات احادیث پاک میں موجود تھیں۔ ملت ان گوناگوں ذمہ داریوں کو سرسری نظر سے دیکھ کر ہی انسان اس نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ مسلمان احایث طیبہ کی حفاظت کیلئے کتابت کے ذریعہ کو نظر انداز کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ قوم جس کے آئین کی ایک شق یہ ہو:۔

ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ۔

"اور نہ اکتایا کرو اسے لکھنے سے خواہ (رقم قرضہ) تھوڑی ہو یا زیادہ، اس کی میعاد تک"

اس ملت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ زبان رسالت سے حاصل ہونے والے علوم ومعارف کی حفاظت کیلئے کتابت کے ذریعہ کو نظر انداز کر دے۔

جو دین آپس کے معمولی لین دین کو تحریر کرنے کا حکم دیتا ہے، یہ بات اس دین کے مزاج ہی کے خلاف ہے کہ وہ ان ہدایات کو ریکارڈ کرنے پر توجہ نہ دے جو قیامت تک ملت کی رہنمائی کیلئے ضروری ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ملت کے مزاج کے عین مطابق مسلمانوں نے کسی دور میں

کتابت حدیث کو نظر انداز نہیں کیا، البتہ ابتدائی زمانہ میں انکا زیادہ انحصار حفظ پر تھا۔ جو لوگ احادیث طیبہ کے مجموعے تیار کرتے تھے وہ بھی انکو حفظ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کتابت حدیث کی ممانعت کی جو احادیث مروی ہیں ان میں احادیث لکھنے کی جو ممانعت کی گئی ہے اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ لوگ تحریر پر بھروسہ کر کے احادیث کو یاد کرنے میں سستی نہ کرنے لگیں۔

احادیث کی حفاظت کیلئے عہد نبوی میں مسلسل کوششیں ہوتی رہیں لیکن جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد صدیقی میں قرآن حکیم سے متعلق یہ محسوس کیا تھا کہ گو قرآن حکیم مسلمانوں کے سینوں میں بھی محفوظ ہے اور مختلف اشیاء پر کتابت شدہ شکل میں بھی کاشانۂ نبوت اور کئی صحابہ کرام کے پاس بھی موجود ہے لیکن اسکے باوجود وقت کا تقاضا ہے کہ قرآن حکیم کو باقاعدہ ایک صحیفے کی شکل میں جمع کردیا جائے، بعینہ اسی طرح خلیفۂ برحق، امام عادل، ثانی فاروق حضرت عمر بن عبداللہ العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہ بات شدت سے محسوس کی کہ حفاظت احادیث کیلئے جو کوششیں پہلے ہوتی رہی ہیں، گو ماضی میں تو وہ احادیث کی حفاظت کے مقصد کیلئے کافی تھیں لیکن حالات کے بدلتے ہوئے تقاضے احادیث کی باقاعدہ تدوین کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اسی احساس کی وجہ سے انہوں نے سو ہجری میں حضرت ابوبکر بن حزم والئی مدینہ کو مندرجہ ذیل حکم بھیجا:۔

انظر ما کان من حدیث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاکتبه فانی خفت دروس العلم وذهاب العلماء ولاتقبل الا الحدیث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولیفشوا العلم ولیجلسوا حتی یعلم من لایعلم فان العلم لایهلك حتی یکون سراً و کذلك کتب الی عماله فی امهات المدن الاسلامیة بجمع الحدیث۔

''حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی احادیث کو نہایت احتیاط سے لکھ دو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں علم کے آثار مٹ نہ جائیں اور علماء اس دار فانی سے رخصت نہ ہو جائیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے بغیر کسی کا قول قبول نہ کرنا چاہیئے۔ علماء علم کو پھیلائیں اور جو ناواقف ہیں، ان کو سکھانے کیلئے بیٹھ جائیں کیوں کہ علم اگر راز ہو جائے (یعنی

چیدہ چیدہ لوگ اس سے واقف ہوں) تو اسکی فنا یقینی ہے۔اسی طرح آپ نے مملکت اسلامیہ کے مشہور شہروں کے والیوں کی طرف بھی حدیث جمع کرنے کے احکام صادر فرمائے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والئی مدینہ حضرت ابوبکر بن حزم کے نام جو فرمان لکھا اس میں خصوصی طور پر یہ تاکید بھی تھی کہ وہ ان احادیث کو لکھ کر انکی طرف روانہ کریں جو حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ اور حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر کے پاس موجود ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صرف عمال حکومت کو احادیث مدون کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ خود بھی احادیث لکھا کرتے تھے حضرت ابوقلابہ سے روایت ہے، فرمایا:۔

خرج علینا عمر بن عبدالعزیز لصلوة الظهر ومعه قرطاس ثم خرج علینا لصلوة العصر وهو معه فقلت له : یاامیرالمومنین ، ماهذاالکتاب ؟ قال حدیث حدثنی به عون بن عبدالله فاعجبنی فکتبته ۔

''حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ظہر کیلئے باہر تشریف لائے تو انکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔پھر عصر کیلئے تشریف لائے تو پھر بھی وہ کاغذ انکے پاس تھا میں نے عرض کیا: امیرالمومنین ! یہ کتاب کیسی ہے؟ فرمایا: یہ حدیث پاک ہے جو عون بن عبداللہ نے مجھے سنائی ۔مجھے یہ حدیث پاک بہت پسند آئی اور میں نے اس کو لکھ لیا۔''

حضرت بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تدوین حدیث کی ضرورت کا جو احساس کیا تھا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے بہت جلد ملت کے اکابر علماء کو اس احساس میں اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا اور کتابت حدیث کی کراہت کا جو رویہ عہد صحابہ اور عہد تابعین کے ابتدائی دور میں موجود تھا، وہ رویہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور کے تقاضوں کی وجہ سے پہلے مدھم ہوا اور پھر ختم ہوگیا۔اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اس عہد میں بے شمار علماء نے تدوین حدیث کی کوششوں میں حصہ لیا۔کتابت حدیث کے متعلق ملت کے رویے میں تبدیلی کے اسباب کا اندازہ حضرت امام زہری کے اس قول سے ہوتا ہے۔وہ فرماتے ہیں:۔

لولا احادیث تأتینا من قبل المشرق ننکرها لا نعرفها ما کتبت حدیثاً

ولآاذنت فی کتابہ۔

''اگر وہ احادیث نہ ہوتیں جو مشرق کی طرف سے ہم تک پہونچتی ہیں اور ہم انکے متعلق نہیں جانتے تو میں نہ تو احادیث کو لکھتا اور نہ اسکی اجازت دیتا''

گویا وقت کے تقاضوں نے احادیث طیبہ کی حفاظت کیلئے تدوین حدیث کو انتہائی ضروری قرار دیدیا تھا اور زہری اور دیگر علماء نے اس خطرے کو فوراً بھانپ لیا تھا کہ اگر تدوین حدیث کا کام سرانجام نہ دیا گیا تو اسلام دشمن قوتیں وضع حدیث کے فتنے کے ذریعے اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کریں گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کے جواب میں ریاست اسلامی کے تمام شہروں میں علماء نے احادیث کی تدوین کا کام شروع کردیا۔امام زہری کے علاوہ جن خوش نصیبوں کا شمار احادیث پاک کے ابتدائی مدونین میں ہوتا ہے،ان میں سے چند ایک اسماء گرامی یہ ہیں۔

مکہ مکرمہ میں:	عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج البصری	(م۱۵۰ھ)
مدینہ طیبہ میں:	امام مالک بن انس،	(م۱۷۹ھ)
	محمد بن اسحاق،	(م۱۵۱ھ)
	محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب،	(م۱۵۸ھ)
بصرہ میں:	ربیع بن صبیح،	(م۱۶۰ھ)
	سعید بن ابی عروہ،	(م۱۵۶ھ)
	حماد بن سلمہ،	(م۱۶۷ھ)
کوفہ میں:	سفیان ثوری	(م۱۶۱ھ)
یمن میں:	معمر بن راشد	(م۱۵۳ھ)
شام میں:	عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی	(م۱۵۸ھ)
خراسان میں:	عبداللہ بن عمر،	(م۱۸۱ھ)

واسط میں: ہشیم بن بشیر، (م ۱۸۳ھ)

رے میں: جریر بن عبدالحمید (م ۱۸۸ھ)

اور مصر میں عبداللہ بن وہب، (م ۱۹۸ھ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے احایث کے جو مجموعے تیار ہوئے ،انہیں صرف حفاظت کیلئے سنبھال کر رکھ نہیں دیا گیا بلکہ امت میں انکی اشاعت کیلئے خصوصی اہتمام کیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تعمیل میں سب سے پہلے حضرت ابن شہاب زہری نے احادیث مرتب کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجیں اور آپ نے انکی نقلیں فوراً ریاست اسلامی کے مختلف علاقوں میں روانہ فرما دیں۔

حضرت ابن شہاب زہری نے خود وضاحت فرمائی ہے:۔

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناھا دفتراً دفترا فبعث الی کل ارض له علیھا سلطان دفتراً۔

''حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہمیں احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے احادیث طیبہ کو کئی دفاتر میں مرتب کر دیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہر اس علاقے کی طرف ایک دفتر روانہ کر دیا جو انکی سلطنت کا حصہ تھا۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث طیبہ کی صرف تدوین کا ہی حکم نہیں دیا تھا بلکہ ساتھ ہی انکی نشر واشاعت کا بھی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ احادیث کو پھیلاؤ کیونکہ یہ علم ہے اور علم جب راز بن جائے تو ختم ہو جاتا ہے۔

گزشتہ بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ احادیث طیبہ کی حفاظت کیلئے کتابت کے ذریعے کو ابتداء ہی سے استعمال کیا جاتا رہا۔ احادیث طیبہ کو سینوں میں محفوظ رکھنے ،اپنی زندگیوں کو انہی کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے اور احادیث کو تحریری شکل میں محفوظ رکھنے کی انفرادی کوششیں اتنی عمدہ تھیں کہ انکی موجودگی میں سرکاری سطح پر احادیث کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ لیکن پہلی صدی ہجری کے اختتام پر حالات نے خلیفۂ وقت حضرت عمر بن

عبدالعزیز کوسرکاری سطح پر تدوین حدیث کی طرف راغب کیا اور انکے حکم سے سرکاری سطح پر تدوین حدیث کی ابتدا ہوئی۔ اسکے بعد ہر زمانے کے علماء نے احادیث طیبہ کی خدمت میں حصہ لیا۔

امت مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر ہمیشہ کڑی نظر رکھی اور جب بھی قرآن وحدیث کی حفاظت کیلئے نئے اسلوب اپنانے کی ضرورت محسوس ہوئی، انہوں نے وقت کے تقاضوں پر لبیک کہنے میں ذرا سی بھی سستی نہیں کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے پہلے سرکاری سطح پر احادیث کے مدون نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے ملت کے اصحاب اقتدار کو اسکا احساس نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے اس اسلوب کو اپنانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ اس بات کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مختلف علماء کو احادیث کی تدوین کے متعلق لکھا تھا، اسی طرح انکے والد عبدالعزیز بن مروان نے بھی اپنی مصر کی گورنری کے زمانے میں حضرت کثیر بن مرہ کو احادیث لکھنے متعلق لکھا تھا:۔

حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں:۔

حدثنی یزید بن ابی حبیب ان عبدالعزیز بن مروان کتب الی کثیر بن مرة الحضرمی و کان قدادرك بحمص سبعین بدریا من اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لیث : و کان یسمی الجندالمقدم قال : فکتب الیه ان یکتب الیه بما سمع من اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم من احادیثهم الا حدیث ابی هریرة فانه عندنا۔

''یزید بن ابی حبیب نے مجھے بتایا کہ عبدالعزیز بن مروان نے کثیر بن مرہ حضرمی کو ،جن کی ملاقات حمص میں ستر بدری صحابہ کرام سے ہوئی تھی اور جن کو ''الجند المقدم'' کہا جاتا تھا، لکھا کہ انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو احادیث سن رکھی ہیں وہ ان کیلئے تحریر کردیں سوائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کے کیونکہ وہ

پہلے ہی انکے پاس موجود ہیں۔"

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ آیا حضرت کثیر بن مرہ نے گورنر مصر کے حکم کی تعمیل کی تھی یا نہیں لیکن گورنر مصر کی خواہش کے باوجود علماء کرام تدوین حدیث کی طرف اس رفتار سے مائل نہیں ہوئے، جس رفتار سے ان کے صاحبزادے کے دور میں انکی دعوت پر ہوئے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ عبدالعزیز بن مروان کے زمانے میں علماء نے اس کام کی ضرورت کو شدت سے محسوس نہ کیا تھا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں علماء کرام نے اسی بات کو شدت سے خود بھی محسوس کیا جو خلیفۂ وقت نے محسوس کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفۂ وقت کی دعوت پر علماء کرام کی تدوین حدیث کی انتھک کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ اس بات سے اس حقیقت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ علماء اسلام وقت کے حکمرانوں کے دباؤ میں آکر کوئی ایسا کام نہ کرتے تھے جسے وہ خود غیر ضروری یا نامناسب سمجھتے تھے۔ گورنر مصر کا حکم اس لئے نہ چل سکا کہ اس وقت کے علماء نے خود اس وقت اس کام کی ضرورت محسوس نہ کی اور اسی گورنر کے بیٹے کا اسی نوعیت کا حکم پوری آب وتاب سے اس لئے نافذ ہو گیا کہ انکے دور کے علماء نے خود بھی اس کام کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا تھا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ احادیث ہر دور میں کتابت شدہ شکل میں موجود تھیں، تو اس سے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہر زمانے میں روایت حدیث میں کتابت کا دخل رہا ہے اور یہ تصور کلیۃً غلط ہے کہ احادیث کی باقاعدہ تدوین سے پہلے وہ صرف زبانی طور پر ہی ایک راوی سے دوسرے راوی کی طرف منتقل ہوتی رہیں۔ (۸۶)

مزید لکھتے ہیں:

مسلمانوں نے اپنے دینی مصادر کی حفاظت کے معاملہ میں کبھی کوتاہی نہیں کی البتہ انہوں نے ہر زمانے میں دینی مصادر کی حفاظت کا وہی طریقہ استعمال کیا، جو اس زمانے کے تقاضوں پر پورا اترتا تھا۔ جب حالات بدلتے اور دین کی حفاظت کیلئے نئے ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو مسلمان وقت کے تقاضوں کی پکار پر فوراً لبیک کہتے۔

قرآن اور حدیث کی حفاظت کی کوششیں کئی جہتوں سے ایک دوسری کی مماثل ہیں۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ہی اسلام کا دور عروج ہے۔ مستشرقین سب سے بڑا مغالطہ اسی مقام پر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور ہمایوں کو اسلام کا دور طفولیت قرار دیتے ہیں حالانکہ یہی دور اسلام کا دور عروج ہے۔ قرآن وحدیث کی حفاظت کا بھی یہی دور عرج ہے، جس کی مستشرقین کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں۔ عہد نبوی میں قرآن و حدیث کی حفاظت کی کوششوں کے متعلق مولانا محمد بدر عالم صاحب نے خوب لکھا ہے، ان کے الفاظ نظر قارئین ہیں۔

قرآن وحدیث کی حفاظت کا یہ دور دور شباب تھا۔ اس لئے حفاظ کی کثرت، صحابہ کی یک جہتی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض صحبت کے عمیق اثرات نے اس ضرورت کا احساس ہی نہ ہونے دیا کہ وہ قرآن کیلئے کسی جدید نظم ونسق کا تخیل اپنے دماغوں میں لاتے۔ اسی طرح حدیث کا معاملہ بھی لوگوں کے اپنے اپنے انفرادی جذبہ تحفظ کی وجہ سے کسی مزید اہتمام کے قابل نہ سمجھا گیا۔ حتی کہ جب جنگ یمامہ میں دفعۃً صحابہ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی تو اب حاملین قرآن کو ان اچانک اور غیر معمولی نقصانات سے قرآن کی حفاظت میں خلل پڑ جانے کا خطرہ بھی محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ پورے غور کے ساتھ ملحوظ رکھئے۔

ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بمجمع القرآن۔

"جنگ یمامہ میں حفاظ بے طرح شہید ہوئے ہیں۔ خدانہ کردہ اگر کہیں آئندہ اسی طرح حفاظ قتل ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس لئے آپ قرآن جمع کرنے کا سرکاری طور پر انتظام کیجئے۔"

دوسری طرف اب اس دور پر غور فرمائیے جبکہ صحابہ ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے تھے۔
یعنی دیکھنے والوں کا دور تو ختم ہو رہا تھا اور ان کی جگہ اب ان مشاہدات کو الفاظی لباس میں دیکھنے

والوں کی باری آرہی تھی۔ جمال جہاں آرا کو بے حجاب دیکھنے والوں کے سینوں میں جو حرارت بھڑک رہی تھی، آپ کے انتقال مکانی کا حجاب پڑ جانے سے اس کے شعلوں میں وہ تیزی باقی نہ رہنے کا امکان نظر آنے لگا تھا۔ اس لئے یہاں بھی دیکھنے والوں کے دل میں بے چینی پیدا ہونا شروع ہوگئی کہ کہیں اس محبوب عالم کی ادائیں ان کے رخ انور کے نظارہ کرنے والوں کے ختم ہو جانے سے تاریخ کا ایک صفحہ بن کر نہ رہ جائیں۔ اس لئے وہ انتظام کرنا چاہیے جو عالم کی تاریخ میں ایک یادگار رہ جائے۔ اگر یہ فقط ان کے امتیازانہ جذبات ہی کا کرشمہ ہوتا تو رسول اور امتی کے رشتے اس سے پہلے بھی بہت ہو چکے تھے مگر یہاں سب پیرائے ہی پیرائے تھے، اندرونی ہاتھ کوئی اور تھا جس نے اس تمام مشیزی کو حرکت دے رکھی تھی جس قدرت نے آپ کو تمام عالم کیلئے راہنما بنا کر بھیجا تھا، وہ ہرگز یہ گوارا نہ کرسکتی تھی کہ آپ کی تصویر بھی آئندہ نسلوں کے سامنے کرشن اور رام چندر کی صرف کہانیوں کی طرح پیش کی جائے۔ ایک طرف نبوت ختم ہو چکی ہو، رسالت کا دروازہ مسدود ہو، دوسری طرف اس آخری رسول کے صفحات زندگی بھی محو شدہ اور مشتبہ صورت میں رہ جائیں حتی کہ آئندہ رسول کا دیکھنا تو در کناران کی سیرت کا صحیح مطالعہ بھی میسر نہ آسکے۔ اس لئے قرآن کریم کی حفاظت کے ساتھ حدیث کی حفاظت کی جہاں تک ضرورت تھی، اس کا احساس بھی قلوب میں پیدا کر دیا گیا۔ آخر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کے نام یہ فرمان لکھ بھیجا:۔

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء۔

''آئندہ علم کم ہونے اور علماء کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔''

اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ، تقریباً نوے سال بعد کے ان الفاظ کے پہلو بہ پہلو رکھئے تو آپ کو ان دونوں میں یکسانیت نظر آئے گی جو ایک ہی شخص اور ایک ہی دماغ کے خیالات میں نظر آتی ہے۔ وہاں بھی خدائی حفاظت کے وعدے نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں جنبش پیدا کی تھی اور یہاں بھی وہی وعدہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس اقدام

کے لئے محرک بنا۔

ماوشمار بہانہ ساختہ اند۔(۸۷)

تدوین حدیث کے لئے اہل ثروت محدثین نے دریادلی کا ثبوت دیا

آج کی طرح مندرجہ بالاتمام تر تحقیقات انکو گھر بیٹھے ہی حاصل نہیں ہوگئی تھیں۔ بلکہ ان حضرات نے کتنی جانفشانیاں کیں اور کن حوادث سے دوچار ہوئے انکی داستان نہایت طویل ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے، کے طور پر چند ملاحظہ فرمائیں۔

امام عبداللہ بن مبارک

آپ نہایت عظیم تاجر تھے اور حدیث وفقہ کے امام بھی، چار مہینے طلب حدیث میں گذارتے، چار ماہ میدان جہاد میں، اور چار ماہ تجارت کرتے تھے۔فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

طلب علم حدیث وفقہ میں ذوق علمی کا یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ والد ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درہم تجارت کیلئے دیئے تو تمام رقم طلب حدیث میں خرچ کرکے واپس آئے والد ماجد نے دراہم کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جس قدر حدیث کے دفتر لکھے تھے والد کے حضور پیش کردیئے اور عرض کیا: میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے ہم دونوں کو جہان میں نفع حاصل ہوگا۔ والد ماجد بہت خوش ہوئے اور مزید تیس ہزار درہم عنایت کرکے فرمایا: جایئے علم حدیث وفقہ کی طلب میں خرچ کرکے اپنی تجارت کامل کرلیجئے۔(۸۸)

تجارت کا پیشہ والد سے وراثت میں ملا تھا، تجارت سے کافی آمدنی ہوتی تھی اور اکثر علم حدیث وفقہ کے طالبین پر خرچ فرماتے، کسی نے ان حضرات پر خرچ کی تخصیص سے متعلق پوچھا تو فرمایا:۔

قوم لهم فضل وصدق طلبوا الحديث فأحسنوا الطلب للحديث لحاجة الناس اليهم احتاجوا ،فان ترکنا هم ضاع علمهم وان اغناهم سوی العلم لامة محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولاعلم بعدالنبوة افضل من العلم ۔(۸۹)

ان حضرات کو فضل علم اور صدق مقال کی دولت حاصل ہے، حدیث کی طلب میں ان حضرات نے جس سلیقہ سے کام لیا، انکی یہ کوششیں لوگوں کی ضرورت کے تحت تھیں، اگران کو چھوڑ دیا جائے تو یہ علم ضائع ہوجائیگا، اوراگران کو آسودہ حال رکھا جائے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کیلئے علم کی راہیں ہموار ہونگی، اور میں نبوت کے بعد اس علم سے بہتر کسی کو خیال نہیں کرتا۔

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب رومیوں کے مقابلہ میں جہاد کیلئے مصیصہ کی سرحد چوکی کو جاتے ہوئے شہر رقہ سے گذرتے تو ایک نوجوان آپ سے کچھ احادیث پڑھ لیتا تھا۔ایک مرتبہ جب آپ وہاں پہونچے تو وہ جوان ملنے نہیں آیا، لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا ،معلوم ہوا کہ کسی پر اس کا قرض چڑھ گیا تھا ،قرض خواہ نے نوجوان کو جیل میں ڈلوادیا ہے۔

یہ سنکر آپ خاموش ہوگئے ،دوسرے دن اس قرضخواہ کے پاس پہونچے اور پوچھا کہ تمہارا کتنا قرض فلاں پر رہ گیا ہے، بولا دس ہزار درہم ۔اسی وقت آپ نے رقم ادا کردی اور رقہ سے تشریف لے گئے ۔جوان جیل سے چھوٹ کر جب شہر آیا تو آپکی آمد کی اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ کل یہاں سے روانہ ہوگئے ہیں ۔یہ جوان اسی وقت روانہ ہوا اور چند منزل بعد ملاقات ہوگئی ،فرمایا: کہاں تھے؟ سارا واقعہ سنایا اور خدا جانے میرے قرض کو کس نے ادا کیا جسکی وجہ سے مجھے رہائی مل گئی ،فرمایا: خدا کا شکر ادا کرو، اللہ رب العزت نے کسی سے دلوادیا ہوگا ۔اس جوان کو اس حسن سلوک کا پتہ اس وقت چلا جب آپ کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپکے ساتھی اور دوست ہیں ،امام اعظم قدس سرہ سے فقہ وحدیث کی تعلیم پائی، ایک دن آپکے تجارتی مشاغل دیکھ کر کچھ کہا تو آپ نے

فرمایا: لولاك واصحابك ماتجرت ۔(۹۰)

اگرآپ اورآپکے ساتھی محدثین وصوفیہ نہ ہوتے تو میں ہرگز تجارت نہ کرتا۔

غرضکہ علم حدیث کے طلبہ پرآپکی نوازشات عام تھیں۔

امام یحیی بن معین

فن رجال کے امام الائمہ یحی بن معین کے والد معین عظیم سرمایہ کے مالک تھے ۔انتقال کے وقت انہوں نے دس لاکھ پچاس ہزار درہم صاحبزادے کیلئے چھوڑے۔اس زمانے کے لحاظ سے اتنی کثیر رقم کا اندازہ آپ خود کیجئے،لیکن آپ نے اس سرمایہ کواپنے عیش وآرام میں خرچ نہ کیا،کسی شہر کا رئیس بنکر مرجانا انکو پسند نہیں تھا بلکہ یہ ساری دولت اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے حصول اور موضوع روایات کو چھانٹ چھانٹ کرعلیحدہ کرنے میں خرچ کرڈالی۔نوبت بایں جارسید کہ

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

فانفقه كله على الحديث حتى لم يبق له نعل يلبسه۔ (۹۱)

ساڑھے دس لاکھ درہم آپ نے علم حدیث کے حصول میں خرچ کردیئے،آخر میں چپل تک باقی نہ رہی۔

امام حاکم نے آپ کا علم حدیث کونکھارنے کے تعلق سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ

امام احمد بن حنبل نے بیان فرمایا: ہم جس زمانہ میں صنعاء یمن میں حدیث پڑھنے کیلئے مشغول تھے اور میرے ساتھیوں میں یحی بن معین بھی تھے۔ایک دن میں نے دیکھا کہ آپ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں۔کوئی شخص اگر سامنے آتا ہے تو اسکو چھپا لیتے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت انس بن مالک کی طرف منسوب 'ابان' کی روایت سے جو جعلی مجموعہ پایا جاتا ہے اسکو نقل کررہے ہیں۔ میں نے کہا: تم ان غلط اور جھوٹی روایات کونقل کرنے میں لگے ہو،اس وقت آپ نے جواب میں کہا:

میں اسی لئے تو لکھ رہا ہوں کہ انکو زبانی یاد کرلوں، مجھے معلوم ہے کہ یہ سب موضوع روایات ہیں، میری غرض اس سے یہ ہے کہ آئندہ کوئی روایات میں 'ابان' کی جگہ کسی ثقہ راوی کا نام لیکر غلط فہمی پھیلانا چاہے گا تو میں اس راز کو فاش کردونگا۔

پھر فرماتے ہیں:

میں نے دروغ گوراویوں سے ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا، اسکے بعد میں نے اپنا تنور گرم کیا اور نہایت عمدہ پکی ہوئی روٹیاں اس سے تیار ہوئیں۔ (۹۲)

امام حفص بن غیاث

حضرت حفص بن غیاث مشہور فقیہ ومحدث ہیں، امام اعظم قدس سرہ کے ممتاز تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں اور شرکاء تدوین فقہ میں سے ایک ہیں۔ آپ امام اعظم سے مسانید امام میں بکثرت احادیث روایت کرتے ہیں۔ یحیی بن معین، علی بن مدینی یحی قطان اور امام احمد بن حنبل جیسے نقادان حدیث آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ صحاح کی احادیث کے راوی ہیں۔

امام ذہبی نے انکی سخاوت ودریا دلی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

کان یقول : من لم یاکل من طعامی لااحدثه۔ (۹۳)

فرماتے تھے۔ جو میرے یہاں کھانا نہ کھائے میں اس سے حدیث بیان نہیں کرتا یعنی گویا انکے یہاں علم حدیث حاصل کرنے کی یہ شرط تھی، حدیث پڑھنے والوں کیلئے دستر خوان بچھا رہتا۔

امام ہیاج بن بسطام

ایک محدث ہیاج بن بسطام ہیں، نہایت دلیر وسخی تھے اور عظیم فقیہ بھی، زبان وبیان کے اعتبار سے فصاحت وبلاغت کے دریا بہاتے اور بغداد کی مجالس حدیث میں ایک ایک لاکھ لوگوں کا مجمع آپ سے سماعت کرتا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

لقد حدث بغداد فاجتمع عنده مائة الف یتعجبون من فصاحته۔ (۹٤)

بغداد میں حدیث بیان کرتے تو ایک لاکھ تک کا مجمع ہوتا اور آپ کی فصاحت پر لوگوں کو تعجب ہوتا۔

خطیب بغدادی نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

كان الهياج بن بسطام لا يمكن احدامن حديثه حتى يطعم من طعمه ، كان له مائدة مبسوطة لاصحاب الحديث ، كل من يأتيه لايحدثه الا من يأكل من طعامه۔ (٩٥)

ہیاج بن بسطام سے لوگ اس وقت تک حدیث نہیں سن پاتے تھے جب تک انکے یہاں کھانا نہیں کھا لیتے۔ طالبان علم حدیث کیلئے انکا دستر خوان نہایت وسیع تھا، جو شخص حدیث کی سماعت کیلئے آتا پہلے کھانا کھاتا پھر حدیث سنتا تھا۔

امام لیث بن سعد

مصر کے مشہور امام جلیل لیث بن سعد جو علم میں امام مالک کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے۔ بلکہ امام شافعی تو فرماتے:۔

الليث افقه من مالك الاان اصحابه لم يقوموا به۔ (٩٦)

لیث بن سعد امام مالک سے زیادہ فقیہ ہیں مگر انکے تلامذہ نے انکے مسلک کی اشاعت نہیں کی۔

انکے حسن سلوک کا اعتراف انکے ہمعصروں نے کیا ہے، کہتے ہیں: انکی جاگیر کی سالانہ آمدنی پچیس تیس ہزار اشرفی تھی، اسکا بڑا حصہ محدثین اور طالبان علم حدیث وفقہ پر خرچ فرماتے، امام مالک کو سالانہ ایک ہزار اشرفیاں التزاما بھیجا کرتے تھے، بعض اوقات تو آپ نے پانچ ہزار اشرفیاں تک قرض کی ادائیگی کیلئے بھیجی ہیں۔

آپکے دستر خوان پر کھانے والے اہل علم اور طلبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

كان يطعم الناس فى الشتاء الهرائس بعسل النحل وسمن البقر ،وفى الصيف سويق اللوزبالسكر۔(۹۷)

سردیوں میں لوگوں کو ہریس کھلاتے جوشہد اور گائے کے گھی میں تیار کیا جاتا تھا، اورگرمیوں میں بادام کاستوشکر کے ساتھ کھلاتے تھے۔

امام معافی بن عمر

موصل کے امام حافظ الحدیث معافی بن عمران جلیل القدر فقیہ ہیں، امام ثوری کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، طلب علم میں ایک مدت تک سفر میں رہے ، امام ابن مبارک اورامام وکیع کے شیوخ سے ہیں۔

امام ذہبی نے لکھاہے کہ:

انکی ایک بڑی جاگیرتھی ، اسکی آمدنی سے اپنے خرچ کی رقم نکال کر اپنے اصحاب اورتلامذہ کوباقی سب بھیج دیا کرتے تھے۔اورروزمرہ کامعمول تھا۔

كان المعانى لايأكل وحده ۔(۹۸)

کبھی تنہا کھانانہیں کھاتے تھے۔

یہ طریقہ ان حضرات کاتھاجوخودبھی شب وروز اشاعت علم حدیث میں لگے رہتے اور ان لوگوں کی کفالت کرتے جنکی راہ میں مالی مشکلات اس علم کوحاصل کرنے سے مانع ہوسکتی تھیں ۔ یاوہ لوگ جوعلمی مشاغل کی بناپر کاروبار میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔رب کریم نے ان کیلئے غیب سے ایسے انتظام فرمادیئے تھے کہ وہ پورے طور پرعلم دین کی حفاظت کیلئے کمربستہ رہتے۔

تدوین حدیث کیلئے محدثین نے جانکاہ مصائب برداشت کئے

دوسری طرف ایسی شخصیات کی بھی کمی نہ تھی جنہوں نے فقروفاقہ کی زندگی بسر کی، جانفشانیاں کیں، مصائب وآلام برداشت کئے لیکن اس انمول دولت کے حصول کیلئے ہرموقع پر خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا۔

امام ابوحاتم رازی

آپ علل حدیث کے امام ہیں ،امام بخاری ، امام ابوداوٗد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ کے شیوخ سے ہیں۔طلب حدیث میں اس وقت سفر شروع کیا جب ابھی سبزہ کا آغاز نہیں ہوا تھا ، مدتوں سفر میں رہتے اور جب گھر آتے تو پھر سفر شروع کر دیتے۔آپکے صاجزادے بیان کرتے ہیں۔

سمعت ابی یقول : اول سنة خرجت فی طلب الحدیث اقمت سنین احسب ،ومشیت علی قدمی زیادة علی الف فرسخ فلما زاد علی الف فرسخ ترکته۔ (۹۹)

میرے والد فرماتے تھے،سب سے پہلی مرتبہ علم حدیث کے حصول میں نکلا تو چند سال سفر میں رہا، پیدل تین ہزار میل چلا، جب زیادہ مسافت ہوئی تو میں نے شمار کرنا چھوڑ دیا۔
پیدل کتنی کتنی لمبی مسافتیں اس راہ میں آپ نے طے کیں اس کا اندازہ خود انکے بیان سے کیجئے۔

خرجت من البحرین الی مصر ماشیا الی الرملة ماشیا ، ثم الی طرطوس ولی عشرون سنة۔ (۱۰۰)

بحرین سے مصر پیدل گیا ، پھر رملہ سے طرطوس کا سفر پیدل ہی کیا اس وقت میری عمر بیس سال تھی۔

ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
میں اور میرے رفقاء جہاز سے اترے ، خشکی پر پہونچنے کے بعد دیکھا تو زادراہ ختم ہو چکا تھا۔کیا کرتے ساحل سے پیادہ پاروانہ ہوئے۔تین دن تک چلتے رہے، اس درمیان کچھ نہ کھایا۔آخر ایک ساتھی جو زیادہ سن رسیدہ اور ضعیف العمر تھے بے ہوش ہوکر گر پڑے ، ہم نے انکو بہت ہلایا جھلایا لیکن کوئی حرکت نہیں تھی۔مجبورا آگے بڑھے ،تھوڑی دور جا کر میں بھی چکرا کر گر گیا

۔اب ایک ساتھی تنہارہ گیا تھا،ساحل سمندر پر یہ سفر ہورہا تھا وہ آگے بڑھا تو دور سے سمندر میں ایک جہاز نظر آیا،اس نے کنارے کھڑے ہوکر اپنا رومال ہلانا شروع کیا،جہاز والے قریب آئے اور حال پوچھنا چاہا تو پیاس کی شدت سے وہ کچھ نہ بتاسکا۔پانی کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے پانی پلایا۔جب اسکے حواس بجا ہوئے تو ان کو میرے پاس لایا مجھے بھی پانی کے چھینٹے دیکر ہوش میں لایا گیا اور پانی پلایا،میرے ساتھی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ۔(۱۰۱)

آپکے صاحبزادے بیان کرتے ہیں:

سمعت ابی یقول : اقمت سنة اربع عشرة ومأتین بالبصره ثمانیة اشهر قد کنت عزمت علی ان اقیم سنة فانقطعت نفقتی فجعلت ابیع ثیابی شیأ بعد شئ حتی بقیت بلاشی،(۱۰۲)

میرے والد بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ۲۱۴ھ میں بصرہ میں قیام رہا،ارادہ تھا کہ ایک سال یہاں رہوں گا لیکن آٹھ ماہ بعد زادراہ ختم ہوگیا،اب میں نے ایک کپڑا فروخت کردیا پھر دوسرا اسی طرح فروخت کرتا رہا اور خرچ کرتا رہا یہاں تک کہ آخر میں کچھ باقی نہ رہا۔

امام ہیثم بن جمیل بغدادی

آپ عظیم محدث ہیں،امام مالک،حافظ لیث بن سعد حماد بن سلمہ کے تلامذہ اور امام احمد بن حنبل کے شیوخ سے ہیں ۔علم حدیث کی طلب میں شب وروز سرگرداں رہے ۔ مالی پریشانیوں سے بھی دوچار ہوئے،لکھا ہے۔

افلس الهیثم بن جمیل فی طلب الحدیث مرتین ۔(۱۰۳)

علم حدیث کی طلب میں ھیثم بن جمیل دومرتبہ افلاس کے شکار ہوئے۔سارا مال ومتاع خرچ کرڈالا۔

امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن

آپ عظیم محدث ہیں تابعی مدنی ہیں، حضرت انس بن مالک اور سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، امام مالک، امام شعبہ اور سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ کے اساتذہ سے ہیں، ربیعۃ الرائے سے مشہور ہیں۔ فقہائے مدینہ میں سے ایک ہیں۔ امام مالک فرماتے تھے۔

ذهبت حلاوة الفقه منذمات ربيعة۔(١٠٤)

جب سے ربیعہ کا وصال ہوا فقہ کی حلاوت جاتی رہی۔

امام مالک ہی نے فرمایا:۔

علم حدیث میں کمال اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے کہ آدمی ناداری اور فقر کا مزہ چکھے۔

اسکی نظیر میرے استاذ ربیعہ کا واقعہ ہے کہ:۔

اسی علم حدیث کی تلاش وجستجو میں ان کا حال یہ ہوگیا تھا کہ آخر میں گھر کی چھت کی کڑیاں تک بیچ ڈالیں۔ اور اس حال سے بھی گزرنا پڑا کہ مزبلہ جہاں آبادی کی خس وخاشاک ڈالی جاتی ہے وہاں سے منقی یا کھجوروں کے ٹکڑے چن کر بھی کھاتے۔(۱۰۵)

امام محمد بن اسمعیل بخاری

امیر المومنین فی الحدیث کو طلب حدیث میں کن حالات سے گذرنا پڑا، ایک واقعہ سنتے چلیں۔ انکے ایک ساتھی عمر بن حفص بیان کرتے ہیں۔

بصرہ میں ہم امام بخاری کے ساتھ حدیث کی سماعت میں شریک تھے، چند دنوں کے بعد محسوس ہوا کہ بخاری کئی دن سے درس میں شریک نہیں ہوئے، تلاش کرتے ہوئے انکی قیام گاہ پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک اندھیری کوٹھری میں پڑے ہیں اور ایسا لباس جسم پر نہیں کہ جسکو پہن کر باہر نکلیں۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ جو کچھ اثاثہ تھا ختم ہوگیا اب لباس تیار کرنے کیلئے بھی کچھ نہیں۔ آخر ہم لوگوں نے مل کر رقم جمع کی اور خرید کر کپڑا لائے تب کہیں جا کر امام بخاری پڑھنے

کیلئے نکلے۔

امام احمد بن حنبل

ایسا ہی واقعہ امام احمد بن حنبل کے تعلق سے مشہور ہے، مکہ معظمہ میں سفیان بن عیینہ کے پاس تعلیم حاصل کررہے تھے، ایک دن خلاف معمول درس سے غائب رہے، حال دریافت کرنے انکی فرودگاہ پر پہونچے، دیکھا کہ اندر چھپے بیٹھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سارا کپڑا چوری ہوگیا اور رقم بھی پاس نہیں۔ واقعہ کے راوی علی بن الجہم کہتے تھے، میں نے امام کی خدمت میں اشرفی پیش کی اور عرض کی، چاہے بطور ھدیہ قبول فرمائیں یا بطور قرض، آپ نے انکار کردیا، تب میں نے کہا: معاوضہ لیکر میرے لئے کچھ کتابت ہی کردیجئے، اس پر راضی ہوگئے۔

علی بن جہم نے بطور تبرک امام کے اس مخطوطہ کو رکھ چھوڑا تھا اور لوگوں کو دکھا کر واقعہ بیان کرتے تھے۔

ایک مرتبہ طلب حدیث میں یمن پہونچے، آپکے استاذ عبدالرزاق یمنی بیان کرتے تھے، جب میرے پاس درس میں آئے تو میں نے ان سے کہا: یمن کوئی کاروباری ملک نہیں، پھر میں نے چند اشرفیاں پیش کیں لیکن لینے پر کسی طرح راضی نہ ہوئے۔

اسحاق بن راہویہ بھی آپکے شریک درس تھے، وہ بیان کرتے ہیں۔ ازار بند بن بن کر آپ اپنی ضرورت پوری کیا کرتے تھے، لوگوں نے پیش کش کی، اصرار کیا لیکن ہمیشہ انکار کردیا۔ کہتے ہیں: جب کام سے فارغ ہوکر یمن سے چلنے لگے تو نانبائی کے کچھ روپے حضرت پر رہ گئے۔ جوتا پاؤں میں تھا اسی کو نانبائی کے حوالہ کردیا اور خود پیدل روانہ ہوگئے، اونٹوں پر بار لادنے اور اتارنے والے مزدوروں میں قافلہ کے ساتھ شامل ہوگئے، جو مزدوری ملتی وہی زادراہ کا کام دیتی تھی۔(۱۰۶)

امام قاضی ابو یوسف

آپ عظیم محدث وفقیہ تھے، امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں ہیں، فرماتے ہے۔

میرے ساتھ میں پڑھنے والوں کی یوں تو کافی جماعت تھی، لیکن جس بیچارے کے دل کی دباغت دہی سے کی گئی تھی نفع اسی نے اٹھایا۔

پھر خود ہی دل کی اس دباغت کا مطلب بیان کرتے کہ:

ابوالعباس سفاح کے ہاتھ خلافت کی باگ ڈور جب آئی اور کوفہ کے قریب ہی ہاشمیہ میں اس نے قیام اختیار کیا تو اس نے مدینہ منورہ سے اہل علم وفضل کو وہیں طلب کیا، میں نے اس موقع کو غنیمت خیال کیا اور ان حضرات کے پاس استفادے کیلئے حاضر ہونے لگا، میرے گھر کے لوگ میرے کھانے کا انتظام یہ کر دیتے تھے کہ چند روٹیاں ٹھوک لی جاتی تھیں اور دہی کے ساتھ بندہ کھا کر سویرے درس وافادہ کے حلقوں میں حاضر ہو جاتا۔ لیکن جو اس انتظام میں رہتے کہ انکے لئے ہریسہ یا عصیدہ تیار ہولے تب اسکا ناشتہ کر کے جائینگے، ظاہر ہے کہ ان کے وقت کا کافی حصہ اسی تیاری میں صرف ہو جاتا تھا، اسی لئے جو چیزیں مجھے معلوم ہو سکیں ان سے یہ عصیدہ اور ہریسہ والے لوگ محروم رہے۔ (۱۰۷)

محدثین وفقہا کی ان جیسی جفاکشی و جانفشانی، فقر وتنگدستی اور مالی قربانیوں سے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ یہاں سب کا استقصاء واستیعاب مقصود نہیں، بتانا صرف یہ ہے کہ ان حضرات نے کن صبر آزما مراحل سے گذر کر اس دینی متاع اور سرمایۂ مذہب وملت کی حفاظت فرمائی اسکا اندازہ ان چند واقعات سے لگانا مشکل نہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ذاتی اغراض ومقاصد سے بلند وبالا ہو کر دینی وملی خدمات انجام دیں۔ جذبۂ دینی سے سرشار لوگوں کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ انکے لیل ونہار اسی میں بسر ہوئے کہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو دنیا کی طرف نہ لگا کر دین کی پاسبانی کیلئے وقف فرماتے، مکروفریب کا جال بچھانے والے لوگوں کی مخفی کارروائیوں کو طشت از بام کر دکھاتے اور سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حفاظت اور موضوع ومن گڑھت روایات سے صیانت کیلئے کوئی دقیقہ فروگذشت نہ کرتے۔ انہوں نے اپنی دنیا کو نہایت پاکیزہ اصول پر استوار کیا تھا اور دنیا کے غلط رسم ورواج سے بہت دور رہکر اپنی نیک نیتی کے آثار آنے والوں کی رہنمائی کیلئے چھوڑ گئے۔ یہ حضرات مذہب وملت کے عظیم ستون ...

جو اپنے علم وفضل ، زہدوتقوی ،صبر وتوکل اور قناعت وسیر چشمی سے امت مسلمہ کی رہنمائی کے خواہاں رہتے ،حکام وقت کی ہرزہ سرائیاں بھی انکے عزم وحوصلہ اور حق گوئی و بے باکی کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

فقیہ یزید بن ابی حبیب

مصر کے فقیہ یزید بن ابی حبیب علم وفضل اور دیانت وتقوی میں مشہور تھے، پورے مصر میں انکے حزم واتقاء کے ڈنکے بجتے تھے،حکومت وقت انکے تابع فرمان رہتی ۔حکومت کی گدی پر جب کوئی نیا حکمراں بیٹھتا اور بیعت لینا چاہتا تو لوگ بیک زبان کہتے کہ یزید بن ابی حبیب اور عبداللہ بن ابی جعفر جو کہیں گے ہم وہ کرینگے۔

لیث بن سعد جنکا ذکر گذرا فرماتے تھے:

هما جوهر تاالبلاد كانت البيعة اذاجاء ت للخليفة هما اول من يبايع ۔(۱۰۸)

یہ دونوں حضرات ملک مصر کے تابناک جوہر تھے،خلیفہ کیلئے بیعت لی جاتی تو یہ ہی دونوں پہلے بیعت کرتے تھے۔

یہ ہی لیث کہتے ہیں۔

يزيد عالمناويزيد سيدنا ۔(۱۰۹)

یزید ہمارے ملک کے عالم ہیں اور یزید ہمارے پیشوا ہیں۔

ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے اس زمانہ میں بنی امیہ کی حکومت کی طرف سے مصر کا جو عرب گورنر تھا اسکا نام حوثرہ بن سہل تھا،عوام کے قلوب میں جوان کا مقام تھا اسکو دیکھتے ہوئے اس نے ضروری خیال کیا کہ عیادت کیلئے خود جائے ،آیا،اس وقت یزید بیٹھے ہوئے تھے،مزاج پرسی کے بعد اس نے ایک مسئلہ پوچھا،کیا کھٹمل کا خون کپڑے میں لگا ہو تو نماز ہو جائیگی؟ یزید نے حوثرہ کے اس سوال کو سنکر منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

حوثرہ جواب کا انتظار کرکے جب جانے کیلئے کھڑا ہوا تب آپ نے اسکی طرف دیکھتے

تقتل كل يوم خلقا و تسالنی عن دم ۔

روزانہ خلق خدا کو قتل کرتا ہے اور مجھ سے کھٹمل کے خون کے بارے میں پوچھتا ہے۔

ثرہ نے تلملا دینے والا فقرہ سنا لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی اور چپ چلا گیا۔

امام طاؤس بن کیسان

آپ اکابر تابعین سے ہیں ،عبادلہ اربعہ ،ابوہریرہ ،ام المومنین عائشہ صدیقہ وغیرہم سے شرف تلمذ حاصل رہا۔امام زہری ،وہب بن منبہ ،عمرو بن دینار ،اور مجاہد جیسے اساطین ملت آپکے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں ۔حضرت ابن عباس فرماتے تھے :میں انکو اہل جنت سے جانتا ہوں ۔حضرت ابن حبان نے فرمایا ،آپ یمنی باشندگان میں عابد وزاہد لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔چالیس حج کئے اور مستجاب الداعوت تھے۔(۱۱۰)

بنوامیہ کی حکومت کی طرف سے ان دنوں حجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف یمن کا گورنر تھا ،ایک مرتبہ کسی وجہ سے یمنی عالم وہب بن منبہ کے ساتھ اسکے یہاں پہونچے ،زمانہ سردیوں کا تھا ،سخت سردی پڑرہی تھی ۔آپکے لئے کرسی منگوائی گئی ،سردی کا خیال کرتے ہوئے اس نے دوشالہ منگوا کر آپکو اڑھادیا۔طاؤس منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن یوں کیا کہ

لم یزل یحرك كتفيه حتى القى عنه ۔

دونوں مونڈھوں کو مسلسل ہلاتے رہے حتی کہ دوشالہ کندھوں سے گرگیا۔

ابن یوسف آپکے اس طرز کو دیکھ رہا تھا اور دل میں آگ بگولا ہو رہا تھا ،لیکن آپکی عوامی مقبولیت کے پیش نظر کچھ کہہ بھی نہ سکا۔جب یہ دونوں حضرات باہر آئے تو وہب نے کہا: آج تو آپ نے غضب ہی کردیا ،حضرت اگر اس دوشالہ کو لے لیتے اور باہر آکر فروخت کر کے اسکی رقم غرباء میں خیرات کردیتے تو بلا وجہ اسکے غضب میں اشتعال بھی پیدا نہ ہوتا اور غریبوں کا بھی کچھ بھلا ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا: اگر میرے اس فعل کو لوگ تقلیدی نمونہ سمجھ کر عمل کرتے تو شاید میں ایسا ہی کرتا ،لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں صرف لینے کی حد تک ہی لوگ دلیل نہ بنالیں ۔(۱۱۱)

جرأت وحق گوئی اور استغناء و بے نیازی کی یہ مثالیں اس بات کو واضح کر رہی ہیں کہ محدثین وفقہاء نے کسی حاکم وقت کے دربار کی کاسہ لیسی اختیار نہ کر کے صرف اپنے رب کریم کی عنایت کردہ حلال روزی پر قناعت کی اور حق بات کہنے میں کسی سے کبھی مرعوب نہ ہوئے۔

وہ سلاطین اسلام جنہوں نے علم حدیث کی تدوین میں محدثین کی بھرپور اعانت کی

جن سلاطین اسلام نے سرمایۂ علم وفن کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور انکے علمی وقار کی قدر کرتے ہوئے ان سے دین ومذہب کی حفاظت اور علوم حدیث وسنت کی ترویج واشاعت میں حکومتی سطح پر حصہ لینے کی پیش کش کی تو پھر ان چیزوں کو یہ حضرات سراہتے اور تائید غیبی تصور فرماتے تھے۔

امام زہری حکومت اور خلفاء کے دربار سے متعلق اسی طور پر ہوئے اور آخر کار علم حدیث کی تدوین میں باقاعدہ شریک رہے، اپنا واقعہ یوں بیان کرتے تھے۔

مروانیوں کے پہلے خلیفہ عبدالملک بن مراون کا ابتدائی دور حکومت مدینہ منورہ کے لوگوں کیلئے انتہائی فقروفاقہ اور آلام ومصائب کا زمانہ تھا۔ واقعہ حرہ کے جرم میں باشندگان مدینہ کو مجرم ٹھہرایا گیا اور حکومت نے زندگی کی سہولتوں کی ساری راہیں بند کردی تھیں۔

آپ کے والد مسلم بن شہاب کا شمار بھی بڑے مجرموں میں تھا لہذا آپکے گھر کی حالت اور زیادہ زبوں تھی، آخر کار معاشی مشکلات سے تنگ آکر آپ نے سفر کا رادہ کیا کہ گھر سے نکل کر باہر قسمت آزمائی کریں۔

مدینہ طیبہ سے روانہ ہوکر سیدھے دارالسلطنت دمشق پہونچے، یہاں بھی کسی سے جان پہچان نہ تھی، کسی جگہ ساز وسامان رکھ کر جامع مسجد پہونچے، مسجد میں مختلف علمی حلقے قائم تھے، ایک بڑے حلقہ میں جا کر بیٹھ گئے۔

فرماتے ہیں: اتنے میں ایک بھاری بھر کم بارعب اور وجیہ شخص مسجد میں داخل ہوا اور

ہمارے حلقہ کی طرف اس نے رخ کیا، جب قریب آیا تو لوگوں میں کچھ جنبش ہوئی اور خوش آمدید کہتے ہوئے بیٹھنے کی جگہ دی گئی۔

بیٹھتے ہی کہنا شروع کیا، آج امیر المومنین عبدالملک کے پاس ایک خط آیا ہے اور اس میں ایسے مسئلہ کا ذکر ہے جس کی وجہ سے وہ اتنے متردد ہیں شاید خلافت کے بعد اس قسم کی الجھن میں وہ کبھی مبتلا نہ ہوئے ہونگے۔ مسئلہ ام ولد سے متعلق تھا اور آل زبیر میں اس بنیاد پر کوئی نزاع تھا جس میں فیصلہ ہونا تھا۔

عبدالملک جسکی زندگی کا کافی حصہ طلب علم میں گزرا تھا، اس قسم کے مسائل میں اپنی معلومات سے کافی مدد لیا کرتا تھا، مگر اس مسئلہ میں اسے پوری بات یاد نہیں رہی تھی کچھ یاد تھی اور کچھ بھول گیا تھا۔ چاہتا تھا کہ کسی کے پاس اس مسئلہ کا صحیح علم ہو تو اس سے استفادہ کیا جائے اور اس چیز نے اسکو سخت دماغی تشویش میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس کے دربار میں اہل علم کا جو گروہ تھا کوئی اسکی تشفی نہ کر سکا تھا۔ مسجد میں یہ صاحب جو آئے تھے عبدالملک کے معتمد خاص قبیصہ بن ذویب تھے۔

یہاں آنے کا مقصد خاص یہ ہی تھا کہ شاید خلیفہ کی اس حدیث کا کسی کے پاس پتہ چلے۔

امام زہری نے سننے کے بعد کہا: اس حدیث کے متعلق میرے پاس کافی معلومات ہیں۔ قبیصہ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور اسی وقت زہری کو حلقہ سے اٹھا کر ساتھ لئے ہوئے شاہی دربار میں پہونچے، خلیفہ کو بشارت سنائی کہ جس چیز کی آپ کو تلاش تھی وہ مل گئی ہے۔ پھر زہری کو پیش کرتے ہوئے کہا: ان سے پوچھئے، حدیث اور اسکی متعلقہ معلومات آپ کے سامنے بیان کرینگے۔ عبدالملک نے وہ حدیث سعید بن میتب سے اپنے دور طالب علمی میں سنی تھی۔ امام زہری نے فرمایا: میں بھی اس حدیث کو ان ہی سے روایت کرتا ہوں۔ پھر پوری حدیث اور اسکی تفصیلات کو آپ نے عبدالملک کے سامنے بیان کردیا۔ خلیفہ کو اپنی تمام بھولی ہوئی باتیں یاد آتی چلی گئیں۔ (۱۱۲)

امام زہری کو اس واقعہ سے خلیفہ کے دربار میں نہایت عزت اور قدر و منزلت حاصل

ہوئی، آپ نے بنوامیہ کے چھ خلفاء کا زمانہ پایا اور ہر ایک کے زمانہ میں آپ معزز رہے، خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک کے بارے میں تو آپ پڑھ ہی چکے کہ تدوین حدیث کا عظیم کارنامہ آپکے ہاتھوں سے امام زہری کے ذریعہ انجام پایا۔

غرضکہ اس دور میں محدثین وفقہاء نے اپنے خلوص وایثار سے علم حدیث کی حفاظت فرمائی تو ارباب حکومت نے بھی بہت سے علماء وحفاظ کی خدمات کو سراہتے ہوئے انکی کفالت کی ذمہ داری قبول کی اور اسی طرح وضع حدیث کے فتنہ کی سرکوبی میں ان لوگوں نے بھی کافی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چند واقعات سے اس رخ کی تصویر بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

یہ ہی عبدالملک بن مروان جسکا علم حدیث سے شغف آپ گذشتہ واقعہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ کتنا تھا، ایک مرتبہ اپنے منبر سے اعلان کیا۔

قد سالت علینا احادیث من قبل هذاالمشرق لانعرفها ۔(۱۱۳)

اس مشرق کی طرف سے ایسی حدیثیں بہ بہ کہ ہماری طرف آرہی، ہیں جنہیں ہم نہیں پہچانتے۔

اسی عبدالملک بن مروان نے ایک موقع پر حارث بن سعید کذاب کو اس لئے دار پر کھینچا کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔

اسکے بیٹے ہشام نے غیلان دمشقی کو اسی لئے قتل کرایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے غلط حدیثیں عوام میں پھیلاتا اور دین میں رخنہ اندازیاں کرتا تھا۔

خالد بن عبداللہ قسری مشہور گورنر نے بیان بن زریق کو محض وضع حدیث کے جرم میں قتل کرایا۔

اسی طرح خلفائے بنوعباس میں ابوجعفر منصور نے محمد بن سعید کو سولی دی جسکا جرم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کی تھی۔ اسکے ساتھ حکام وقت اور قاضی شرع بھی سخت چوکنے رہتے تھے، بصرہ کے حاکم محمد بن سلیمان نے عبدالکریم بن ابی العوجاء مشہور وضاع حدیث کو قتل کرادیا۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

اسمعیل بن اسحق القاضی ضرب الھیثم بن سھل علی تحدیثه عن حماد بن زید وانکر علیه ذلك ۔(۱۱٤)

قاضی بن اسمعیل بن اسحاق نے ایک شخص ہیثم بن سہل کو محض اس لئے پٹوایا کہ یہ حماد بن زید کے حوالے سے احادیث بیان کرتا تھا جب کہ قاضی اسمعیل اس کو غلط خیال کرتے تھے ،خلفائے بنوعباس کے مشہور ومعروف خلیفۂ ہارون الرشید کے پاس ایک جعلی حدیثوں کے بنانے کا مجرم زندیق پیش کیا گیا۔ مجرم نے کہا: امیر المؤمنین! میرے قتل کا حکم آپ کس وجہ سے دے رہے ہیں؟ ہارون رشید نے کہا: کہ اللہ کے بندوں کو تیرے فتنوں سے محفوظ کرنے کیلئے۔ اس پر زندیق نے کہا: میرے قتل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ

این انت من الف حدیث وضعتها علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کلها مافیها حرف نطق به ۔(۱۱٥)

ان ایک ہزار حدیثوں کو کیا کریں گے جنکو میں بنا کر لوگوں میں پیش کر چکا ہوں جب کہ ان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس کی نسبت حضور کی طرف درست ہو۔

اسکا مطلب یہ تھا کہ ایک ہزار حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں انکی تشہیر کر چکا ہوں، تو مجھے قتل بھی کر دو گے تو کیا ہوگا، میرا بویا ہوا بیج تو حدیثوں کی شکل میں مسلمانوں میں موجود رہے گا جس سے وہ گمراہ ہوتے رہیں گے۔ خلیفہ ہارون رشید نے اس مردود سے کہا تھا۔

این انت یاعدو الله من ابی اسحاق الفزاری، وعبدالله بن المبارك ینخلانها فیخرجانها حرفاحرفا۔(۱۱٦)

اے دشمن خدا! تو کس خیال میں ہے، امام ابواسحاق فزاری، امام عبداللہ بن مبارک ان تمام حدیثوں کو چھلنی میں چھانیں گے اور تیری تمام جعلی حدیثوں کو نکال کر پھینک دینگے۔

اس سے صاف واضح ہے کہ علماء ومحدثین کے ساتھ امراء اسلام نے بھی احادیث کی تدوین وحفاظت میں اہم رول ادا کیا کہ اس علم میں رخنہ اندازی کرنے والوں کو راستہ سے صاف

کیااوران سخت سزاؤں سے لوگوں کومتنبہ کیا کہ اس غلط نسبت کی حرکت سے باز آئیں۔

یہ تمام تفصیلات پڑھنے کے بعد گولڈز یہر مستشرق کے مفروضہ کو پھر دوبارہ پڑھیے جسکو ہم نے شروع مضمون میں پیش کیا تھا۔وہ کہتا ہے:

اسی طرح اموی دور میں جب امویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے شدت اختیار کی تو احادیث گڑھنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا، فسق وارتداد کا مقابلہ کرنے کیلئے علماء نے ایسی احادیث گڑھنا شروع کردیں جو اس مقصد میں انکی مدد کرسکتی تھیں، اسی زمانہ میں اموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلہ میں یہ کام شروع کردیا۔وہ خود بھی احادیث گڑھتی اور لوگوں کو بھی گڑھنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطۂ نظر کے موافق ہوں۔حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گڑھنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے۔(۱۱۷)

قارئین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اہل اسلام کی تاریخ کو کس طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا ہےاور احادیث طیبہ کو یکسر غیر معتبر قرار دینے کی کیسی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

ہم نے تدوین حدیث اور مدونین کے عظیم کارناموں کی روداد اسی لئے پیش کی ہے کہ اہل اسلام ہرگز منکرین کے دھوکے میں نہ آئیں اور اپنے اسلاف کی ان جانباز کوششوں کی قدر کرتے ہوئے اپنے دینی سرمایہ کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھیں اور سلف صالحین کی روش کو اپنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں، کیونکہ اس علم کی حفاظت کیلئے ہمارے اسلاف نے پوری پوری زندگی اطراف عالم کی جادہ پیائی کی ہے تب کہیں جا کر ہمیں یہ مستند ذخیرہ فراہم ہوسکا ہے، جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔

ذیل میں حفاظت حدیث اور تدوین علم حدیث کی کوششوں کے نتیجے میں منصۂ شہود پر آنے والی کتب کی تفصیل مختلف ادوار میں ملاحظہ فرمائیں۔

صحائف صحابہ کرام

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مرویات کے مجموعوں اور صحیفوں کا ذکر گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ دراصل یہ ہی اس موضوع پر پہلی کوششیں ہیں جنکو بعد کے علماء کرام ومحدثین عظام نے اساسی حیثیت دی۔ لہذا صحابہ کرام کے صحائف کی اجمالی فہرست یوں بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے صحیفے۔ آپکی مرویات کومندرجہ حضرات نے جمع کیا۔

☆ حضرت عروہ بن زبیر بن العوام۔ (ام المومنین کے بھانجے)

☆ حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم۔ (ام المومنین کی تلمیذہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کے بھانجے)

☆ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق۔ ام امومنین کے بھتیجے،

۲۔ حضرت ابوہریرہ کے صحیفے۔ مندرجہ ذیل حضرات نے آپکی مرویات کوجمع کیا۔

☆ حضرت بشیر بن نھیک

☆ حضرت حسن بن عمرو بن امیہ

☆ حضرت ھمام بن منبہ

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے صحیفے۔ آپکی مرویات مندرجہ ذیل حضرات کے ذریعہ محفوظ ہوئیں۔

☆ حضرت نافع مولی عبداللہ بن عمر

☆ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر

☆ حضرت مجاہد

☆ حضرت سعید بن جبیر

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ کے صحیفے۔ آپکی مرویات حسب ذیل حضرات نے جمع کیں۔

☆ حضرت اسمعیل بن عبدالکریم

☆ حضرت سلیمان یشکری

☆ حضرت مجاہد

☆ حضرت قتادی بن دعامہ سدوسی

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیفے۔مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کئے۔

☆ حضرت سعید بن جبیر تلمیذ خاص

☆ حضرت علی بن عبداللہ بن عباس

☆ خود آپ نے بھی کثیر صحائف رقم فرمائے

۶۔ حضرت ابو سعید خدری کی مرویات کی حفاظت مندرجہ ذیل حضرات کے ذریعہ ہوئی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس

☆ حضرت نافع

☆ حضرت عطاء بن ابی رباح

☆ حضرت جابر بن عبداللہ

☆ حضرت مجاہد

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے صحائف ، بایں معنی انکو صحابہ کرام میں امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی لکھنے کا اہتمام کررکھا تھا۔

۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مرویات کی حفاظت حضرت علقمہ کے ذریعہ ہوئی۔

۹۔ صحائف حضرت انس بن مالک — متوفی ۹۳ھ

۱۰۔ صحائف حضرت سعد بن عبادہ — متوفی ۱۵ھ

۱۱۔ صحائف حضرت زید بن ثابت

۱۲۔ صحیفہ امیر المومنین حضرت علی مرتضی

۱۳۔ صحیفہ حضرت سمرہ بن جندب

۱۴۔ صحیفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ

۱۵۔ صحیفہ براء بن عازب

۱۶۔ صحیفہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی

۱۷۔ صحیفہ حضرت امام حسن مجتبیٰ

۱۸۔ حضرت امیر معاویہ

۱۹۔ حضرت ثوبان

۲۰۔ حضرت ابوامامہ باہلی

ان تینوں حضرات کی مرویات انکے شاگرد خالد بن معدان نے جمع کی تھیں۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہم

قرن اول۔ مولفات تابعین

۱۔ کتب امام عامر بن شراحبیل شعبی — متوفی ۱۰۳ھ

۲۔ کتب حارث بن عبداللہ اعور — متوفی ۶۵ھ

۳۔ کتب ابی قلابہ عبداللہ بن زید بصری — متوفی ۱۰۴ھ

۴۔ کتب عبیدہ بن عمرو سلمانی — متوفی ۷۲ھ

۵۔ کتب عروہ بن زبیر — متوفی ۹۳ھ

۶۔ کتب عکرمہ مولی ابن عباس — متوفی ۱۰۵ھ

۷۔ کتب عبدالرحمٰن بن عائذ — متوفی ۸۰ھ

۸۔ کتب ابراہیم بن مسلم — متوفی ۱۳۰ھ

۹۔ کتب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری — متوفی ۱۱۷ھ

۱۰۔ کتب محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری — متوفی ۱۲۴ھ

۱۱ کتب حسن بن یسار — متوفی ۱۱۰ھ

۱۲۔ کتب سلیمان بن مہران اعمش — متوفی ۱۴۷ھ

۱۳۔ کتب عبداللہ بن ذکوان قرشی — متوفی ۱۱۵ھ

۱۴۔ کتب علاء الدین بن عبدالرحمٰن — متوفی ۱۳۹ھ

۱۵۔ کتب قتادہ بن دعامہ سدوسی — متوفی ۱۱۷ھ

۱۶۔ کتب موسیٰ بن عقبہ — متوفی ۱۴۱ھ

۱۷۔ کتب وہب بن منبہ — متوفی ۱۱۴ھ

۱۸۔ کتاب رجاء بن حیاۃ — متوفی ۱۲۴ھ

۱۹۔ کتاب سلیمان بن یسار

۲۰۔ کتاب امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی — متوفی ۱۵۰ھ

یہ کتاب الآثار کے نام سے مشہور ہے اور صاحبین یعنی امام ابی یوسف اور امام محمد کی روایت کی وجہ سے ان کی تالیف سمجھا جاتا ہے

۲۱۔ صحائف عبدالرحمٰن بن ہرمز — متوفی ۱۱۷ھ

تابعین کے عہد میں تدوین حدیث باضابطہ طور پر عمل میں آئی اور اس دور کی تالیفی خدمات میں امام زہری اور امام ابوبکر بن حزم کا نام نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہے۔ پھر باقاعدہ ابواب فقہیہ پر مرتب کر کے پیش کرنے والے سب سے پہلے امام اعظم ہیں جنہوں نے چالیس ہزار احادیث میں سے صحیح اور معمول بہا روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف پیش فرمائی۔

احوال المصنفین میں ہے:

امام اعظم ابوحنیفہ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے ان کی ترتیب فنی نہ تھی، بلکہ انکے جامعین نے کیف ما اتفق جو حدیثیں انکو یاد تھیں انہیں قلم بند کر دیا تھا۔ امام شعبی نے بیشک بعض مضامین کی حدیثیں ایک ہی باب کے تحت لکھی تھیں لیکن وہ پہلی کوشش تھی جو غالبا چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکی، احادیث کو کتب و ابواب پر پوری طرح مرتب کرنے کا کام ابھی باقی تھا جسکو امام اعظم ابوحنیفہ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے نہایت ہی خوش اسلوبی کی

ساتھ مکمل فرمادیا اور بعد کے ائمہ کیلئے ترتیب و مقبولیت کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ کتاب الآثار کو احادیث صحیحہ کا اولین مجموعہ بتانے پر چونکیں، کیونکہ عام خیال یہ ہے کہ صحیح بخاری سے پہلے احادیث صحیحہ کی کوئی کتاب مدون نہیں تھی، مگر یہ بڑی غلط فہمی ہے، اس واسطے کے علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالک کو حاصل ہے۔ حافظ سیوطی تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں کہ

حافظ مغلطائی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ امام مالک ہیں۔

اور کتاب الآثار موطا سے بھی پہلے کی ہے جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ حافظ سیوطی تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ متفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اسکی ابواب پر ترتیب کی، پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہیں کی پیروی کی، اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔ (۱۱۸)

قرن ثانی۔ مولفات تبع تابعین

۱۔	کتب عبدالمالک بن عبدالعزیز بن جریج مکی	متوفی ۱۵۰ھ
۲۔	کتب ابراہیم بن طہمان خراسانی	متوفی ۱۶۳ھ
۳۔	کتب اسرائیل بن یونس سبیعی	متوفی ۱۶۰ھ
۴۔	کتب اہراہیم بن سعد	متوفی ۱۸۴ھ
۵۔	کتاب ابن اسحاق مدنی	متوفی ۱۵۱ھ
۶۔	کتاب ربیع بن صبیح بصری	متوفی ۱۶۰ھ
۷۔	کتاب سعید بن ابی عروبہ بصری	متوفی ۱۵۶ھ
۸۔	کتاب حماد بن سلمہ بصری	متوفی ۱۶۷ھ
۹۔	کتاب سفیان ثوری کوفی	متوفی ۱۶۱ھ

۱۰۔	کتاب عبدالرحمٰن بن عمرو امام اوزاعی شامی	متوفی ۱۵۸ھ
۱۱۔	کتاب ھشیم بن بشیر واسطی	متوفی ۱۸۳ھ
۱۲۔	کتاب عمر بن راشد یمنی	متوفی ۱۵۳ھ
۱۳۔	کتاب جریر بن عبدالحمید	متوفی ۱۸۸ھ
۱۴۔	کتاب عبداللہ بن مبارک خراسانی	متوفی ۱۸۱ھ
۱۵۔	مصنف عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	متوفی ۲۱۱ھ
۱۶۔	مصنف لیث بن سعد	متوفی ۱۷۵ھ
۱۷۔	مصنف سفیان بن عیینہ	متوفی ۱۹۸ھ
۱۸۔	مصنف اسمٰعیل بن عیاش	متوفی ۱۸۱ھ
۱۹۔	مصنف شعبہ بن حجاج	متوفی ۱۶۰ھ
۲۰۔	موطا امام مالک مدنی	متوفی ۱۷۹ھ
۲۱۔	موطا محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب	متوفی ۱۵۸ھ
۲۲۔	مسند امام شافعی	متوفی ۲۰۸ھ
۲۳۔	مسند ابوداؤد طیاسی	متوفی ۲۰۴ھ
۲۴۔	مسند ابوبکر عبداللہ بن زبیر قرشی حمیدی	متوفی ۲۱۹ھ
۲۵۔	موطا امام محمد	متوفی ۱۸۹ھ
۲۶۔	کتاب الزہد عبداللہ بن مبارک	متوفی ۱۱۸ھ
۲۷۔	کتاب الحجہ امام محمد	متوفی ۱۸۹ھ
۲۸۔	کتاب المشیخہ امام محمد	متوفی ۱۸۹ھ

قرن ثالث کی بعض تصانیف

الجامع الصحیح محمد بن اسمٰعیل بخاری	متوفی ۲۵۱ھ
الصحیح مسلم بن الحجاج قشیری	متوفی ۲۶۱ھ
السنن ابوداؤد	متوفی ۲۷۵ھ
السنن نسائی	متوفی ۳۰۳ھ
السنن ابن ماجہ	متوفی ۲۷۳ھ
الجامع ترمذی	متوفی ۲۷۰ھ
مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ	متوفی ۲۳۵ھ
مصنف عثمان بن ابی شیبہ کوفی	متوفی ۲۳۹ھ
مسند کبیر بقی بن مخلد قرطبی	متوفی ۲۷۶ھ
مسند کبیر حسن بن سفیان	متوفی ۳۰۳ھ
مسند کبیر یعقوب بن شیبہ بصری	متوفی ۲۶۲ھ
مسند کبیر محمد بن اسمٰعیل بخاری	متوفی ۲۵۱ھ
مسند ابی اسحاق ابراہیم عسکری	متوفی ۲۸۲ھ
مسند امام احمد بن حنبل	متوفی ۲۴۱ھ
مسند عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	متوفی ۲۰۵ھ
مسند حارث بن محمد تیمی	متوفی ۲۸۲ھ
مسند محمد بن یحی عدنی	متوفی ۲۴۳ھ
مسند محمد بن مہدی	متوفی ۲۷۲ھ
مسند علی بن مدینی	متوفی ۲۳۴ھ
مسند عبیداللہ بن موسی	متوفی ۲۱۳ھ
مسند عبداللہ بن حمیدی	متوفی ۲۴۹ھ
مسند ابی یعلی موصلی	متوفی ۳۰۷ھ

مسند احمد بن عمرو شیبانی — متوفی ۲۸۷ھ

مسند مسدد بن مسرہد — متوفی ۲۲۸ھ

مسند ابی بکر حمیدی مکی — متوفی ۲۱۹ھ

مسند احمد بن حازم — متوفی ۲۷۶ھ

تہذیب الآثار محمد بن جریر طبری — متوفی ۳۱۰ھ

منتقی ابن جارود — متوفی ۳۰۷ھ

مسند البزار — متوفی ۲۹۲ھ

مسند اسحاق بن راہویہ — متوفی ۲۳۸ھ

مسند معلل ابوبکر بزار — متوفی ۲۹۲ھ

قرن رابع کی تصانیف

المعجم الصغیر — سلمان بن احمد طبرانی — متوفی ۳۶۰ھ

المعجم الاوسط — سلمان بن احمد طبرانی — متوفی ۳۶۰ھ

المعجم الکبیر — سلمان بن احمد طبرانی — متوفی ۳۶۰ھ

صحیح ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان — متوفی ۳۵۴ھ

صحیح ابن خزیمہ محمد بن اسحاق — متوفی ۳۱۶ھ

صحیح المنتقی سعید بن عثمان السکن — متوفی ۳۵۳ھ

شرح مشکل الآثار ابوجعفر احمد بن طحاوی — متوفی ۳۲۱ھ

شرح معانی الآثار ابوجعفر احمد بن طحاوی — متوفی ۳۲۱ھ

المنتقی قاسم بن اصبغ اندلسی — متوفی ۳۴۰ھ

مسند ابن جمیع محمد بن احمد — متوفی ۴۰۲ھ

مسند خوارزمی — متوفی ۴۳۵ھ

مسند شاش ابوسعید ھثیم بن کلیب — متوفی ۳۳۵ھ

مسند صغار احمد بن عبید صغار — متوفی ۳۵۲ھ

مسند سنجری ابو اسحاق و علج — متوفی ۳۵۱ھ

مسند محمد بن اسحاق — متوفی ۳۱۳ھ

مسند ابن نصر رازی — متوفی ۳۸۵ھ

مسند ابو علی حسین بن محمد یاسر جبسی — متوفی ۳۶۵ھ

مسند ابن شاہین ابو حفص عمر احمد بن بغدادی — متوفی ۳۸۵ھ

سنن ابوالحسن علی دار قطنی — متوفی ۳۸۵ھ

سنن ابو بکر احمد بن سلیمان النجار — متوفی ۳۴۸ھ

سنن ابن شاہین — متوفی ۳۸۵ھ

سنن صغار — متوفی ۳۵۲ھ

سنن ابن لال ابو بکر احمد بن علی — متوفی ۳۹۸ھ

سنن لالکائی ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن حسن — متوفی ۴۱۸ھ

السنن الکبری احمد بن حسین بیہقی — متوفی ۴۵۸ھ

السنن الصغری احمد بن حسین بیہقی — متوفی ۴۵۸ھ

مستدرک علی صحیحین ابوالحسن علی بن عمرو دار قطنی — متوفی ۳۸۵ھ

مستدرک ابو عبداللہ حاکم — متوفی ۴۰۵ھ

مستخرج ابو علی حسین بن محمد ماسر جسی — متوفی ۳۶۵ھ

مستخرج اسمعیلی — متوفی ۳۷۱ھ

مستخرج غطریفی — متوفی ۳۷۷ھ

مستخرج ابن ابی ذہل — متوفی ۳۷۸ھ

مستخرج ابی عوانہ — متوفی ۳۱۶ھ

مستخرج ابو جعفر طوسی

مستخرج ابو حامد ہر بی	متوفی ۳۴۴ھ
مستخرج ابن اخرم	متوفی ۳۴۴ھ
مستخرج برقانی	متوفی ۴۲۵ھ
مستخرج خلال	متوفی ۴۳۹ھ
مستخرج ابونعیم اصبہانی	متوفی ۴۳۰ھ
حلیۃ الاولیاء ابونعیم	متوفی ۴۳۰ھ

انکے علاوہ مسانید وسنن اور صحاح وجوامع کا ایک عظیم ذخیرہ مرتب ہوا، جرح وتعدیل اور ضعفاء ومتروکین پر دفتر کے دفتر لکھے گئے۔

قرن رابع کے بعد تصانیف کی نوعیت

پانچویں صدی کے نصف تک تو اسی انداز سے کام ہوتا رہا اور احادیث کا وافر ذخیرہ پوری احتیاط کے ساتھ تحریری شکل میں محفوظ کر دیا گیا۔ اسکے بعد جو کام اس موضوع پر ہوئے وہ مختلف کتابوں کے مجموعوں کی شکل میں زیادہ ہوئے۔ بعض نے صحاح ستہ کے مجموعے لکھے اور کسی نے مسانید وسنن کو جمع کرنے کی سعی بلیغ کی۔ مثلا:۔

جامع الاصول:۔ علامہ ابن اثیر ابوالسعادات مبارک بن محمد نے چھٹی صدی میں صحاح ستہ کے مجموعہ کے طور پر لکھی۔

جامع المسانید والسنن: علامہ ابن کثیر نے صحاح ستہ اور مسند احمد، مسند بزار، مسند ابو یعلی، معجم کبیر طبرانی کے مجموعہ کی حیثیت سے دس کتابوں کی احادیث پر مشتمل لکھی۔

مجمع الزوائد: ابوالحسن ہیثمی نے بارہ کتابوں کا مجموعہ تحریر کیا جس میں معجم اوسط اور معجم صغیر کو بھی شامل کیا البتہ صحاح ستہ کی روایات جو باقی چھ کتابوں میں تھیں انکو حذف کر دیا۔

جمع الفوائد:۔ میں محمد بن مغربی نے مذکورہ بالا بارہ کتابوں کے ساتھ سنن دارمی اور موٴطا امام مالک کی احادیث کو بھی شامل کیا۔

الدین تبریزی کی مشکوۃ المصابیح بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

اورآخرمیں علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع لکھی جس میں تمام احادیث متداولہ کو جمع کرنے کا عزم کیا لیکن وہ مکمل نہ کرسکے، پھر بھی اتنی عظیم کتاب جس میں (۴۶۶۲۴) احادیث ہیں مشکل ہی سے دوسری دستیاب ہوسکتی ہے۔

اس کتاب کی تبویب وترتیب کا کام شیخ علی متقی برھان پوری ھندی (ریاست ایم۔ پی) مہاجر مکی نے انجام دیا اور اسکا نام کنز العمال رکھا جو اس زمانہ میں مطبوع اور دستیاب ہے۔

ھندستان کے یہ پہلے مصنف ہیں جنہوں نے اتنا بڑا کارنامہ علم حدیث میں انجام دیا لیکن اس وقت آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا۔

آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں شیخ عبدالوہاب متقی جن سے اکتساب فیض کے لئے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکہ مکرمہ پہونچے اور چند سال استفادہ کرکے ہندوستان واپس تشریف لائے اور اہل ہند کو علم حدیث کی دولت لازوال سے مالا مال فرمایا۔

راقم الحروف کی کتاب ''حالات محدثین وفقہا'' میں مذکورہ بالا ائمۂ حدیث اور ائمۂ مجتہدین وفقہا میں سے بعض کی سوانح نیز انکی جلالت شان اور علمی کارناموں سے متعلق قدرے تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

ماخذ و مراجع

١ـ پاره ٤ ع آل عمران

٢ـ پاره ٤ ع آل عمران

٣ـ پاره ٩ ع ٩ الاعراف

٤ـ پاره ٥ ع ٦ النساء

٥ـ پاره ٢٢ ع ٢ الاحزاب

٦ـ پاره ٢١ ع ١٨ الاحزاب

٧ـ پاره ٨ ع ١٠ الاعراف

٨ـ پاره ٣ ع ١٢ آل عمران

٩ـ پاره ٢٨ ع ٤ الحشر،

١٠ـ پاره ٣ ع ١٢ آل عمران

١١ـ الموطا لمالك ٨٩٩

١٢ـ السنن لا بن ماجه، عن ابی رافع ، رضی الله تعالیٰ عنه ١/٣

١٣ـ السنن لا بن ماجه عن المقدام بن معدی کرب الکندی ١/٣

١٤ـ پاره ١٤ ع ١٢ النحل ٤٤

١٥ـ پاره ٦ ع ١٠ المائدة،

١٦ـ السنن للنسائی ، عن ایمن بن ام ایمن ضی الله تعالیٰ عنهما، ٢/٢٢٥

١٧ـ السنن للنسائی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ٢/١٢٥

١٨ـ پاره ٧ ع ١٥ الانعام، ٨٢

١٩ـ پاره ٢١ ع ١ ١ لقمان،

٢٠ـ پاره ٥ ع ١٢ النساء ١٠١

٢١ـ التفسير لا بن جرير ٤/٢٤٣

٢٢ـ پاره ٦ ع ٥ المائدة، ٣

۲۳۔ پارہ ۸ ع ۱۱ الاعراف ۳۲

۲۴۔ پارہ ٤ ع ۱۵ النساء ۲۳

۲۵۔ پارہ ۲۷ ع النجم،

۲۶۔ ضیاء النبی ۱۹/۷

۲۷۔ ضیاء النبی ۱۸/۷

۲۸۔ ضیاء النبی ۱۹/۷

۲۹۔ الکامل لابن عدی ٥٤/٤

۳۰۔ الکامل لابن عدی ٥٤/٤

۳۱۔ تدریب الراوی ۱۵۱ السنة قبل التدوین ۳۱۰

۳۲۔ مقدمة ابن صلاح ۱۰

۳۳۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۸/۲

۳٤۔ مقدمه ابن الصلاح، ۱۰

۳۵۔ قدریب الراوی، ۱۹٦/ ۲

۳٦۔ الجامع الصحیح للبخاری کتاب البیوع ۲۷٤/۱

☆ فوا تح الرحموت مبحث التعارض ۲،

۳۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب البیوع ۲۷٤/۱

۳۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب التناؤب فی العلم، ۱۹/۱

۳۹۔ الاصاب لا بن حجر، ۳/۱

٤۰۔ الاصاب لا بن حجر، ۳/۱

٤۱۔ الاصابه لا بن حجر، ۲۲/۱

٤۲۔ اتحاف السادة للزبیدی ۲۲۳/۲

٤۳۔

۴۴۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر، ۹۴

☆ ضیاء النبی ۷/۷۹

۴۵۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر، ۹۴

۴۶۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر،۹۳ ضیاء النبی ۷/۸۰

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ للجزری، ۳/۱۷۸

۴۷۔ السنن للدارمی،

۴۸۔ فیوض الباری، مصنفہ مفتی محمود احمد رضوی، ۱/۲۰

۴۹۔ سنت خیر الانام ، مصنفہ پیر کرم شاہ ازہری، ۱۱۳

۵۰۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لا بن حجر، ۴/۱۶۰

۵۱۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لا بن حجر، ۴/۱۵۹

۵۲۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لا بن حجر، ۴/۲۰۰

۵۳۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لا بن حجر، ۴/۲۰۰

۵۴۔ ضیاء النبی، ۷/۹۱

۵۵۔ ضیاء النبی ۷/۹۴

۵۶۔ ضیاء النبی، ۷/۹۲

۵۷۔ ضیاء النبی، ۷/۹۲

۵۸۔ ضیاء النبی، ۷/۹۷

۵۹۔ ضیاء النبی ۷/۹۹

۶۰۔ ضیاء النبی ۷/۱۰۰

۶۱۔ المسند لا حمد بن حنبل، ۱/۴۴

۶۲۔ ضیاء النبی ۷/۱۰۴

۶۳۔ ضیاء النبی، ۷/۱۰۴

٦٤۔ ضیاء النبی، ۱۰۲/۷

۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب الکنیة للصبی،
السنن لا بی داؤد، کتاب الادب باب فی الرجل تیکی،
۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب کفارة البزاق فی المسجد، ۵۹/۱
الصحیح لمسلم، باب النهی عن البصاق فی المسجد، ۲۰۷/۱
٤۔ الصحیح لمسلم، باب السترة، ۱۹٦/۱
۳۔ الصحیح لمسلم، باب السترة، ۱۹۵/۱
۵۔ مقدمه بن صلاح، ۱٤۲
٦۔ میز ان الاعتدال، للذهبی، ۲٤/ ٤
۷۔ میزان الاعتدال للذهبی، ۲٤/٤
۸۔ میزان الاعتدال، للذهبی، ۲٤/٤
۹۔ مقدمه ابن صلاح، ۱٤۱
۱۰۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب اللباس،
۱۱۔ مقدمه ابن صلاح، ۱٤۱
۱۲۔ مقدمه بن صلاح، ۱٤۱
۱۳۔ مقد مه ابن صلا ح ، ۱٤۱
۱٤۔ مقدمه بن صلاح، ۱٤۲
۱۵۔ جامع بیان العلم،
۱٦۔ جامع بیان العلم،
۱۷۔ جامع بیان العلم لا بن عبد ا البر،
۱۸۔ الطبقات الکبری لا بن سعد،

۱۹۔ هو الذی بعث فی الأمیین رسولا منهم، الآیة، الجمعة، ۲

۲۰۔ مقدمه تاریخ تدوین حدیث، ۳۱

۲۱۔ السنة قبل التدوین، ۱۹۵

۲۲۔ السنة قبل التدوین، ۲۹۵

۲۳۔ السنة قبل التدوین، ۲۹۵

۲۴۔ القرآن الحکیم، سورة العلق، ۳۴

۲۵۔ القرآن الحکیم، سوره القلم، ۱

۲۶۔ السنة قبل التدوین، ۲۹۹

۲۷۔ السنة قبل التدوین، ۲۹۹

۲۸۔ ضیاء النبی، ۱۱۲

۲۹۔ المسند لا حمد بن حنبل، ۲۱/۳ ☆ المستدرك للحاکم، ۱۲۷/۱
المنهل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف، ۱۷

۳۰۔ المهل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف، ۱۷

۳۱۔ ضیاء النبی، ۱۱۳/۷

۳۲۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر، ۲٦

۳۳۔ المسهل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف، ۱۹

۳۴۔ ضیاء النبی، ۱۱۷/۷

۳۵۔ ضیاء النبی، ۱۱۷/۷

۳٦۔ النسة قبل التدوین، ۳۰۴

۳۷۔ السنة قبل التدوین، ۳۰۴

۳۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۳۲۹/۴

۳۹۔ المستدرك للحاکم، ۱۰٦/۱

۴۰۔ السنن للدارمی، ۱/۱۶۲

۴۱۔ الجامع للبخاری، کتاب العلم،

۴۲۔ السنن للدار قطنی،

۴۳۔ کنز العمال للمتقی، ۳/۱۶۶

۴۴۔ السنن لابی داؤد۔

۴۵۔ فیوض الباری شرح بخاری، ۱/۲۳

۴۶۔ السنن للدارمی، ۹۶

۴۷۔ کتاب العلل للترمذی، اطبقات الکبری لا بن سعد، ۵/۲۱۶

۴۸۔ شرح معانی الآثار، للطحاوی، ۲/۳۸۴

۴۹۔ السنن للدارمی، ۶۸

☆ السنة قبل التدوین، ۳۴۸

۵۰۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر، ۸۴

۵۱۔ فیوض الباری، ۱/۲۳

۵۲۔ جامع بیان العلم لا بن عبدا لبر، ۸۴

۵۳۔ السنن للدارمی، ۶۶

۵۴۔ السنن للدارمی، ۶۸

۵۵۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲/۳۰۴

۵۶۔ تهذیب التهذیب لا بن حجر، ۲/۲۰۶

۵۷۔ تهذیب التهذیب لا بن حجر، ۲/۲۱۱

۵۸۔ الطبقات اکبری لا بن سعد، ۵/۲۴۴

۶۰۔ التاریخ اکبری للبخاری،

۶۱۔ تهذیب التهذیب لا بن حجر، ۷/۱۸۳

۶۲۔ تہذیب التہذیب ۳/ ۴۸

۶۳۔ السنن للدارمی، ۶۷

☆ جامع بیان العلم لا بن عبد البر، ۴۰

۶۴۔ السنۃ قبل التدوین، ۳۲۰

۶۵۔ ضیاء النبی ۷/۱۳۳

۶۶۔ السنن الدارمی ۶۶

۶۷۔ الجامع لبخاری باب ما یکرہ من العمق الخ ۲/۱۰۸۴

۶۸۔ الجامو البخاری باب مایکرہ من العمق الخ ۲/۱۰۸۴

۶۹۔ الطبقات الکبری لابن سعد ۲/۱۲۳

۷۰۔ تہذیب التہذیب ۴/۱۹۸

۷۱۔ الجامع للترمذی، باب القجای با لیمن مع الشاہد، ۱/۱۶۰

۷۲۔ الجامع للبخاری، باب العساکر بعد الصلوۃ ۱/۱۱۷

۷۳۔ السنن للدارمی، ۶۶

۷۴۔ الجامع للبخاری، باب الصبر عند القتال، ۱/۳۹۷

۷۵۔ جامع بیان العلم، ۴۰

۷۶۔ تہذیب التہذیب لا بن حجر، ۲/۱۱۹

۷۷۔ توجیہ النظر، ۹۳

۷۸۔ تذکرۃ المحدثین مصنفہ علامہ غلام رسول سعیدی، بحوالہ توضیح الافکار، ۶۳

۷۹۔ تذکرۃ الفاظ للذہبی، ۹۰

۸۰۔ تدریب الراوی للسیوطی، ۱۸۰

۸۱۔ کتاب الکنی للبخاری، ۳۳

۸۲۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ۱/۲۰۱

۸۳۔ تہذیب التہذیب ۷/۳۳

۸۴۔ تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲/۴۱۳

۸۵۔ تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲/۴۱۲

۸۶۔ ضیاء النبی، ۷/۱۳۲ تا ۱۴۳

۸۷۔ ضیاء النبی ۷/۱۲۲ تا ۱۲۴

۸۸۔ انوار امام اعظم مصنفہ مولانا محمد منشا بش قصوری، ۴۳

۸۹۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۱/۱۶۰

۹۰۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۱/۱۶۰

۹۱۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۱۴/۱۷۸

۹۲۔ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ۶۰

۹۳۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ۱/۲۷۴

۹۴۔ تہذیب التہذیب لا بن حجر، ۶/۵۸

۹۵۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۱۴/۸۳

۹۶۔ تہذیب التہذیب لا بن حجر، ۴/۶۱۰

۹۷۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۳/۹

۹۸۔ تہذیب التہذیب لا بن حجر، ۵/۴۷۴

۹۹۔ تہذیب التہذیب لا بن حجر، ۵/۲۴

۱۰۰۔

۱۰۱۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ۲/۱۳۲

۱۰۲۔ تہذیب التہذیب لا بن حجر، ۵/۲۴

۱۰۳۔ تہذیب التہذیب لا بن حجر، ۶/۶۰

۱۰۴۔ تهذیب الهذیب لا بن حجر، ۱۵۳/۲

۱۰۵۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر، ۱/ ۹۷

۱۰۶۔ تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲/ ۳۷

☆ تدوین حدیث، ۱۵۷

۱۰۷۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر، ۱/ ۹۷

☆ تدوین حدیث، ۱۵۵

۱۰۸۔ تذکرۃ الحفاظ للذھبی، ۱۲۲/۱

۱۰۹ تهذیب التهذیب لا بن حجر، ۲۰۱/۶

تهذیب التهذیب لا بن حجر، ۹/۳

۱۱۰۔ تهذیب التهذیب لا بن حجر، ۹/۳

۱۱۱۔ الطبقات الکبری لا بن سعد ۳۹۵/۵

۱۱۳۔ الطبقا ت الکبری لا بن سعد ۔ ۱۷۳/۵

۱۱۲۔ تدوین دیچ، ۹۶

۱۱۴۔ تاریخ بغداد للخطیب، ۲۱/۱۴

۲۱۵۔ تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲/ ۲۰۴

۱۱۶۔ تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲/ ۲۰۴

۱۱۷۔ ضیاء النبی ۱۹/۷

۱۱۸۔ احوال المصنفین

علم حدیث کے طلباء کے لیے بہترین کتب

اقسام احادیث

مصنف

حضرت علامہ محمد حنیف رضا خاں بریلوی

ناشر مکتبہ اعلیٰ حضرت ۔ لاہور ۔ پاکستان

فہرست عنوانات

پیش لفظ

باسمہ تعالیٰ و تقدس

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک آپ کے فرمودات عالیہ کس طرح پہونچے، اور جو حضرات اس علم کو ہم تک پہونچانے کے لئے واسطہ بنے وہ کس حیثیت اور مقام ومرتبہ کے حامل تھے، اس کی تفصیل کے لئے علمائے کرام نے ایک علم وضع کیا جس کو اسمائے رجال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس علم کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ فقہا و محدثین کو اس علم کی تدوین کے لئے تقریبا دس لاکھ راویان حدیث کی سوانح مرتب کرنا پڑی۔

پھر جرح وتعدیل کے اصول وضوابط، راویان حدیث آپسی میل ملاپ، اور تعلق ونسبت کی نوعیت کو جانچا اور پرکھا گیا۔ اس طرح حدیث کو اس کے راویوں کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کسی نہ کسی نام سے موسوم کیا گیا، اور جب یہ چھان بین کرکے مراتب حدیث متعین ہوگئے تو اب انہیں اصول کی روشنی میں یہ طے پایا کہ ثبوت روایت کے اعتبار سے جب سب کا پلہ یکساں نہیں تو پھر ان احادیث سے متخرجہ مسائل اور ان کے احکام میں بھی برابری نہیں ہوسکتی۔

لہذا ایسے علم حدیث کا نام اصول حدیث رکھا گیا، چنانچہ اب حدیث کے قاری کو یہ جاننا ضروری ہے کہ کونسی حدیث کس مرتبہ کی ہے، تاکہ استنباط مسائل میں اس سے کوئی غلطی صادر نہ ہو۔

احکام الٰہی اباحت اور استحباب وغیرہ پر بھی مشتمل ہوتے ہیں۔ پھر احادیث مبارکہ میں تو بدرجہ اولیٰ ایسا ہوگا، کیونکہ یہاں تو اس کے ثبوت وعدم ثبوت سے بھی بحث ہے، جب کہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور اس کی نقل وروایت میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں، اور یہاں باب حدیث میں اولا ثبوت وعدم ثبوت کا قضیہ درپیش ہوتا ہے، جب سند کی تنقیح ہوجاتی ہے تو پھر اس کے معنی سے بحث ہوتی ہے۔

لہذا علم حدیث میں ثبوت وعدم سے بحث کا مطلب الفاظ کی حفاظت ہے اور محدثین کرام کا اصل وظیفہ یہ ہی ہے جب کہ مجتہدین کا مقصود نظر احکام شرعیہ کا استنباط واستخراج ہے۔ اسی لئے طلبۂ حدیث پر اولا طرق حدیث کی معرفت لازم ہے۔ لہذا زیر مطالعہ کتاب کو از اول تا آخر عمیق نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ ایجاز واختصار کے ساتھ راقم نے طالبان علوم دینیہ کے لئے یہ جواہرات غالیہ چن چن جمع کردیئے ہیں جن کے ذریعہ اصول حدیث میں من وجہ بصیرت حاصل ہوسکتی ہے۔

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم.

محمد حنیف خاں رضوی

خادم الطلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مورخہ ۱۷رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ

۱۶رفروری ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث

علم حدیث کی اصولی طور پر دو قسمیں ہیں۔

☆علم حدیث باعتبار روایت ☆علم حدیث باعتبار درایت

(علم حدیث) (علم اصول حدیث)

ہر علم وفن کیلئے بطور مبادی آٹھ امور ذکر کیے جاتے ہیں جن کے ذریعہ طالب فن کو من وجہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے اور اس علم کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ انکو اصطلاح فن میں رؤس ثمانیہ کہتے ہیں۔ ان کا اجمالی خاکہ یوں ہے۔

۱۔تعریف ۲۔موضوع ۳۔غرض وغایت ۴۔وجہ تسمیہ

۵۔مؤلف ۶۔اجناس ۷۔مرتبہ ومقام ۸۔تقسیم وتبویب

لیکن ہم مسلمانوں کیلئے ایک نواں امر جاننا بھی ضروری ہے اور وہ ہے اسکا شرعی حکم۔

اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ کریں۔ واضح رہے کہ یہ تفصیلات قسم اول کی بیان کی جائیں گی اور اسکے بعد دوسری قسم کا بیان ہوگا۔

۱۔تعریف:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کا نام ہے۔

تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور کا کسی کام کو ہوتے دیکھنا، یا کسی چیز کی خبر آپ تک پہونچنا جبکہ اسکا متعلق مسلمان ہے پھر اس کام پر سکوت فرمانا بھی حدیث کے تحت داخل ہے۔

ہاں جو چیزیں احوال سے متعلق ہیں تو ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ اختیاری ہیں تو

افعال میں داخل ۔ اور غیر اختیاری ہیں جیسے حلیۂ مبارکہ، واقعات ولادت وغیرھا تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔ اہل فقہ کے نزدیک یہ ہی تعریف مشہور ہے اور انکے فن سے یہ ہی متعلق ہے۔

ہاں علمائے حدیث نے مطلق احوال کو بھی حدیث میں شمار کیا کہ یہ انکے فن کے موافق ہے۔ لہذا سیرت مبارکہ کے تمام پہلو اس میں داخل ہیں۔

صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کو بھی تبعاً حدیث میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ صحابہ کرام کی تقریرات بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

۲۔ موضوع ۔ موضوع کے ذریعہ فن ممتاز ہوتا ہے اور فن کی عظمت وشرافت باعتبار موضوع ہوتی ہے۔ لہذا یہاں علم حدیث کا موضوع حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۳۔ غرض وغایت

جب کسی علم کا ثمرہ ونتیجہ معلوم ہو جاتا ہے تو انسان اسی اعتبار سے اس علم کی طرف رغبت کرتا ہے یا اس سے اعراض۔

علم حدیث کے حصول سے مقصد چند ہیں:

۱۔ ان فضائل وخصائل کا حصول جو حاملین حدیث کیلئے حضور نے ارشاد فرمائے۔

۲۔ قرآن عظیم کے مجمل احکام کی توضیح وتبیین۔

۳۔ کلام محبوب ہے لہذا اس کلام سے حلاوت ولذت کا حصول۔

۴۔ حضور اور صحابہ کرام کی اتباع اور پیروی۔

ان سب کا مرجع ومآل واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ سعادت دارین حاصل کرنا۔

۴۔ وجہ تسمیہ: باعتبار لغت حدیث قدیم کا مقابل ہے۔ نیز اسکا استعمال ہر خبر کیلئے ہوتا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ کیونکہ اسکا ظہور تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں فرمایا:

عرف شرع میں حدیث اس کو کہتے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔ گویا یہ قرآن کریم کے مقابل ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور قدیم۔ اور یہ کلام رسول ہے اور حادث یا حدیث۔

۵۔ مؤلف۔ یہ دو طرح ہوتے ہیں۔ مؤلف فن، مؤلف کتاب۔

چونکہ یہاں کسی خاص کتاب کا تعارف مقصود نہیں بلکہ مطلق علم حدیث کو ذکر کرنا ہے لہذا مؤلف فن یعنی جن حضرات نے اس فن کو ایجاد کیا ان کی تفصیل بیان کرنا۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب حفاظت حدیث میں ملاحظہ کریں کہ صحابہ کرام نے اس علم کی حفاظت اپنے عمل و کردار سے کی اور روایت کر کے علم حدیث دوسروں تک پہونچایا۔

۶۔ اجناس۔ علوم کی تفصیل مختلف اجناس، حیثیات اور اعتبارات سے کی جاتی ہے۔

مثلاً علم کی تقسیم کبھی باعتبار نقل و عقل ہوتی ہے کہ یہ علم عقلی ہے یا نقلی۔ لہذا کہا جائے گا کہ علم قرآن وحدیث نقلی ہیں اور منطق وفلسفہ عقلی۔

کبھی باعتبار اصل وآلہ ہوتی ہے۔ یعنی یہ علم اصل ہے یا آلی۔ لہذا کہا جاتا ہے کہ علم حدیث اصلی ہے اور نحو وصرف علوم آلی۔

اور کبھی شرعی وغیر شرعی اعتبار سے، جیسے علم حدیث شرعی علوم سے ہے اور علم سحر غیر شرعی لہذا خلاصہ کلام یہ نکلا کہ علم حدیث کی جنس نقلی اصلی شرعی ہے۔

۷۔ مرتبہ ومقام۔ مرتبہ علم حدیث کے دو اعتبار ہیں۔

۱۔ باعتبار فضیلت۔ ۲۔ باعتبار تعلیم

باعتبار فضیلت تو یہ دوسرے مقام پر ہے۔ اول مرتبہ علم قرآن کا ہے۔ اور باعتبار تعلیم درس نظامی میں اسکا مرتبہ آخری ہے کہ سب سے آخر میں اسی علم کو پڑھایا جاتا ہے۔

۸۔ تقسیم وتبویب:

جس طرح کتابوں میں تقسیم وتبویب ہوتی ہے اسی طرح علم کی بھی تقسیم وتبویب ہوتی

۱۔عقائد۔۔ ۲۔احکام۔ ۳۔تفسیر۔۔ ۴۔۔تاریخ۔

۵۔رقاق۔ ۶۔ آداب۔ ۷۔مناقب۔ ۸۔فتن۔

یعنی ہر حدیث کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان آٹھوں ابواب میں سے کسی ایک میں داخل ہو۔ جو کتاب ان آٹھوں ابواب پر مشتمل ہوگی اسکو جامع کہا جائے گا۔

۹۔ حکم شرعی:

علم حدیث کا حکم شرعی یہ ہے کہ جس مقام پر صرف ایک مسلمان ہواس کے لئے علم حدیث کا پڑھنا واجب عین اور ایک جماعت آباد ہوتو واجب کفایہ ہے۔ یہ ہی حکم علم فقہ سے متعلق ہے کہ احادیث کی تفصیل تبیین فقہ پر ہی موقوف ہے۔

علم اصول حدیث

تعریف: ایسے قواعد کا علم جس کے ذریعہ سند ومتن کے وہ احوال معلوم ہوں جن سے حدیث کے مقبول ومردود ہونے کا فیصلہ ہو سکے۔

موضوع۔ سند ومتن بحیثیت ردوقبول۔

اس کے تحت حسب ذیل مباحث خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ نقل حدیث کی کیفیت وصورت۔ نیز یہ کہ وہ کس کا فعل وتقریر ہے۔

۲۔ نقل حدیث کے شرائط۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ نقل کی کیا کیفیت رہی۔

۳۔ اقسام حدیث باعتبار سند ومتن۔

۴۔ احکام اقسام حدیث۔

۵۔ احوال راویان حدیث۔

۶۔ شرائط راویان حدیث۔

۷۔ مصنفات حدیث۔

۸۔ اصطلاحاتِ فن۔

غایت: حدیث مقبول کا مردود سے امتیاز۔

اس علم کے اصول وقواعد کا بعض حصہ تو قرآن وحدیث سے مستنبط ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قرن خیر میں بھی اس پر عمل رہا ہے۔

مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ۔ (۱)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فوعاھا ثم بلغھا عنی ، فرب حامل فقہ غیر فقیہ ، فرب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری حدیث سن کر محفوظ کی ، پھر اسے دوسروں تک پہونچایا، کیونکہ بہت لوگ فقہ کی باتیں جانتے ہیں لیکن خود فقیہ نہیں ہوتے ،اور بہت لوگ وہ ہیں کہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں جوزیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

لہذا نقل وروایت کا کام عہد رسالت ہی میں شروع ہو چکا تھا جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔ البتہ باقاعدہ علم وفن کی حیثیت اس نے بعد میں اختیار کی جیسا کہ دوسرے علوم وفنون کے ساتھ ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ وتابعین بالعموم سند سے سوال نہیں کرتے تھے جیسا کہ ابن سیرین نے فرمایا۔مگر جب دور فتن آیا اور جعلی اقوال حضور کی طرف منسوب کئے جانے لگے تو اب ضرورت پیش آئی کہ سند سے بھی تعرض کیا جائے اور احوال رواۃ کی چھان بین ہو۔لہذا اہل علم و عمل ، صاحب تقوی وطہارت اور سب سے بڑھکر اہل سنت کی روایت کو قبول کیا جانے لگا اور باقی پر جرح وتنقید شروع ہوئی یہاں تک کہ ناقلین حدیث کے اخلاق وکردار، عادات واطوار، اور سوانح وسیرت سے بحث کی جانے لگی، آخر کار وہ علوم وفنون سامنے آئے جن سے رواۃ کے حالات زندگی، علمی مقام ومرتبہ اور مذہب ومسلک کا تعین کیا جا سکے،ان کی مدد سے حدیث کے

اتصال، انقطاع، ارسال وتدلیس وغیرہ کی اصطلاحات وضع کی گئیں پھر مزید توسیع ووضاحت کے ساتھ تحصیل ونقل کی صورتیں، شرائط وآداب روایت کو بیان کیا جانے لگا امت مسلمہ کے محققین نے اس بارے میں خوب خوب تحقیقات کیں، لیکن یہ تمام تفصیلات اولاً زبانی اور مجلسوں کی بحث وتکرار تک ہی محدود تھیں۔ اور دوسری صدی کے نصف تک ان تمام اصول وقواعد کو سیکھنے سکھانے کا کام اپنی اپنی یادداشت سے لیا جاتا تھا۔ تحریر وکتابت کے ذریعہ مدون اور ضبط کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی، البتہ دوسرے علوم مثلاً حدیث وفقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کے ضمن میں انکو بیان کیا جاتا تھا، دوسری اور تیسری صدی میں یہ ہی طریقہ رائج رہا، پھر جیسے جیسے سلطنت اسلامیہ میں توسیع ہوتی جاتی علوم اسلامیہ میں بھی وسعت کے سامان پیدا ہوتے جاتے تھے آخر کار اس علم اصول حدیث پر بھی مستقل کتابیں تصنیف کی جانے لگیں۔

سب سے پہلی کتاب اس فن میں مستقل قاضی ابومحمد حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی متوفی ۳۶۰ھ نے بنام" المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" تصنیف کی۔(۳)

اسکے بعد علماء اور ائمہ نے اس فن پر خوب طبع آزمائی کی اور متون وشروح اور حواشی کا سلسلہ چل پڑا جو تاہنوز جاری ہے۔

اس فن کی ایجاد کا سہرا حضرات صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے سر بندھتا ہے۔

پھر اکابر تابعین میں انہیں کی اتباع میں اسکو آگے بڑھانے والے امام عامر شعبی، سعید بن میتب، ابن سیرین، امام زہری، امام عمرو بن حزم اور اصاغر تابعین میں امام شعبہ، امام اعمش، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام معمر ہیں۔ انکے بعد امام مالک، امام ابن مبارک، ابن عیینہ، یحیی بن سعید قطان، علی بن مدینی، ابن معین، احمد بن حنبل، سفیان ثوری۔ پھر امام بخاری، امام مسلم، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوحاتم اور امام ترمذی وامام نسائی وغیرہ ہیں۔

اس فن میں لکھی جانے والی کتابوں کی مختصر فہرست یوں ہے۔

۱۔المحدث الفاصل بین الراوی والواعی لابی محمد حسن الرامھرمزی۔ ۲۶۰م

٢۔معرفة علوم الحديث لابی عبد الله محمد بن عبد الله الحاکم النيشابوری، م٤٠٥

٣۔ المستخرج على معرفة علوم الحديث لابی نعيم احمد الاصبحانی، م ٤٣٠

٤۔الكفاية فی علم الرواية لابی بکر احمد الخطيب البغدادی، م ٤٦٣

٥۔الالماع الی معرفة اصول الرواية و تقييد السماع للقاضی عياض، م٥٤٤

٦۔ مالايسع المحدث جهله لا حفص عمر الميانجی م ٥٨٠

٧۔ علوم الحديث المعروف بمقدمة ابن الصلاح لابی عمر و عثمان الشهرزوری، م٦٦٣

٨۔ التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير والنذير لمحی الدين يحی النودی/ م٦٧٦

٩۔ تدريب الراوی فی شرح تقريب النواوی لعبد الرحمن جلال الدين السيوطی، م٩١١

١٠۔نظم الدرر فی علم الاثر لعبد الرحيم زين الدين العراقی، م٨٠٦

١١۔ فتح المغيث فی شرح الفية الحديث لمحمد بن عبد الرحمن السخاوی، م٩٠٢

١٢۔نخبة الفكر فی مصطلح اهل الاثر لابن حجر العسقلانی، م٨٥٢

١٣۔ نزهة النظر فی شرح نخبة الفكر لابن حجر العسقلانی، م٨٥٢

١٤۔امعان النظر فی شرح نزهة النظر للقاضی محمد اکرم السندھی م١١٠٠

١٥۔ توضيح الافكارلمحمد بن اسمعين المعروف بامير يمانی، م١١٨٢

١٦۔توجيه النظر للشيخ طاهرالجزائری، م١٣٣٧

١٧۔ فقه الاثر لرضی الدين بن حنبل الحنفی،

اصطلاحات فن

خبر

تعریف: اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ یہ حدیث کے مرادف وہم معنی ہے۔ عام علمائے فن کے نزدیک یہ قول ہی زیادہ

پسندیدہ ہے۔

۲۔ حدیث کا مقابل۔یعنی اس سے وہ امور مراد ہوتے ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے سے منقول ہوں۔

۳۔ حدیث سے عام۔یعنی ہر منقول چیز خواہ حضور سے منقول ہو یا غیر سے۔

بعض نے اس طرح بھی فرق بیان کیا ہے کہ جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہو اسکو حدیث کہتے ہیں ، اور ملوک وسلاطین اور ایام گزشتہ کی حکایات کو خبر کہا جاتا ہے۔لہذا جو سنت کے ساتھ مشغلہ رکھتا ہے اسکو محدث کہتے ہیں،اور جسکا مشغلہ تاریخ ہو اسکو اخباری کہتے ہیں۔

خبر میں اصولاً دو طرح کی تقسیم جاری ہوتی ہے:۔

۱۔ باعتبار مصدر و مدار۔یعنی اس ذات کے اعتبار سے جس سے وہ منقول ہے۔

۲۔ باعتبار نقل۔یعنی اس اعتبار سے کہ نقل در نقل ہم تک کس طرح پہونچی۔

اقسام خبر باعتبار مدار و مصدر

اس اعتبار سے خبر کی چار اقسام ہیں۔

☆ حدیث قدسی۔ ☆ مرفوع۔ ☆ موقوف۔ ☆ مقطوع۔

پہلی تین اقسام کی باعتبار سند دو دو قسمیں ہیں۔

متصل۔ منقطع۔

مقطوع کو علی الاطلاق متصل نہیں کہتے بلکہ قید کے ساتھ یوں کہا جاتا ہے:

هذا متصل الى سعيد بن المسيب ،او الى الزهرى ، او الى مالك۔

حدیث قدسی: وہ حدیث جس کے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں متعدد وجوہ سے فرق ہے۔

۱۔ قرآن کریم کے الفاظ و معانی دونوں من جانب اللہ ہوتے ہیں، برخلاف حدیث قدسی کہ اس میں معانی اللہ عزوجل کی جانب سے اور الفاظ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے۔

۲۔ قرآن کریم کے لئے تواتر شرط ہے حدیث قدسی کیلئے نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کلام معجز ہے کہ کوئی مخلوق اسکی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔

۴۔ قرآن کریم کا منکر کافر ہے، حدیث قدسی کا نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔

مثال: ان اللہ تعالیٰ یقول :ان الصوم لی و انا اجزی بہ ۔ (۵)

بیشک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بیشک روزہ میرے لئے ہے، اور میں اس کی جزا دوں گا۔

مرفوع: وہ حدیث ہے جو حضور سید عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو، خواہ قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا حال۔

کسی حدیث کا رفع ثابت کرنے کیلئے سند مذکور ہو یا غیر مذکور، ناقص ہو یا کامل، صحابی ہوں یا تابعی، وغیرہ کوئی بھی بیان کریں بہر حال وہ حدیث مرفوع ہی رہے گی۔

یہ اور مسند ہم معنی ہیں، لہذا ان دونوں کا اطلاق متصل، منقطع اور مرسل وغیرہا سب پر ہوتا ہے، بعض حضرات کا کہنا کہ مسند کا اطلاق صرف متصل پر ہی ہوتا ہے، ہاں جن محدثین نے مرفوع کو مرسل کا مقابل قرار دیا ہے وہ مرفوع متصل ہی مراد لیتے ہیں۔ (۶)

مرفوع کی اصولی طور پر دو قسمیں ہے:

☆حقیقی ☆حکمی

مرفوع حقیقی: ۔ وہ حدیث جو صراحۃ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔

اسکی چار قسمیں ہیں:

☆قولی ☆فعلی ☆تقریری ☆وصفی

قولی: وہ حدیث جو بذریعہ قول بیان کی جائے، یونہی وہ حدیث جو قول کے بجائے ان الفاظ سے بیان کی جائے جو اسکا مفہوم ادا کریں۔

جیسے:۔ امر، نہی، قضی، حکم، وغیرھا۔

فعلی:۔فعل یا عمل کے ذریعہ بیان کردہ وہ حدیث، یونہی ان الفاظ سے جومختلف افعال واعمال کی طرف مشیر ہوں۔

جیسے:۔ توضأ، صلی، صام، حج، اعتکف، وغیرھا۔

تقریری:۔حضور کی مجلس میں کوئی کام کسی مسلمان سے صادر ہوا اور آپ نے انکار نہ فرمایا۔

وصفی:۔حضور کے اوصاف وحالات کا ذکر جن احادیث سے ثابت ہو۔

مرفوع حکمی:

جوحدیث بظاہر حضور کی طرف منسوب نہ ہو لیکن کسی خاص وجہ کے سبب اس پر حکم رفع لگایا جائے۔ وجوہ رفع میں بعض یہ ہیں:۔

۱۔ کوئی صحابی جو صاحب اسرائیلیات نہ ہوں ان کا ایسا قول جس میں اجتہاد وقیاس کو دخل نہ ہو، نہ لغت کا بیان مقصود ہو اور نہ کسی لفظ کی شرح ہو، بلکہ جیسے گزشتہ (ابتدائے آفرینش) اور آئندہ (احوال قیامت) کی خبر یا کسی مخصوص جزاء وسزا کا بیان ہو۔

۲۔ کسی صحابی کا ایسا فعل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔

جیسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا نماز کسوف میں دو سے زائد رکوع کرنا۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کی طرف کسی کام کی نسبت کرنا،

جیسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان:۔

کنا نعزل علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

ان دونوں صورتوں میں ظاہر یہ ہی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فعل پر مطلع تھے اور اس فعل کے جواز پر وحی آچکی تھی۔

۴۔ فعل مجہول کے ذریعہ کسی چیز کو بیان کرنا۔

جیسے: امرنا بکذا۔ و نهینا بکذا۔

۵۔ یاراوی یوں کہے، "من السنة کذا" کہ اس سے بھی بظاہر سنت نبوی مفہوم ہوتی ہے، اگرچہ احتمال یہ بھی ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت یا دیگر صحابہ کا طریقہ مراد ہو۔

٦۔ کوئی صحابی کسی آیت کا شان نزول بیان کرے۔(۷)

موقوف:

وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول و فعل ہو یا تقریر۔ بیان کرنے والے صحابی ہوں یا غیر صحابی، سند مذکور ہو یا نہیں۔

اگر سند مذکور اور صحابی تک متصل ہو تو اسکو موقوف موصولی یا متصل کہتے ہیں، اور کبھی غیر صحابی کی حدیث کو بھی موقوف کہا جاتا ہے۔ لیکن اسکا استعمال قید کے ساتھ ہوگا۔ مثلا یوں کہیں گے:

حدیث کذاو کذاو قفة فلان علی عطاء او علی طاؤس او نحوھذا۔

فقہائے خراسان کی اصطلاح میں موقوف کو اثر اور مرفوع کو خبر کہا جاتا ہے۔(۸)

اس کی تین قسمیں ہیں:۔

☆قولی ☆فعلی ☆تقریری

قولی: جیسے۔قال علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ و جھه الکریم:حدثوا الناس بما یعرفون۔(۱)

لوگوں سے وہ چیزیں بیان کرو جسکے وہ متحمل ہوسکیں۔

فعلی: ۔جیسے۔ ام ابن عباس وھو متیمم۔ (۹)

حضرت ابن عباس نے حالت تیمم میں امامت فرمائی۔

تقریری: صحابی کے سامنے کوئی کام کسی مسلمان نے کیا اور انہوں نے سکوت فرمایا۔

حکم:

یہ کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی غیر مقبول۔ اگر یہ حکما مرفوع ہے تو قابل احتجاج ہوگی، اور

محض موقوف تو احادیث ضعیفہ میں تقویت کا کام دے گی اور غیر اختلافی امور میں حجت بھی قرار دی جائے گی۔ ہاں اختلافی امور میں بایں معنی اعتبار ہوگا کہ اس کے علاوہ اور مقابل کسی رائے اور قیاس کو دخل نہیں دیا جائے گا۔

مقطوع:۔ جو قول و فعل کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔

اسکی دو قسمیں ہیں

☆ قولی ☆ فعلی

قولی:۔ جیسے حضرت امام حسن بصری تابعی کا قول:۔

صل و علیہ بدعتہ، (١٠)

نماز پڑھ لیا کرو اسکی بدعت اسی پر پڑے گی۔

فعلی:۔ جیسے ابراہیم بن محمد بن منتشر کا بیان:۔

کان مسروق یرخی الستر بینہ و بین اهله و یقبل علی صلاۃ و یخلیهم و دنیاهم،(١١)

حضرت امام مسروق اپنے اہل وعیال کے درمیان پردہ ڈال کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور انکو انکی دنیا میں مشغول چھوڑ دیتے۔

حکم:۔ کسی سند سے مرفوع ثابت ہوئی تو مرفوع مرسل کے حکم میں ہوگی، اور موقوف کا درجہ حاصل کرنے کے لئے بعض احناف نے فرمایا کہ تابعی عہد صحابہ میں انکی نگرانی میں افتاء کا کام کرتا رہا ہو اور ان کا معتمد ہو تو اسکو موقوف کی حیثیت حاصل ہوگی، اسکو منقطع بھی کہا جاتا ہے۔(١٢)

متصل: وہ حدیث مرفوع یا موقوف جسکے تمام رواۃ مذکور ہوں۔

مرفوع متصل:۔ مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نعى النجاشى للناس فى اليوم الذى مات فيه وخرج بهم الى المصلى فصف بهم و كبر اربع تكبيرات۔ (١٣)

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے انتقال کی خبر صحابہ کرام کو سنائی اور ایک میدان میں جا کر انکی نماز ادا کی۔

اس حدیث کی سند متصل ہے اور حدیث مرفوع۔

موقوف متصل:۔ مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر قال :يصلى على الجنازة بعد العصر و بعد الصبح اذا صليتما لوقتها۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نماز جنازہ نماز عصر و فجر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کی سند متصل اور حدیث موقوف۔

منقطع: وہ حدیث مرفوع یا موقوف جسکے بعض رواۃ سند سے ساقط ہوں۔

واضح رہے کہ منقطع تین معنی پر بولا جاتا ہے۔

۱۔ حدیث مقطوع جو کسی تابعی کا قول و فعل ہو۔ کمامر

۲۔ متصل مقطوع کا مقابل کہ سند سے کوئی راوی ساقط ہو، ایک خواہ زیادہ، مسلسل یا متفرق۔

۳۔ دوسرے معنی پر بولا جانے والا منقطع مقسم ہے اور یہ اسکی ایک قسم۔

اقسام خبر باعتبار نقل

سلسلۂ سند کے اعتبار سے ہم تک پہونچنے والی احادیث کی دو قسمیں ہیں۔

☆ متواتر ☆ غیر متواتر

تعریف:۔ جس حدیث کے راوی ہر طبقہ میں اتنے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال عقلی بھی ہوا اور عادی بھی، نیز مضمون حدیث حسیات سے متعلق ہو عقلی قیاسی نہ ہو۔ اسکو متواتر اسنادی بھی کہتے ہیں۔ (۱۴)

☆ الفاظ متحد ہوں تو متواتر لفظی بھی کہا جاتا ہے۔

☆ معنی متواتر ہوں الفاظ نہیں تو متواتر معنوی اور متواتر قدر مشترک کہتے ہیں۔

☆ کبھی ایک بڑی جماعت کے ہر قرن میں عمل کی بنیاد پر بھی تواتر کا حکم لگتا ہے، اسکو متواتر عملی کہا جاتا ہے۔

☆ کبھی دلائل متواتر ہوتے ہیں تو اسکو متواتر استدلالی کہتے ہیں۔

مثال متواتر اسنادی:۔من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔(۱۵)

جوشخص قصداً میری طرف جھوٹ منسوب کرے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

☆ امام ابن صلاح نے کہا: اس حدیث کو ۶۲ صحابہ کرام نے روایت کیا۔ نیز فرمایا اسکی سند میں تمام عشرۃ مبشرۃ بھی ہیں، اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث میں ان سب کا اجتماع نہ ہوا۔ اور بذات خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے صحابہ کرام اس کثرت سے کسی دوسری حدیث میں نہیں۔

☆ امام نووی نے فرمایا: تقریباً دوسو صحابہ کرام سے یہ حدیث مروی ہے۔

☆ امام عراقی کہتے ہیں: خاص اس متن کے ساتھ ستر سے زائد صحابہ کرام سے روایت آئی۔

مثال متواتر لفظی:۔نظم قرآن کریم۔

قرآن کریم عہد رسالت سے آج تک انہیں الفاظ کے ساتھ نقل ہوتا آیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ ہر طبقہ میں بے شمار افراد اسکے راوی رہے، لہذا نہ کسی سند کی ضرورت اور نہ کسی اسناد کی حاجت، اسکو متواتر طبقہ کہہ سکتے ہیں۔

مثال متواتر معنوی:۔ كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا رفع فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه، (۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک چہرہ پر نہ پھیر لیتے۔

اس حدیث سے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ملتا ہے، اس سلسلہ میں ایک سو کے قریب احادیث ہیں جن میں مختلف مواقع پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، الگ الگ کوئی حدیث حد تواتر کو نہیں پہونچی مگر ان کا قدر مشترک مفہوم یعنی دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا متواتر ہے۔

اسی باب سے ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلق معجزہ کا صدور کہ اگر چہ معجزات فرداً فرداً خبر واحد یا خبر مشہور سے ثابت ہوں لیکن جن روایات میں معجزات کا ذکر ہے وہ متواتر ہیں۔

متواتر عملی کی مثال:

وضو میں مسواک، کہ عملاً اگر چہ سنت ہے لیکن اسکی سنیت کا اعتقاد فرض ہے، کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت شدہ ہے، لہذا اسکی سنیت کا انکار کفر ہوگا۔

اسی قسم سے دن ورات میں پانچ نمازوں کا ثبوت بھی ہے، کہ ہر زمانہ میں اہل اسلام پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے آئے اور بالاتفاق تمام مسلمان ان کو فرض جانتے اور مانتے ہیں حتی کہ غیر مسلم بھی اس بات سے واقف ہیں کہ مسلمانوں کے یہاں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

متواتر استدلالی کی مثال:۔ اجماع، خبر واحد اور قیاس کا حجت شرعی ہونا ایسے دلائل سے ثابت ہے جو شمار میں لاتعداد ہیں اور مختلف مواقع پر مذکور ہیں، یہ الگ الگ تو اگر چہ ظنی ہیں مگر ان کا حاصل ایک ہے۔

حکم: حدیث متواتر علم قطعی یقینی بدیہی کا فائدہ دیتی ہے، راویوں سے بحث نہیں کی جاتی، اسکے مضمون کا انکار کفر ہے۔

تصنیفات فن

اس نوعیت کی متعدد تصانیف معرض وجود میں آئیں۔ بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الفوائد المتکاثرۃ فی الاخبار المتواترۃ للسیوطی،

۲۔ الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ للسیوطی،

۳۔ قطف الازھار للسیوطی،

٤۔ نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی،

٥۔ اتحاف ذوی الفضائل المشتھرۃ بما وقع من الزیادات فی نظم المتناثر

علی الازهار المتنا ثرۃ لا بی الفضل عبد اللہ صدیق۔

تعریف خبر واحد: وہ حدیث جو تواتر کی حد کو نہ پہونچے۔

حکم: ظن غالب کا افادہ کرتی ہے، اور اس سے حاصل شدہ علم نظری ہوتا ہے۔

اسکی دو قسمیں ہیں :

باعتبار نقل　　　باعتبار قوت وضعف

باعتبار نقل یعنی ہم تک پہونچنے کے اعتبار سے اسکی تین قسمیں ہیں :۔

☆ مشہور　　☆ عزیز　　☆ غریب

خبر مشہور

تعریف: ۔ ہر طبقہ میں جسکے راوی تین یا زائد ہوں بشرطیکہ حد تواتر کو نہ پہونچیں، اسکو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

بعض کے نزدیک عموم خصوص کی نسبت ہے کہ مستفیض خاص ہے، یعنی جسکے رواۃ ہر زمانہ میں یکساں ہوں برخلاف مشہور، بعض نے اسکے برعکس کہا ہے۔

مشہور فقہاء واصولیین: ۔ مشہور کی غیر اصطلاحی تعبیر یوں بھی منقول ہے کہ وہ حدیث کہ عہد صحابہ میں ناقل تین سے کم رہے مگر بعد میں اضافہ ہو گیا اور تلقی امت بالقبول سے ممتاز ہو گئی، گویا انکے نزدیک متواتر اور خبر واحد کے درمیان برزخ ہے۔

مشہور عرفی: ۔ جو حدیث عوام وخواص میں مشہور ہوئی خواہ شرائط شہرت ہوں یا نہ ہوں۔

یہ محدثین، فقہاء، اصولیین اور عوام کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

مثال نزد محدثین: ۔ قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شھرا بعد الرکوع یدعو علی رعل و ذکوان۔ (۱۷)

مثال نزد فقہاء: ۔ من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام من نار۔ (۱۸)

مثال نزد اصولیین: ۔ رفع عن امتی الخطاء و النسیان۔ (۱۹)

نے روایت کیا۔

پھر بعض تفصیلات یوں ہیں۔

☆ حضرت انس سے قتادہ اور عبدالعزیز نے

☆ حضرت قتادہ سے شعبہ اور سعید نے

☆ حضرت عبدالعزیز سے اسمعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے ۔(۲۵)

خبر غریب

اسکی دو قسمیں ہیں:

☆ غریب اسنادی ☆ غریب لغوی

تعریف غریب اسنادی:۔ کسی ایک طبقہ میں ایک راوی ہو، اسکو فرد بھی کہتے ہیں۔

اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔

☆ غریب مطلق ☆ غریب نسبی

☆ فرد مطلق ☆ فرد نسبی

انکے بیان کے لئے "تفرد فلاں" اور "اغرب فلاں" کہا جاتا ہے۔

تعریف غریب مطلق:۔ سند حدیث کے اولین طبقہ میں تفرد وغرابت ہو۔

مثال اول:۔ انما الاعمال بالنیات۔(٢٦)

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اس حدیث کی اول سند میں حضرت عمر فاروق اعظم تنہا ہیں، یہ حدیث غریب مطلق ان لوگوں کے نزدیک شمار ہوگی جو اولین طبقہ سے مراد صحابہ کرام لیتے ہیں۔

مثال دوم:۔ الایمان بضع و سبعون شعبة و الحیاء شعبة من الایمان۔(٢٧)

ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں، ان میں حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف ابوصالح نے اور ابوصالح سے

صرف عبداللہ بن دینار نے روایت کی ہے، لہذا جو حضرات اولین طبقہ سے تابعین مراد لیتے ہیں انکے نزدیک یہ بھی غریب مطلق ہی شمار ہوگی۔

مثال سوم:۔ نهى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عن بيع الولاء و هبته، (۲۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولاء (یعنی غلام آزاد کرنے کے بعد آقا کا جو حق غلام سے متعلق رہ جاتا ہے) کو بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عبداللہ بن دینار نے تنہا روایت کیا۔

تعریف غریب نسبی:۔ درمیان طبقہ میں غرابت ہو۔

مثال:۔ ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل مكة وعلى رأسه المغفر، (۲۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپکے مبارک سر پر خود تھا۔ اس حدیث کو امام زہری سے صرف امام مالک نے روایت کیا۔ (۳۰)

حکم:۔ ان احادیث کا حکم بھی مشہور احادیث کی طرح ہے کہ ہر حدیث کا صحیح اور معتمد ہونا ضروری نہیں بلکہ حسب موقع مختلف مراتب ہوتے ہیں۔ بلکہ غرائب پر اکثر جرح ہی ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل کتب میں اکثر و بیشتر احادیث غرائب مذکور ہیں۔

المسند للبزار	م ۲۹۲ھ
المعجم الاوسط للطبرانی	م ۳۶۰ھ

تصانیف فن

☆ غرائب مالك للدار قطنی — م ۳۸۵

☆ الا فراد للدارقطنی

☆ السنن التی تفرد بکل سنة منها اهل بلدة لا بی داؤد — م۲۷۵

غریب لغوی

تعریف: متن حدیث میں کوئی ایسا لفظ آجائے جو قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے غیر ظاہر ہو۔

یہ فن نہایت عظیم ہے، اس میں نہایت احتیاط اور تحقیق کی ضرورت پیش آتی ہے، کیونکہ معاملہ کلام نبوی کی شرح وتفسیر کا ہے، لہذا کلام الہی کی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تشریح وتفسیر بھی محض رائے سے مذموم قرار دی جائے گی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی لفظ غریب کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس فن کے لوگوں سے پوچھو، مجھے خوف ہے کہ کہیں میں اپنے ظن وتخمین سے کوئی بات کہہ دوں اور غلطی میں مبتلا ہو جاؤں۔

امام ابوسعید اصمعی سے ابو قلابہ نے پوچھا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرمان "الجار احق بسقبة" کے کیا معنی ہیں، فرمایا: میں اپنی رائے سے اس حدیث کی تفسیر نہیں کرسکتا۔ البتہ اہل عرب 'سقب' کے معنی قرب ونزدیکی بیان کرتے ہیں (۳۱)

یہ دونوں واقعے اسی غایت احتیاط کی طرف مشیر ہیں۔

بہترین تفسیر وہ کہلاتی ہے جو خود حضور ہی سے کسی دوسری حدیث میں منقول ہو۔

صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب ۔ (۳۲)

کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو پہلو پر۔

دوسری روایت جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے اس میں حضور نے 'فعلی جنب' کی تفسیر یوں فرمائی، داہنی کروٹ، کے بل قبلہ رخ ہوکر۔

تصانیف فن

☆	کتاب نضر بن شمیل، اولین کتاب	م ۲۰۴
☆	غریب الحدیث لابن عبید قاسم بن سلام	م ۲۲۴
☆	غریب الحدیث لعبد اللہ بن مسلم الدینوری	م ۲۲۷

☆ النهایة فی غریب الحدیث و الاثر لا بن اثیر — م ٦٠٦

☆ الفائق لجار الله الزمخشری — م ٥٣٨

☆ مجمع بحار الانوار لمحمد بن طاهر الهندی — م ٩٨٦

فقہاء احناف اور تقسیم مذکور

خبر باعتبار نقل فقہا کے نزدیک قدرے اختلاف کے ساتھ یوں منقول ہے:۔

اولاً باعتبار نقل دو قسمیں ہیں۔

☆ مسند ☆ مرسل

مسند: وہ حدیث جو پوری سند کے ساتھ مروی ہو۔

مرسل: جسکے بعض یا کل راوی غیر مذکور ہوں۔

پھر مسند کی تین اقسام ہیں:۔

☆ خبر متواتر ☆ خبر مشہور ☆ خبر واحد

خبر متواتر: تعریف وحکم میں مثل سابق ہے۔

خبر مشہور: عہد صحابہ میں عزیز یا غریب تھی بعدہ حد تواتر کو پہونچ گئی یا بالعموم مشہور ہو گئی۔

حکم:۔ ثبوت وقطعیت میں متواتر سے قریب ہے، اس سے حاصل شدہ علم موجب اطمینان اور انکار گمراہی ہوتا ہے۔

باعتبار ثبوت متواتر و مشہور دونوں بایں معنی مساوی درجہ رکھتی ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی حکم اس سلسلہ میں نہ ملے جس مضمون کو یہ بیان کر رہی ہیں تو ان کو بھی اسی درجہ میں شمار کیا جائے گا جس درجہ میں آیت کا مضمون ہوتا ہے۔

خبر واحد: وہ حدیث جو کسی عہد میں تواتر اور شہرت کی حد کو نہ پہونچے۔ خواہ راوی ہر دور میں ایک ہو یا چند، خواہ ہر طبقہ میں ایسا ہو یا ایک دو طبقات میں۔

گویا محدثین کے نزدیک عزیز غریب بلکہ بسا اوقات مشہور بھی اسکے تحت آسکتی ہے۔

حکم :۔ لائق احتجاج ہوتی ہے، ظن غالب کا افادہ کرتی ہے، اور چند شرائط کے ساتھ واجب العمل قرار پاتی ہے۔

شرائط آٹھ ہیں :۔

☆ چار باعتبار راوی　　　　☆ چار باعتبار مروی

۱۔ راوی مسلمان ہو، عاقل بالغ ہو، عادل ہو، ضابط ہو۔

۲۔ روایت قرآن کے مخالف نہ ہو۔ متواتر دستور کے خلاف نہ ہو۔

۳۔ کسی ایسے مسئلہ کے مخالف نہ ہو جس سے عوام وخواص سب کا سابقہ پڑتا ہو۔ اور حالات کا تقاضہ ہو کہ وہ سب کے علم میں ہوگی۔

۴۔ صحابہ کرام نے باہمی اختلافات میں اس سے استدلال کیا ہو۔

جیسے راوی سے قولاً یا فعلاً اسی حدیث کی مخالفت ثابت ہو۔ یا فقہاء صحابہ اور ائمہ فقہ و حدیث سے مخالفت ثابت ہو جبکہ قرائن حدیث کا تقاضہ ہو کہ وہ اس حدیث سے ناواقف نہ ہوں گے تو اس پر عمل جائز نہیں۔

اول صورت میں اس کو نسخ پر اور دوسری صورت میں عدم ثبوت اور عدم صحت پر محمول کریں گے۔ جیسے کسی راوی نے اپنی روایت کا اظہار کر دیا تو روایت مقبول نہیں اور انکار رجوع پر محمول ہوگا۔

یہاں ایک بات اور اہم ہے کہ سننے کے بعد سے روایت برابر راوی کے ذہن میں محفوظ ہو۔ ذہول نہ ہو جائے۔ ہاں تحریر میں محفوظ ہے اور تحریر دیکھ کر یاد آ گئی تو اعتبار ہوگا ورنہ نہیں۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں، تحریر اپنے پاس ہو یا دوسرے کے پاس لیکن اطمینان ہو تو کافی ہے۔ (۳۳)

اسی انداز کی شرطوں کی وجہ سے اہل تحقیق بیان کرتے ہیں کہ امام اعظم نے احادیث کے ردوقبول کا جو معیار اپنایا تھا وہ عام محدثین سے سخت تر تھا۔ (۳۴)

احاد کی باعتبار قوت وضعف تقسیمات

دو قسمیں ہیں

☆مقبول ☆ مردود

خبر مقبول

تعریف:۔ جس حدیث کا ثبوت راجح ہو۔

اس حدیث کو جید، قوی، صالح، مجود، ثابت، محفوظ اور معروف بھی کہا جاتا ہے۔

حکم:۔ شرعی احکام میں قابل احتجاج اور لائق عمل ہے۔

مقبول میں دو تقسیمات ہیں

باعتبار فرق مراتب باعتبار عمل

تقسیم اول باعتبار فرق مراتب

چار قسمیں ہیں:۔

☆صحیح لذاتہ ☆صحیح لغیرہ ☆حسن لذاتہ ☆حسن لغیرہ

صحیح لذاتہ

جسکے تمام رواۃ عادل ضابط ہوں، سند متصل ہو اور شذوذ وعلت سے خالی ہو۔ گویا صحت کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

ا۔ عدالت راوی:۔ ہر راوی کا مسلمان، بالغ اور عاقل ہونے کے ساتھ ساتھ متقی وبا

وقار ہونا۔

۲۔ ضبط راوی:۔ ہر راوی کا حدیث کا حاصل کرنے کے بعد پورے طور پر محفوظ کرنے کا اہتمام کرنا خواہ بذریعہ یادداشت یا بذریعہ تحریر۔

۳۔ اتصال سند:۔ شروع سند سے آخر تک ہر راوی اپنے سے اوپر والے سے براہ راست روایت کو حاصل کرے۔

۴۔ عدم شذوذ:۔ ثقہ راوی خود سے اوثق کی مخالفت نہ کرے۔

۵۔ عدم علت:۔ ظاہر صحت کے ساتھ ایسے خفیہ عیب سے خالی ہو جو صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

حکم:۔ قابل احتجاج اور واجب العمل ہے۔

مثال:۔ حدثنا عبد الله بن یوسف قال: اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قرء فی المغرب بالطور۔(۳۵)

امام بخاری فرماتے ہیں: حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن یوسف نے وہ کہتے ہیں: خبر دی ہم کو امام مالک نے امام ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہوئے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن جبیر سے، اور یہ اپنے والد جبیر بن مطعم سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے نماز مغرب میں سورہ طور کی تلاوت فرمائی۔

یہ حدیث صحیح ہے، سند متصل، رواۃ عادل، اور ضابط اور حدیث شذوذ وعلت سے خالی ہے۔

انتباہ:۔ محض احادیث صحیحہ کی جامع کتابوں میں اولین کتب بخاری ومسلم ہیں، دونوں کو صحیحین کہا جاتا ہے، اور مصنفین کو شیخین، پھر ان دونوں میں بھی مجموعی طور پر پہلا مقام بخاری کو حاصل ہے اگرچہ مسلم کی بعض احادیث بخاری پر فائق مانی گئی ہیں۔

پھر یہ مطلب بھی نہیں کہ علی الاطلاق ان دونوں کتابوں کی احادیث صحیح ہیں اور ان

میں کوئی حدیث ضعیف نہیں۔ یا کسی نے کبھی کوئی جرح کی ہی نہیں۔ بلکہ صحت کا حکم باعتبار اغلب ہے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ انکے علاوہ دوسری احادیث صحت کے مرتبہ کو نہیں پہونچیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ صحیح احادیث کا بڑا ذخیرہ ان کتابوں سے رہ گیا ہے۔ خاص طور پر مستدرک اور مستخرج احادیث سے ان پر اضافہ کتب حدیث میں منقول اور صحاح کی دوسری کتابوں میں کثیر احادیث اسی مرتبہ کی منقول وماثور ہیں۔

صحاح ستہ سے مراد وہ چھ کتابیں ہیں جن پر امت مسلمہ کا خاص اعتبار واعتماد اور عمل رہا ہے۔ پانچ تو متفق علیہ ہیں۔

☆بخاری ☆مسلم ☆نسائی ☆ابوداؤد ☆ترمذی

اور اکثر کے نزدیک چھٹی ابن ماجہ ہے لیکن بعض نے موطا امام مالک کو قرار دیا ہے۔

صحت کے مراتب مختلف ہین جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ وہ حدیث جو صحیحین میں ہو۔

۲۔ وہ حدیث جو صرف بخاری میں ہو۔

۳۔ وہ حدیث جو صرف مسلم میں ہو۔

۴۔ وہ حدیث جو شیخین کی شرط پر ہو۔

۵۔ وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

۶۔ وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔

۷۔ وہ حدیث جس کو دوسرے ائمہ ومحدثین نے صحیح قرار دیا ہو۔

لیکن یہ ترتیب قطعی ولازمی نہیں بلکہ معاملہ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔

حسن لذاتہ

تعریف:۔ صحیح کے تمام شرائط کے ساتھ منقول ہو لیکن ضبط میں کچھ کمزوری ہو۔

حکم:۔ صحیح سے کچھ کم مرتبہ رکھتی ہے لیکن قابل احتجاج اور واجب العمل ہے۔

مثال:۔ حدثنا قتیبة حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ابی عمران الجونی عن

ابی بکر بن ابی موسی الاشعری قال : سمعت ابی بحضرۃ العدو یقول : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف۔ (۳٦)

امام ترمذی فرماتے ہیں : حدیث بیان کی ہم سے حضرت قتیبہ نے ، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حضرت جعفر بن سلیمان ضبعی نے ابوعمران جونی سے روایت کرتے ہوئے ، اورانہوں نے ابوبکر بن ابی موسی اشعری سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد ابوموسی اشعری کودشمن کے مقابل فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں۔

اس حدیث کی سند میں چاروں راوی ثقہ،لیکن جعفر بن سلیمان کا مرتبہ ضبط میں کچھ کم ہے۔لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

صحیح کی طرح حسن کے بھی متعددمراتب ہیں ۔امام ذہبی نے انکے دواصولی مرتبے ذکر کئے ہیں۔

۱۔ وہ اسناد جوصحیح کےادنی مراتب کےتحت آتی ہیں۔

جیسے:۔ بهز بن حکیم عن ابیه عن جده۔

عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔

۲۔ جن احادیث کی تحسین وتضعیف کے بارے میں انکے رواۃ کے حالات کی وجہ سے اختلاف ہے۔

جیسے:۔حارث بن عبداللہ،عاصم بن ضمرہ،حجاج بن ارطاۃ۔(۳۷)

احادیث حسان کے سلسلہ میں ترمذی، ابوداؤد، اورسنن دارقطنی خاص طور پرمشہور ہیں۔

صحیح لغیرہ

تعریف: حسن لذاتہ حدیث جب دوسرے سے مروی ہوخواہ اسکا مرتبہ مساوی ہویااقوی۔

حکم:۔ مذکورہ اقسام کے درمیان اسکا مقام ومرتبہ ہے لہذا لائق احتجاج اور واجب العمل ہے۔

مثال۔ عن ابی بن العباس بن سهل بن سعد عن ابیه عن جده، قال : کان للنبی، صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی حائطنا فرس یقال له اللحیف۔ (۳۸)

حضرت اُبی بن عباس اپنے والد سے، اور اُبی کے دادا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گھوڑا ہمارے باغ میں تھا اور اس گھوڑے کا نام ''لحیف'' تھا۔

اس حدیث کے راویوں میں اُبی کے سلسلہ میں امام احمد، امام ابن معین، اور امام نسائی نے قوت حفظ کی خرابی وکمزوری کی بنا پر فرمایا: یہ ضعیف ہیں، اس لئے انکی حدیث حسن ہے، البتہ اس حدیث کو انکے بھائی عبدالمہیمن نے بھی روایت کیا ہے اس لئے یہ صحیح لغیرہ قرار پائی۔ (۳۹)

حسن لغیرہ

تعریف:۔ حدیث ضعیف جب متعدد طرق سے مروی ہو، اسکا ضعف خواہ سوء حفظ کی وجہ سے ہو یا انقطاع سند وجہالت راوی کی وجہ سے۔

مرتبہ وحکم: حسن لذاتہ اور ضعیف کے درمیان اسکا مقام ہے، اس لئے مقبول اور لائق احتجاج ہے۔ (۴۰)

مثال۔ عن شعبة عن عاصم عن عبید الله عن عبدالله بن عامر بن ربیعة عن ابیه ان امراة من بنی فزارة تزوجت علی نعلین۔ (۴۱)

حضرت عامر بن ربیعہ کہتے ہیں: بنوفزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض مہر پر نکاح کیا۔

قال الترمذی : و فی الباب عن عمر و ابی هریرة وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم۔

اس حدیث کے رواۃ میں عاصم سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں لیکن دوسرے طرق سے

اس حدیث کے مروی ہونے کی وجہ سے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (۴۲)

انتباہ۔ صحت و حسن جاننے کے ذرائع میں اہم ذریعہ تو اہل فن کی تصریح ہے، البتہ کبھی بعض قرائن کے ذریعہ بھی صحت کا حکم ہوتا ہے، مثلاً۔

☆ ائمہ محدثین کے درمیان بغیر انکار شہرت، حتی کہ اس سے قطعیت بھی حاصل ہوتی ہے۔

☆ سند کا کذب سے متصف افراد سے خالی ہونا، نیز قرآن کریم کی تصریحات واشارات وغیرہ سے موافق بلکہ اقوال صحابہ وتابعین، اسی طرح اصول شرع وقیاس سے موافقت بھی صحت کے قرائن سے روشن قرینے شمار کئے گئے ہیں۔

☆ معتمد عالم وفقیہ کا کسی حدیث کے مطابق عمل۔ (۴۳)

متقدمین کی تصریحات اگر کسی حدیث کی صحت و حسن کے بارے میں نہ مل سکیں تو متاخرین بھی بشرط اہلیت اسکا فیصلہ کر سکتے ہیں، بلکہ تواتر و شہرت کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا۔

خبر واحد مقبول کبھی مفید یقین بھی ہوتی ہے مثلاً۔

☆ شیخین کی ذکر کردہ حدیث صحیحین غیر متواتر۔ یہ قرینہ ایسا ہے کہ کثرت طرق غیر متواتر پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔ ہاں اس بات کا خاص خیال رہے کہ ائمہ نے اس پر تنقید نہ کی ہو اور کسی حدیث صحیح سے متعارض نہ ہو۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں: کہ شیخین کی شرائط کی بنیاد پر یہ مرتبہ انکو حاصل ہوا تو ان شروط کے پیش نظر دوسروں کی مرویات بھی یہ مقام حاصل کر سکتی ہیں، خصوصاً اس وقت جبکہ دوسرے ائمہ خود ان مسائل میں اجتہادی شان رکھتے ہوں۔

جیسے امام اعظم اور امام اوزاعی نے ایک مسئلہ میں اصح الاسانید کے تحت آنے والی ایک سند سے استدلال کیا تو امام اعظم نے رواۃ کی فقاہت کو وجہ ترجیح قرار دیا۔

☆ حدیث مشہور متعدد طرق سے مروی ہو اور سب طرق کے رواۃ ضعف اور علتوں سے محفوظ ہوں۔

☆ وہ حدیث غریب نہ ہو اور سلسلۂ سند میں راوی ائمہ دین ہوں، جیسے امام احمد نے امام

شافعی سے اور انہوں نے امام مالک سے۔خواہ پھر دوسرے راوی بھی ہوں۔
حکم:۔ یہ احادیث دوسری اخبار احاد سے فائق ہوتی ہیں اور بوقت تعارض راجح قرار پاتی ہیں۔
ان سے حاصل شدہ علم یقین کا فائدہ دیتا ہے، لیکن یہ یقین نظری واستدلالی ہوتا ہے۔

تقسیم دوم باعتبار نقل

دو قسمیں ہیں:۔

☆معمول بہ ☆غیر معمول بہ

پہلی قسم کے دو اطلاق ہیں۔

☆محکم ☆ناسخ

یونہی دوسری قسم کے بھی دو اطلاق ہیں:۔

مختلف منسوخ

محکم

تعریف: وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی کسی دوسری حدیث کے معارض نہ ہو۔

اکثر احادیث اسی انداز کی ہیں۔

مختلف

تعریف: وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی دوسری حدیث کے معارض ومخالف ہو۔

اسے مشکل الحدیث یا مشکل الاثر بھی کہتے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

☆ممکن الجمع ☆ ممتنع الجمع

تعریف ممکن الجمع: وہ احادیث مختلفہ جن میں تعارض ہو لیکن جمع کی صورت ممکن ہو۔
مثال اول: لا عدوی ولا طیرۃ۔(٤٤)

چھوت. کی بیماری اور بدشگونی کوئی چیز نہیں۔

مثال دوم: فر من المجذوم کما تفر من الاسد۔ (٤٥)

جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے۔

دونوں احادیث اگر چہ بظاہر مختلف ہیں اور ایک دوسرے کے معارض، کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، جبکہ دوسری حدیث سے کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ بیماری کے اڑ کر لگنے کی بنا پر ہی جذامی سے دور بھاگنے کا حکم ہے، امام احمد رضا قدس سرہ دونوں کی جمع و تطبیق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

پہلی حدیث اپنے افادہ میں صاف صریح ہے کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا۔ کوئی تندرست بیمار کے قرب واختلاط سے بیمار نہیں ہو جاتا۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجلۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عملی کارروائی کہ مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا، ان کا جوٹھا پانی پینا، ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص انکے کھانے کی جگہ سے نوالہ اٹھا کر کھانا، جہاں منہ لگا کر انہوں نے پانی پیا بالقصد اسی جگہ منہ رکھ کر نوش کرنا۔ یہ اور بھی واضح کر رہا ہے کہ عدوی، یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا خیال باطل ہے، ورنہ اپنے کو بلا کے لئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی۔

رہی دوسری حدیث تو اس قبیل کی احادیث اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیث نفی ہیں۔ ان میں اکثر ضعیف ہیں اور بعض غایت درجہ حسن ہیں، صرف حدیث مذکور کی تصحیح ہو سکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلی وجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی۔ خود اسی میں ابطال عدوی موجود، کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اڑ کر نہیں لگتی، تو یہ حدیث خود واضح کر رہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ اور اندیشہ کی بنا پر نہیں، معہذا صحت میں اس کا پایا بھی دیگر احادیث نفی سے گرا ہوا ہے، کہ اسے امام بخاری نے مسندا روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق۔

لہذا کوئی حدیث اصلا ثبوت عدوی میں نص نہیں، یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ

بیماری اڑ کر نہیں لگتی، اور یہ کسی حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اڑ کر لگ جاتی ہے۔

قول مشہور و مذہب جمہور و مشرب منصور کہ دوری وفرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب و اختلاط رہا اور معاذ اللہ قضا و قدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہو گیا تو ابلیس لعین اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی۔

اول تو یہ ایک امر باطل کا اعتقاد ہو گا۔ اسی قدر فساد کے لئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سنکر کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ بیماری اڑ کر نہیں لگتی، یہ وسوسہ جمنا سخت خطرناک اور ہائل ہوگا۔

لہذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کے لئے دوری بہتر ہے، ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا اور نہایت مبالغہ کے ساتھ کیا۔ کہ ایک مجذوم کے ساتھ صدیق اکبر نے کھانا کھایا تو جہاں سے وہ مجذوم نوالہ لیتے وہیں سے آپ نوالہ لے کر نوش فرماتے، اور حضرت فاروق اعظم نے حضرت معیقیب بدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھانا کھایا جبکہ انکو یہ مرض تھا۔ اگر معاذ اللہ کچھ حادث ہوتا انکے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا، ان کے دلوں میں ایمان کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ: لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔

بے تقدیر الٰہی کچھ نہ ہو سکے گا

اسی طرف اس قول و فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور " کل ثقة باللہ و توکلا علیہ "فرمایا۔

بالجملہ مذہب معتمد و صحیح و رجیح و نجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک اور طاعون وغیرہا اصلا کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز اڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں، کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہو جاتا ہے کہ ارشاد ہوا۔

انا عند ظن عبدی بی۔

وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پرورده تھی،

صورت پکڑ کر ظاہر ہو گئی ۔فیض القدیر میں ہے۔

بل الوهم وحده من اکبر اسباب الاصابة۔

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور اس دور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہو اور ابلیس لعین کچھ وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی، اور اب معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اسکے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطل فرما چکے۔ یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا، ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں اور کامل الایمان بندگان خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دور رہنے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اڑ کر لگتی ہے۔ اسے تو اللہ ورسول رد فرما چکے، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (۴۶)

تعریف غیر ممکن الجمع: جن احادیث میں موافقت ممکن نہ ہو۔

حکم: ان احادیث کا حکم یہ ہے کہ کسی ذریعہ سے نسخ کا علم ہو جائے تو ناسخ پر عمل ہوگا اور یہ نہ ہو سکے تو ترجیح کی صورت اپنائی جائے جو کثیر ہیں۔

امام سیوطی نے اصولی طور پر ساتھ بتائی ہیں، یہ بھی نہ ہو تو توقف۔

احناف کے نزدیک احادیث مختلفہ میں اولا نسخ، پھر ترجیح، پھر جمع کو اپنائیں گے، ورنہ توقف، ورنہ اقوال صحابہ اور پھر آخر میں قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

وجوہ ترجیح وجمع

ترجیح باعتبار متن:

☆ حرمت اباحت پر

☆ قول عام فعل خصوص پر، یہ جس میں خصوصیت یا عذر کا احتمال ہو۔

☆ اثبات نفی پر بشرطیکہ نفی مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اصل حال وحکم کی رعایت میں ہو۔

☆ محکم معلل غیر معلل پر شارع کا بیان وتفسیر غیر کے بیان وتشریح پر

☆ دلیل قوی دلیل ضعیف پر

ترجیح باعتبار سند

☆ سند قوی ضعیف پر

☆ سند عالی نازل پر بشرطیکہ دونوں ہم پلہ ہوں،

☆ فقاہت میں فائق روایات کو دوسروں پر

☆ متعدد رواۃ ایک پر

☆ اتفاقی سند مختلف فیہ پر

☆ اکابر صحابہ کی روایت اصاغر پر

وجوہ جمع

تنویع: اگر دونوں عام ہوں تو الگ الگ انواع سے ان کا تعلق قرار دینا۔

تبعیض: دونوں خاص ہوں تو الگ الگ حال پر، یا ایک کو حقیقت دوسرے کو مجاز پر محمول کرنا۔

تقیید: دونوں مطلق ہوں تو دونوں کے ساتھ ایسی قید لگانا جس سے فرق ہو جائے۔

تخصیص: ایک عام اور دوسری خاص ہو تو عام کو مخصوص قرار دینا۔

حمل: ایک مطلق اور دوسرا مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا، بشرطیکہ دونوں کا سبب اور حکم ایک ہو۔

اہمیت فن

فنون حدیث میں تمام علماء کو اس فن سے واقفیت ضروری ہے، لیکن کمال مہارت انہیں کو حاصل ہوتی ہے جو حدیث وفقہ دونوں کے جامع ہوں اور ان علمائے اصول کو جن کا مشغلہ یہ ہی رہا ہو کہ دریائے معانی میں غوطہ لگانا اور اپنے اپنے محامل پر احکام کو منطبق کرنا۔ ان علمائے کے

وفور علم کی بنا پر شاذ و نادر ہی ایسی احادیث رہ جاتی ہیں جن سے وہ تعارض کا حل نہ نکال سکیں۔

امام ابن خزیمہ تو فرماتے ہیں: مجھے ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو۔ (۴۷)

تصانیف فن

۱۔	اختلاف الحديث، للشافعی، اولین کتاب	
۲۔	تاويل مختلف الحديث لا بن قتيبة،	م ۲۷٦
۳۔	شرح مشكل الآثار للطحاوی،	م ۳۲۱
٤۔	كتاب لا بن خزيمة،	[illegible]
٥۔	مشكل الحديث لا بن فورك،	م ٤٠٦
٦۔	التحقيق فی احاديث الخلاف لا بن الجوزی،	م ٥٩٧

ناسخ ومنسوخ

تعریف ناسخ:

شارع کا ایک حکم شرعی کی تحدید بیان کر کے دوسرا حکم سنانا، کبھی ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہوتی ہے، اور کبھی حدیث قرآن کے لئے ناسخ قرار دی جاتی ہے اور کبھی برعکس۔

یہ فن بھی نہایت اہم اور بڑی دشوار گذار منزل ہے، امام زہری فرماتے ہیں:

فقہاء کو ناسخ ومنسوخ احادیث نے تھکا دیا۔

امام شافعی کو اس فن میں خاص امتیاز حاصل تھا، امام احمد نے فرمایا: ہم نے مجمل ومفسر اور ناسخ ومنسوخ کو آپ کی مجلس کے بغیر حاصل نہ کیا۔

ذرائع علم نسخ

نسخ کو جاننے کے لئے متعدد ذرائع ہیں۔

☆ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصریح فرمادیں۔

جیسے۔ کنت نهیتكم عن زيارة القبور فزوروها فانه تذكر الآخرة۔ (۴۸)

میں نے تم کو قبور کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب میں تم کو اجازت دے رہا ہوں، لہذا زیارت کیا کرو کہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

☆ صحابی بیان کریں، جیسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان:۔

كان آخر الامرين من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ترك الوضوء مما غيرت النار۔ (۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری عمل مبارک یہ تھا کہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں کو تناول فرما کر وضو نہیں فرمایا۔

اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان:۔

انما كان انما الماء من الماء رخصة فى اول الاسلام ثم نهى عنها۔ (۴)

انزال ہونے پر ہی غسل کرنے کا حکم آغاز اسلام میں تھا پھر بعد میں محض جماع پر ہی غسل کا حکم دے دیا گیا۔

☆ تاریخ وقت کا علم ہونے پر نسخ کا فیصلہ کیا جاتا ہے، جیسے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

افطر الحاجم و المحجوم۔ (۵۰)

سنگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے اپنا روزہ توڑ لیا۔

دوسری حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم احتجم وهو صائم۔ (۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سنگی لگوائی۔

پہلی حدیث فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی جیسا کہ شداد بن اوس نے دوسری روایت میں بیان فرمایا:۔

و کان ذلك يوم الفتح۔ (۵۲)

یہ حدیث فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی۔

دوسری حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں:۔

احتجم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو صائم محرم بین مکۃ والمدینۃ (۵۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا جبکہ روزہ دار تھے، اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان حالت احرام میں سفر فرما رہے تھے۔

لہذا بعد والی روایت پر عمل ہوگا اور پہلی منسوخ قرار دی جائے گی۔

☆ اجماع کی دلالت:۔یعنی کسی حدیث کے خلاف تمام صحابہ کرام کا اجماع اور بالاتفاق عمل اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ پہلا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ۔ (۵۴)

جس نے شراب پی اس پر کوڑوں سے حد جاری کر دو اور اسکے بعد چوتھی مرتبہ بھی اسکا یہ قصور ثابت ہو جائے تو قتل کر دو۔

دوسری حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسکے بعد ایک ایسا ہی شرابی لایا گیا۔

ثم اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد ذلك برجل قد شرب فی الرابعۃ فضربہ ولم یقتلہ۔ (۵۵)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اسکے بعد ایک ایسا ہی شخص لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی، تو آپ نے اس پر صرف حد جاری فرمائی اور قتل کا حکم نہیں

فرمایا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

انما کان هذا فی اول الامر ثم نسخ بعد، والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم لا نعلم بينهم اختلافا فی ذلك فی القديم والحديث،و مما يقوی هذامارو ی عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم من اوجه كثيرة انه قال :

لا يحل دم امرء مسلم يشهد ان لا اله الله وانی رسول الله الا باحدی ثلث، النفس بالنفس، والثيب الزانی، و التارك لدينه ۔(٥٦)

یہ حکم قتل اول امر میں تھا پھر منسوخ ہوا۔تمام علماء فقہاء اس پر متفق ہیں ،متقدمین و متاخرین میں کسی کا اختلاف اس سلسلہ میں ہمیں معلوم نہیں ۔اس موقف کی تائیداس روایت سے ہوتی ہے جومتعدد طرق سے مروی ہے،حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کسی مسلمان کا خون بہانا صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے ذریعہ ہی جائز ہے،قتل عمد کے قصاص میں،شادی شدہ زانی ،اور مرتد۔

واضح رہے کہ اجماع خود مستقل ناسخ نہیں ہوتا بلکہ نسخ پر دال ہوتا ہے۔(٥٧)

تصانیف فن

☆ الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازمی — م ٥٨٤

☆ الناسخ والمنسوخ للامام احمد، — م ٢٤١

☆ تجريد الاحاديث المنسوخة لا بن الجوزی، — م ٥٩٧

خبر مردود

تعریف: جس حدیث کا ثبوت بعض یا کل شرائط قبولیت کے معدوم ہونے کی وجہ سے راجح نہ ہو، اسکا دوسرا معروف عنوان 'ضعیف' ہے۔

اسباب رد دو ہیں

☆سقوط از سند ☆طعن بر راوی

اول کی مندرجہ ذیل چھ قسمیں ہیں۔

☆معلق ☆ مرسل ☆ معضل ☆ منقطع ☆ مرسل خفی ☆ مدلس

سقوط راوی اگر واضح ہوتو اس سے پہلی چار قسمیں متعلق ہیں،اور سقوط خفی ہوتو آخری دو۔

معلق

تعریف: جس حدیث کی شروع سند سے ایک، یا زائد راوی پے در پے حذف ہوں۔

حکم: یہ حدیث قابل رد ہے کہ راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہیں، ہاں راوی کا حال معلوم ہو جائے اور وہ شرائط عدالت اور اوصاف قبولیت سے متصف ہو تو مقبول ہوگی، یہ حکم تمام منقطع احادیث کا ہونا چاہیے۔

مثال: قال ابو هريرة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم: الله اعلم بمن يجاهد فی سبیله۔(۵۸)

تعلیقات بخاری: واضح رہے کہ امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات کو یک قلم مردود قرار نہیں دیا جا سکتا، کہ اس کتاب میں صحیح احادیث کے جمع کرنے کا التزام ہے، البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ بعض تعلیقات کو یقین وقطعیت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ جیسے۔

قال ۔ ذکر۔ حکی۔ وغیرھا۔

اور بعض کو شک وتردد کے ساتھ بیان کیا ہے، جیسے

قیل ، ذکر، روی ، وغیرھا۔

اول کو صحیح اور ثابت کہا جاتا ہے، اور ثانی پر تحقیق کے بعد ہی حکم ہوگا، اس سے پہلے توقف بہتر ہے، ایسی احادیث بخاری میں صرف ایک سو ساٹھ ہیں۔(۵۹)

مرسل

تعریف: جس حدیث میں آخر سند سے تابعی کے بعد راوی غیر مذکور ہو۔

مثال: عن سعید بن المسیب ان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من اکل من ھذہ الشجرۃ فلا یقرب مسجدنا۔(٦٠)

حضرت سعید بن میتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اس درخت (کچی پیاز اور لہسن) سے کچھ کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

مرسل نزد فقہاء و اصولیین: جس حدیث کی سند متصل نہ ہو، خواہ ایک راوی غیر مذکور ہو یا سب، پے در پے یا الگ الگ۔ گویا سقوط سند کی تمام صورتیں انکے نزدیک مرسل ہیں۔

حکم: مرسل درحقیقت ضعیف مردود اور غیر مقبول ہے، کہ قبولیت کی ایک شرط اتصال سند سے خالی ہے، جمہور محدثین اور ایک جماعت اصولیین وفقہا کا یہ ہی مسلک ہے۔

امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد کا قول مشہور میں نیز ایک جماعت علماء کے نزدیک مقبول اور لائق احتجاج ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ اور کسی معتمد ہی سے ارسال کرے، اس لئے کہ ثقہ تابعی جب تک کسی اپنے جیسے ثقہ سے کوئی بات نہ سنے تو براہ راست حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کرتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضرات تابعین مرسل پر نکیر نہیں کرتے تھے۔

امام شافعی اور بعض علماء کے نزدیک چند شرطوں سے مقبول ہے۔

- ☆ ارسال کرنے والا اکابر تابعین سے ہو۔
- ☆ غیر مذکور راوی کی تعیین میں ثقہ ہی کا نام لیا جائے۔
- ☆ معتمد حفاظ حدیث کسی دوسری سند سے روایت کریں تو اسکے مخالف نہ ہو۔
- ☆ کسی دوسری سند سے متصل ہو۔
- ☆ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو۔

☆ اکثر اہل علم کے نزدیک اسکے مضمون پر فتوی ہو۔

اگر صحیح حدیث ایک طریق سے مروی ہو لیکن مرسل کے مخالف، اور مرسل اور اس کی مؤید علیحدہ سند سے تو یہ مرسل ہی راجح ہوگی، اگر جمع وتطبیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔

خیال رہے کہ مرسل صحابی جمہور کے نزدیک مقبول اور لائق احتجاج ہے،۔مرسل صحابی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ صحابی کم سنی یا تاخیر اسلام کی وجہ سے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سن پاتا لیکن براہ راست نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہی کرتا ہے۔

جیسے عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثر روایات اسی طرح کی ہیں۔(٦١)

مرسل اور ائمہ احناف:

احناف کے نزدیک تابعی اور تبع تابعین کی مرسلات مطلقاً مقبول ہیں، انکے بعد ثقہ کی ہو تو مقبول اور باقی کا فیصلہ تحقیق کے بعد ہوتا ہے۔(٦٢)

مشہور مصنفات

☆ المراسیل لا بی داؤد، م ٢٧٥

☆ المراسیل لا بن ابی حاتم، م ٣٢٧

☆ جامع التحصیل لا حکام المراسیل للعلائی ، م ٧٦١

معضل

تعریف: جسکی سند سے دو یا زائد راوی پے در پے ساقط ہوں،

مثال: مالك انه بلغه ان عائشة زوج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قالت فی المرأة الحامل تری الدم انها تدع الصلوة۔ (٦٣)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ روایت پہونچی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:۔حاملہ عورت اگر خون دیکھے تو نماز نہ پڑھے۔

یہ حدیث امام مالک کے بلاغات سے ہے اور درمیان میں دو راوی ساقط ہیں کہ بالعموم امام مالک اور حضرت صدیقہ کے درمیان موطا میں دو واسطے مذکور ہیں۔
لہذا فنی طور پر یہ حدیث منقطع معضل شمار ہوگی۔

حکم: ضعیف شمار ہوتی ہے اور مرسل کے بعد اسکا نمبر آتا ہے۔

معضل اور معلق کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

مادۂ اجتماع: یہ ہے کہ آغاز سند سے پے در پے دو راوی ساقط ہوں۔

مادۂ افتراق: درمیان سند سے پے در پے دو یا زائد راوی ساقط ہوں تو معضل کہیں گے معلق نہیں۔

آغاز سند سے صرف ایک راوی ساقط ہو تو معلق کہا جائے گا معضل نہیں۔

منقطع

تعریف: درمیان سند سے ایک راوی ساقط ہو، اور دو یا زائد ہوں تو پے در پے نہ ہوں۔

مثال: حدثنی محمد بن صالح،ثنا احمد بن سلمة، ثنا اسحاق بن ابراهیم، ثنا عبد الرزاق، انا النعمان بن شیبة، عن سفیان الثوری، عن ابی اسحاق، عن زید بن یتبع، عن حذیفه، رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ان و لیتموها ابا بکر فزاهد فی الدنیا راغب فی الآخرة و فی جسمه ضعف، و ان ولیتموها عمر فقوی امین لا یخاف فی الله لو مة لا ئم، و ان ولیتموها علیا فهاد مهتد یقیمکم علی صراط مستقیم ۔(٦٤)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم خلافت صدیق اکبر کے سپرد کرو گے تو انکو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے، اور وہ اپنے جسم میں ضعیف ثابت ہوں گے۔ اور عمر فاروق اعظم کے سپرد کرو گے تو وہ قوی اور امین ثابت ہوں گے، احکام الہیہ میں کسی کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اور اگر علی کو

خلیفہ بناؤ گے تو وہ سیدھی راہ پر خود بھی چلیں گے اور دوسروں کو بھی صراط مستقیم پر گامزن رکھیں گے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان ثوری اور ابو اسحٰق کے درمیان سے ساقط ہیں اور وہ شریک ہیں، کیونکہ سفیان ثوری نے ابو اسحٰق سے براہ راست سماعت نہیں کی بلکہ بواسطہ شریک، لہذا یہ منقطع ہے، اسی لئے امام ذہبی نے تلخیص میں اس کو ضعیف کہا۔

چونکہ اس حدیث کی سند میں سقوط راوی شروع سند سے نہیں لہذا یہ معلق نہیں، اور آخر سند سے نہیں، لہذا مرسل نہیں، اور سند سے دو راوی پے در پے بھی ساقط نہیں لہذا معضل بھی نہیں، اسی لئے اسکو علیحدہ قسم شمار کیا گیا ہے۔

حکم: راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہ ہونے کے سبب ضعیف شمار ہوتی ہے۔

مدلّس

تعریف: جس حدیث کی سند کا عیب پوشیدہ رکھا جائے اور ظاہر کو سنوار کر پیش کیا جائے۔

دو قسمیں ہیں

☆ مدلس الاسناد ☆ مدلس الشیوخ

مدلس الاسناد: وہ حدیث جسکو استاذ سے بغیر سنے ایسے الفاظ سے استاذ کی طرف نسبت کرے جس سے سننے کا گمان ہو۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ذکر نہ کرے جس سے سماع حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ سے بالا شیخ کو ذکر کر دے جس سے سماع حاصل نہیں مگر ایسے لفظ سے جو سماع کا ایہام کرتا ہے۔

جیسے:۔ قال، عن، ان، وغیرہا کے ذریعہ بیان کرے۔ کہ یہ الفاظ موہم سماع ہیں۔

یعنی ایسے الفاظ نہ استعمال کرے جو صراحت کے ساتھ براہ راست سننے کو بتائیں ورنہ جھوٹا کہلائے گا۔ اس صورت میں چھوٹے ہوئے راوی ایک سے زاید بھی ہو سکتے ہیں۔

تدلیس کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے صغیر السن ہونے کی وجہ سے راوی از راہ خفت اسکا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا، یا راوی کا شیخ کوئی معروف شخص نہیں، یا عوام و خواص میں اس کو

مقبولیت حاصل نہیں، یا پھر مجروح ضعیف ہے۔ لہذا شیخ کے نام کو ذکر کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے۔

واضح رہے کہ بعض اکابر جیسے سفیان بن عیینہ سے تدلیس مندرجہ بالا وجوہ کے پیش نظر واقع نہیں ہوئی بلکہ اس وجہ سے کہ صحت حدیث پر انکو وثوق تھا اور بوجہ شہرت اپنے شیوخ کے ذکر کی ضرورت نہ سمجھی، لہذا انکی حدیث پر بایں معنی جرح نہیں کی جاتی۔

حکم: ایسی احادیث ضعیف کی اہم اقسام سے ہیں، علماء نے اس عمل کو نہایت مکروہ بتایا ہے اور بہت مذمت کی ہے، امام شعبہ نے تدلیس کو کذب بیانی کا دوسرا عنوان بتایا ہے۔

مدلس الشیوخ: وہ حدیث جسے راوی اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے اس کے لئے کوئی غیر معروف نام، لقب، کنیت، یا نسب ذکر کرے تا کہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔ (۶۵)

اس کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ شیخ سے بکثرت روایتیں کرنے کی وجہ سے بار بار معروف نام لینا نہیں چاہتا۔

حکم:

اس میں پہلی قسم کی بہ نسبت نقص کم ہوتا ہے، کیونکہ راوی ساقط نہیں ہوتا، ہاں راوی کا غیر معروف نام ذکر کر کے سامعین کو الجھن میں مبتلا کرتا ہے۔

ایسی احادیث میں اگر سماع کی تصریح کر دی جائے تو حدیث مقبول ورنہ غیر مقبول ہوگی، نیز وہ حضرات جو ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں انکی مقبول ورنہ غیر مقبول۔ (۶۶)

تصانیف فن

اس فن میں محدثین نے مستقل کتابیں لکھیں چند یہ ہیں:

☆ کتاب التدلیس للخطیب، م ۴۶۳

☆ التبین لأسماء المدلسین للخطیب، م۴۶۳

☆ التبین لأسماء المدلسین للحلبی، م ۸۴۱

☆ تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس لا بن حجر، ۸۵۲

مرسل خفی

تعریف: جس حدیث کو راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے اس کی معاصرت کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو۔

مرسل خفی اور مدلس کے درمیان فرق یوں ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے معاصرت ہوتی ہے اور ملاقات بھی ممکن لیکن سماع ثابت نہیں ہوتا۔ برخلاف مدلس کہ اس میں تینوں چیزیں ہوتی ہیں۔

مثال:۔ حدثنا محمد بن الصباح، انبأنا عبد العزيز بن محمد عن صالح بن محمد بن زائدة، عن عمر بن عبد العزيز عن عقبة بن عامر الجهنی قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: رحم الله حارس الحرس۔ (٦٧)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مجاہدین کے محافظین پر رحم فرمائے۔

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت عقبہ سے معاصرت تو ثابت ہے لیکن ملاقات نہیں جیسا کہ مزی نے اطراف الحدیث میں ذکر کیا۔

حکم: ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں انقطاع ہوتا ہے۔

تصنیف فن

☆ كتاب التفصيل لمبهم المراسيل للخطيب۔

یہ اس فن میں نہایت مشہور کتاب ہے۔

معنعن ومؤنن

تعریف: لفظ 'عن' کے ذریعہ روایت معنعن ہے، اور' ان' کے ذریعہ روایت مؤنن ہے۔

حکم: چند شرائط کے ساتھ متصل شمار ی جاتی ہے۔

☆ راوی مدلس نہ ہو۔

☆ جن راویوں کے درمیان 'عن' یا 'ان' آئے وہ ہم عصر ہوں۔

مردود بسبب طعن در راوی

راوی میں طعن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی عدالت یعنی مذہب و کردار، اور ضبط و حفظ کے بارے میں جرح کی جائے۔

اسباب طعن دس ہیں

☆ پانچ عدالت سے متعلق ☆ پانچ ضبط سے متعلق

عدالت میں طعن کے وجوہ یہ ہیں۔

☆ کذب ☆ اتہام کذب ☆ فسق ☆ بدعت ☆ جہالت

ضبط میں طعن کے وجوہ یہ ہیں۔

☆ فرط غفلت ☆ کثرت غلط ☆ سوء حفظ ☆ کثرت وہم ☆ مخالفت ثقات

اب بدتر سے کم تر کی طرف ترتیب ملاحظہ ہو۔

موضوع

تعریف: وہ مضمون جسکو بصورت حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کذب بیانی سے منسوب کیا جائے۔

اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

☆ کبھی محض اپنی طرف سے گڑھ کر کوئی بات حضور کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

☆ کبھی کسی کی کوئی بات حضور کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

☆ کبھی ضعیف حدیث کے ساتھ قوی سند لگا کر۔

اس آخری صورت میں اصل نسبت تو جھوٹی نہیں ہوتی لیکن حتمی و یقینی شکل بنا کر پیش کرنا واقعی جھوٹ ہے۔

حکم و مرتبہ: اس کو حدیث مجازاً کہتے ہیں ورنہ درحقیقت یہ حدیث ہی نہیں، اور جس حدیث کی وضع کا علم ہو اس میں وضع کی صراحت کے بغیر اس کی روایت کرنا جائز نہیں۔

بعض صوفیہ اور فرقہ کرامیہ ترغیب وترہیب میں ایسی روایت کے جواز کے قائل ہیں مگر جمہور اسکے خلاف ہیں، امام الحرمین نے تو واضع حدیث کو کافر تک کہا ہے۔

یہ جرم اتنا قبیح ہے کہ کسی سے متعلق ایک مرتبہ بھی یہ حرکت ثابت ہو جائے تو پھر کبھی اس کی روایت مقبول نہیں ہوتی خواہ توبہ کر لے۔

ذرائع معرفت وضع:

☆ وضع کے سلسلہ میں واضع کا اقرار۔ یا بمنزلۂ اقرار۔ یا راوی کے اندر کسی قرینے سے۔ یا مروی کے اندر کسی طریقے سے وضع کا علم ہوتا ہے۔

☆ نیز عقل و مشاہدہ، صراحت قرآن، سنت متواترہ، اجماع قطعی، اور مشہور تاریخی واقعات کی واضح مخالفت سے بھی وضع کا حکم لگایا جاتا ہے۔ یہ جب ہے کہ تاویل وتطبیق کا احتمال نہ رہے۔

☆ امر منقول ایسا ہو کہ حالات وقرائن بتاتے ہیں کہ ایک جماعت اس کی ناقل ہونی چاہیئے تھی، یا یہ کہ دین کی اصل ہے اور ان دونوں صورتوں میں راوی وناقل صرف ایک ہے، یا زیادہ ہیں لیکن تواتر کو نہیں پہونچے۔

☆ کسی معمولی چیز پر سخت وعید، یا اجر عظیم کی بشارت، نیز وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

☆ معنی شنیع وقبیح ہوں جنکا صدور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ناممکن، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم، یا عبث، یا سفہ، یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہو۔

☆ ایک جماعت جسکا عدد حد تواتر کو پہونچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اسکے کذب وبطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے۔

☆ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

☆ یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اسکے غیر سے ثابت نہ ہوں۔

☆ یونہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں، کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی و الحافظ الخلیلی فی الارشاد، یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گڑھیں، کما ارشد الیہ الامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

☆ تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اوراس کا کہیں پتہ نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جسکی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔(۶۸)

دواعی وضع:

کسی نے تقرب الی اللہ کی غرض سے غلبہ جہل کے باعث۔ کسی نے اپنے مذہب کی فوقیت میں تعصب وعناد کی خاطر۔ کسی نے بددینی پھلانے کے لئے۔ کسی نے دنیا طلبی اور خواہش نفسانی کے پیش نظر۔ اور کسی نے حب جاہ اور طلب شہرت کے لئے یہ مذموم فعل اپنا وطیرہ بنایا تھا۔(۶۹)

بعض مفسرین نے بلاصراحت وضع ایسی روایات لی ہیں۔ وضع کا زیادہ تر تعلق اقوام و افراد کی منقبت و مذمت، انبیاء سابقین کے قصوں، بنی اسرائیل کے احوال، کھانے پینے کی چیزوں، جانوروں، جھاڑ پھونک، دعا اور نوافل کے ثواب سے رہا ہے۔(۷۰)

تصانیف فن

☆ تذکرۃ الموضوعات للمقدسی، م ۵۰۷

☆ کتاب الموضوعات لابن الجوزی، م ۵۹۷

☆ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للسیوطی، م ۹۱۱

☆ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ للکتانی ،

م ۹۶۳

متروک

تعریف: سند وحدیث میں کوئی راوی متہم بالکذب ہو۔

اسباب اتہام میں ایک اہم سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ تنہا ایسی روایت کرتا ہے جو قرآن و حدیث سے مستنبط قواعد کے خلاف ہو۔

دوسرا سبب اس کی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے کی عادت مشہور ہو جبکہ حدیث کے بیان میں اس کی یہ عادت ثابت و منقول نہ ہو۔

حکم و مرتبہ: موضوع کے بعد اسکا مرتبہ ہے، اس کی یہ روایت مقبول نہیں ہاں جب توبہ کرلے اور امارات صدق ظاہر ہو جائیں تو اس کی حدیث مقبول ہوگی ،اور جس شخص سے نادراً اپنے کلام میں کذب صادر ہو اور حدیث میں کبھی نہ ہو تو اس کی حدیث کو موضوع یا متروک نہیں کہتے۔

پھر بھی پہلی صورت میں مردود رہے گی۔

مثال: عن عمرو بن شمر ، عن جابر، عن ابی الطفیل ، عن علی و عمار قالا : کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفۃ من صلوۃ الغداۃ ،و یقطع صلوۃ العصر آخر ایام التشریق۔ (۷۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھتے ،اور تکبیر تشریق نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہوی کی عصر تک کہتے تھے۔

اس حدیث کی سند میں عمرو بن شمر جعفی شیعی کوفی ہے، ابن حبان نے کہا: یہ رافضی تبرائی تھا۔

یحیی بن معین نے فرمایا: اس کی احادیث نہ لکھی جائے۔

امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے۔

امام نسائی اور دار قطنی نے متروک الحدیث کہا۔ (۷۲)

منکر

تعریف: جسکی سند میں کوئی راوی فسق یا کثرت غلط یا فرط غفلت سے متصف ہو۔

حکم ومرتبہ: یہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے، اور تعریف میں جن تین اوصاف کا تذکرہ ہوا ضعف میں بھی اسی ترتیب کالحاظ ہوتا ہے، یعنی بدتر سے کمتر کی طرف۔ لہذا زیادہ قابل رد بربنائے فسق ہوگی، وعلی ہذا۔

مثال: حدثنا ابو البشر بكر بن خلف، ثنا يحيى بن محمد قيس المدني، ثنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: كلوا البلح بالتمر، كلوا الخلق بالجديد فان الشيطان يغضب۔ (۷۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کچی کھجوروں کو خشک کھجوروں کو ساتھ ملا کر کھایا کرو، اور پرانی کھجور جدید کے ساتھ، کہ شیطان کو اس سے غصہ آتا ہے۔

اس حدیث کی سند میں یحیی بن محمد ہیں جو کثرت غلط سے متصف تھے۔ حافظ ابن حجر نے انکے بارے میں کہا یہ بہت زیادہ خطا کرتے تھے، اگرچہ یہ رجال مسلم سے ہیں لیکن امام مسلم نے فقط متابعات میں ان سے روایات لی ہیں، لہذا انکی یہ حدیث منکر ضعیف ہے۔

معلل

تعریف: وہ حدیث جو بظاہر بے عیب ہو مگر اسکے اندر کسی ایسے عیب کا علم ہو جائے جو اس کی صحت کو مجروح کردے، اس عیب کو علت کہا جاتا ہے۔

یہ علت نہایت پوشیدہ ہوتی ہے اور صحت پر اثر انداز۔ کبھی علت سند میں ہوتی ہے اور اسکا اثر متن پر بھی [illegible]

کبھی صرف سند میں ہوتی ہے اور یہ وہاں جہاں سند میں ایک ثقہ کی جگہ دوسرا ثقہ راوی لایا جائے۔لہذا اسناد اگرچہ اس غلطی کی وجہ سے مجروح ہوگی لیکن متن مقبول ہے۔اور کبھی صرف متن میں ہوتی ہے۔

لہذا معلل کی دو قسمیں ہیں۔

☆معلل در سند ☆معلل در متن

یہ علت راوی کے وہم کی پیداوار ہوتی ہے، جیسے راوی کبھی حدیث مرسل کو متصل، یا متصل کو مرسل روایت کردے، یا مرفوع کو موقوف یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دے یا اور کسی قرینۂ خفیہ سے جس پر ہر ایک کو اطلاع نہیں ہوتی بلکہ یہ فن نہایت عظیم بلکہ دقیق ہے کہ اس کی بنیاد ان اسباب علل پر بھی ہوتی ہے جو ظاہر و واضح نہیں ہوتے بلکہ مخفی و پوشیدہ انکو اعلیٰ درجہ کے محدثین و محققین ہی سمجھ پاتے ہیں۔جیسے

ابن مدینی، امام احمد ابن حنبل، امام بخاری، ابوحاتم، دار قطنی۔

تصانیف فن

☆ كتاب العلل لا بن المدينی، م ٢٢٤

☆ علل الحديث لا بن ابی حاتم، م ٣٢٧

☆ العلل و معرفة الرجال لا حمد بن حنبل ، م ٢٤١

☆ العلل الكبير و العلل الصغير للترمذی ، م ٢٧٠

☆ علل الواردة فی الاحاديث النبويه للدار قطنی ، م ٣٨٥

☆ كتاب العلل للخلال ، (٧٤) م ٣١١

مخالفت ثقات

راوی پر طعن کا سبب ثقات کی مخالفت بھی ہے جسکی سات صورتیں ہیں۔ لہذا سات عنوان اسکے لئے وضع کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

مدرج، مقلوب، المزید فی متصل المسانید، مضطرب، مصحف، شاذ، منکر۔

اجمالا یوں سمجھئے کہ مخالفت ثقات اسناد یا متن میں تبدیلی یا اضافہ کی صورت میں ہو تو مدرج ہے۔ تقدیم و تاخیر میں ہو تو مقلوب ہے۔ معتبر سند میں راوی کا اضافہ ہو تو المزید فی متصل الاسانید ہے۔ اگر راوی میں تبدیلی یا متن میں ایسا اختلاف جو تعارض کا سبب ہو اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو مضطرب ہے۔ اگر حروف میں تبدیلی ہو تو مصحف ہے۔ ثقہ اگر اوثق کی مخالفت کرے تو شاذ اور اسکے مقابل محفوظ ہے۔ ضعیف اگر ثقہ کی مخالفت کرے تو منکر اور اسکے مقابل معروف ہے۔

مدرج

تعریف: جس حدیث میں غیر کو داخل کر دیا جائے۔

دو قسمیں ہیں:۔

☆ مدرج الاسناد ☆ مدرج المتن

تعریف مدرج الاسناد: وہ حدیث جسکی سند کا وسط یا سیاق بدل دیا جائے۔

اس کی متعدد صورتیں ہیں لیکن اجمالی کلام یہ ہے

☆ راوی کو ایک حدیث چند شیوخ سے پہونچی جنہوں نے اس حدیث کو مختلف سندوں سے بیان کیا تھا، پھر اس راوی نے حدیث مذکور کو ان سب سے ایک سند کے ساتھ روایت کر دیا، اور انکی سندوں کا اختلاف بیان نہ کیا۔ جیسے۔

عن بندار عن عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان الثوری عن واصل و منصور والاعمش عن ابی وائل عن عمر و بن شرجبیل عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال : قلت: یا رسول الله ! ای الذنب اعظم ؟ قال : ان تجعل لله ندا وهو خلقك ، قال : قلت : ثم ماذا ؟ قال: ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك ، قال : قلت : ثم ماذا؟ قال :ان تزنی حلیلة جارك ۔(۷۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اسکا

شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا: میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کردینا کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائے گا۔ میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟ فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا میں مبتلا ہو جانا۔

اس حدیث کی روایت میں واصل، منصور اور اعمش کی سندیں مختلف تھیں، کہ واصل کی سند میں عمرو بن شرحبیل نہ تھے، بلکہ ابووائل ہیں، اور منصور و اعمش کی سند میں تھے۔

حضرت سفیان ثوری کے راوی عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث مذکور کو سب سے بیک سند روایت کردیا۔

☆ کسی شیخ کے نزدیک متن کا ایک حصہ ایک سند سے مروی تھا اور دوسرا حصہ دوسری سند سے۔ انکے شاگرد نے دونوں حصوں کو ان سے ایک سند کے ساتھ روایت کردیا۔ جیسے۔

حدثنا عثمان بن ابی شیبة، اخبرنا شریك عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال: رأيت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين افتتح الصلوة رفع يديه حيال اذنيه، قال: ثم أتيتهم فرأيتهم يرفعون ايديهم الى صدورهم فى افتتاح الصلوة وعليهم برانس واكيسه۔ (٧٦)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ کہتے ہیں: پھر میں ایک دوسرے موقع پر (سردی کے موسم میں) حاضر ہوا تو دیکھا کہ سب حضرات تکبیر تحریمہ میں صرف سینہ تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اس وقت وہ ٹوپے اوڑھے تھے اور جبوں میں ملبوس۔

اس حدیث میں یہ جملہ 'ثم أتيتهم فرأيتهم الخ' عاصم کے نزدیک اس سند سے نہیں بلکہ دوسری سند سے ثابت تھا مگر انکے شاگرد 'شریک' نے اسے اول متن کے ساتھ ملا کر مجموعہ کو اس سند کے ساتھ عاصم سے روایت کردیا۔

دوسری سند یوں ہے۔

حدثنا محمد بن سليمان الانبارى، اخبرنا وكيع عن شريك عن

عـاصـم بن كليب عن علقمة بن وائل عن وائل بنحجر قال :اتيت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی الشتاء فرأیت اصحابه یرفعون ایدیهم فی ثیا بهم فی الصلوة ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں موسم سرما میں حاضر ہوا تو میں نے آپکے صحابہ کو دیکھا کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو کپڑوں کے اندر ہی اٹھاتے ہیں۔

پہلی سند میں عاصم نے اپنے والد کلیب سے روایت کی ہے اورانہوں نے وائل بن حجر سے،۔جبکہ اس دوسری سند میں عاصم کی روایت علقمہ بن وائل سے ہے۔

☆ ایک شیخ کے نزدیک دومتن دومختلف سندوں سے مروی تھے مگرانکے شاگرد نے دونوں کوایک سند سے روایت کردیا۔ جیسے یہ دوحدیثیں امام مالک نے روایت کیں۔

مـالك عن ابن شهاب عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم قال: لا تبا غضوا و لا تحاسدوا و لا تدا بروا، و کونوا عباد الله اخوانا، ولا یحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلث لیال ۔(۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، قطع تعلق نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنکرآپس میں بھائی چارگی کے ساتھ رہو، کسی مسلمان کو جائزنہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔

مـالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم قال : ایاكم و الظن، فان الظن اكذب الحديث، ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تبا غضوا ولا تدا بروا، و كونوا عباد الله اخوانا۔(۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بدگمانی سے بچو کہ یہ بڑا جھوٹ ہے، کسی کی پوشیدہ باتیں نہ سنواور کسی کی اندرون

خانہ جنگی میں نہ پڑو، آپس میں ایک دوسرے کو نیچا نہ دکھاؤ اور باہم حسد نہ رکھو، اپنے درمیان بغض وعناد نہ رکھو اور قطع تعلق نہ کرو، اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی بنکر رہو۔

پہلی حدیث حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت ابو ہریرہ سے، امام مالک نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ سندوں سے ذکر کیا۔

پہلی حدیث حضرت انس سے مروی ہے اس میں لفظ 'ولا تنافسوا' نہیں اور دوسری حضرت ابو ہریرہ سے اور اس میں یہ لفظ ہے۔ امام مالک نے دونوں حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ سند سے ذکر کیا تھا۔ مگر امام مالک کے شاگرد سعید بن حکم المعروف بابن ابی مریم، نے دونوں روایتوں کو پہلی سند سے روایت کر دیا۔ (۷۹)

☆ شیخ نے ایک سند بیان کی اور اس کا متن بیان کرنے سے پہلے کسی ضرورت سے کچھ کلام کیا، شاگرد نے اس کلام کو سند مذکور کا متن خیال کر کے اس سند کے ساتھ شیخ سے روایت کر دیا۔

یہ چاروں صورتیں مدرج الاسناد کی ہیں۔

تعریف مدرج المتن:

جس متن حدیث میں غیر حدیث کو داخل کر دیا جائے خواہ صحابی کا قول ہو یا بعد کے کسی راوی کا۔ نیز ادراج درمیان میں ہو یا اول وآخر میں۔ پھر اس کو حدیث رسول کے ساتھ اس طرح مخلوط کر دیا جائے کہ دونوں میں امتیاز نہ رہے۔

☆ اول حدیث میں ادراج، جیسے:۔

خطیب بغدادی نے 'ابوقطن' اور 'شبابہ' سے ایک روایت یوں نقل کی ہے۔

عن شعبة عن محمدبن زياد عن ابى هريرة قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:اسبغو ا الوضوء ، ويل للأ عقاب من النار ۔ (۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وضو میں خوب مبالغہ کرو، ایڑیوں کے لئے دوزخ کی تباہی ہے۔

اس حدیث میں ' اسبغوا الوضوء' حضرت ابو ہریرہ کا فرمان ہے جس کو ابوقطن،

وغیرہ نے حدیث مرفوع میں مخلوط کرکے پیش کردیا ہے۔

امام شعبہ سے روایت کرنے والے آدم اور محمد بن جعفر ہیں لیکن کسی میں یہ لفظ نہیں۔آدم سے بطریق شعبہ امام بخاری نے روایت لی ہے انکے الفاظ یہ ہیں:۔

عن آدم بن ابی ایاس ، ثنا شعبة ، ثنا محمد بن زیاد قال سمعت اباھریرة و كان یمر بنا و الناس بتو ضئون من المطهرة فیقول : اسبغوا الوضوء ، فان ابا القاسم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ویل للأعقاب من النار۔ (۸۱)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ 'اسبغوا الوضوء' حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے۔

اور محمد بن جعفر اور امام وکیع سے بطریق شعبہ امام مسلم نے روایت فرما کر ارشاد فرمایا:۔

وَلیس فِي حَدِیث شعبة أسبغوا الوضُوء ۔(۸۲)

امام شعبہ کی حدیث میں اسبغوا الوضوء کے الفاظ نہیں۔

خیال رہے کہ یہ تفصیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت کی بنا پر ہے ورنہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے جو روایت آئی اس میں یہ جملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یوں منسوب ہے۔

کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ویل للأعقاب من النار اسبغوا الوضوء ۔ (۸۳)

خشک ایڑیوں کیلئے جہنم کی ہلاکت ہے، وضو میں مبالغہ کرو۔

اور امام بیہقی نے ابوعبداللہ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مرفوعا روایت لی۔

انما مثل الذی یصلی ولا یرکع ، وینقر فی سجوده کالجائع لایأكل الا تمرة او تمرتین فماذا تغنیان عنه ، فاسبغوا الوضوء ، ویل للأعقاب من النار۔ (۸٤)

جو شخص نماز پڑھے اور رکوع وسجود اطمینان سے نہ کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ بھوکے آدمی کو ایک دو کھجور کھانے کو ملیں ،تو کیا یہ اس کو کفایت کریں گی ،لہذا وضو میں مبالغہ کرو، سوکھی

ایڑیوں کے لئے دوزخ کی ہلاکت ہے۔

ان دونوں روایتوں میں وہ لفظ موجود اور خود حضور کی طرف منسوب ہے، لہذا ان سندوں کی رو سے حدیث کو مدرج المتن نہیں کہا جا سکتا۔

بلکہ دوسری روایت میں تو انتساب کو قوی بنانے کے لئے یہ الفاظ بھی ہیں کہ راوی حدیث ابوصالح اشعری نے ابوعبداللہ اشعری سے پوچھا۔

من حدثت بهم الحديث ، قال : امراء الاجناد ، خالد بن الوليد ، وعمر و بن العاص و شرحبيل بن حسنة و يزيد بن ابى سفيان كل هؤلا سمعوه من رسول الله الله تعالىٰ عليه وسلم۔ (٨٥)

یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی؟ بولے: لشکروں کے کے امیروں نے یعنی، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان نے۔ان سب حضرات نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی۔

یہ حضرات خلافت فاروقی میں ملک شام میں فلسطین، اردمن، حمص، قنسرین اور دمشق کے امیر تھے۔

درمیان حدیث میں ادراج، جیسے:۔

عن ام المومنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنه قالت : اول ما بدى به رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الوحى الرويا الصالحة فى النوم فكان لا يرى رويا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء و كان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه و هو التعبد الليالى ذوات العدد قبل ان ينزع الى اهله و يتزود لذلك ۔ (٨٦)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کا آغاز اچھے خوابوں سے ہوا، جو خواب بھی آپ دیکھتے اس کی تعبیر صبح روشن کی طرح ظاہر ہوتی، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت ڈال دی گئی اور

آپ نے غار حراء میں خلوت اختیار فرمائی، چنانچہ آپ وہاں تحنث (یعنی عبادت) میں چند ایام مشغول رہتے جب تک قلب اپنے اہل وعیال کی طرف مائل نہ ہوتا، اتنے ایام کا توشہ ساتھ لیجاتے تھے۔

اس حدیث میں "وهو التعبد" درمیان حدیث میں ادراج ہے اور یہ امام ازہری کا قول ہے، کما فی الطیبی۔

☆ آخر حدیث میں ادراج، جیسے:۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للعبد المملوك الصالح اجران ، و الذی نفسی بيدی لو لا الجهاد فی سبيل الله و الحج و برامی لا حببت ان اموت و انا مملوك ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک غلام کو دو اجر ملتے ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر جہاد حج اور والدہ کی خدمت کا معاملہ نہ ہوتا تو مجھے یہ ہی پسند تھا کہ میں غلامی کی حالت میں ہی دنیا سے جاؤں۔

اس حدیث میں " نفسی بيدی الخ" سے پورا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے جو آخر حدیث میں مدرج ہے، اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح کی تمنا نہیں کر سکتے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی باحیات نہ تھیں جن کی خدمت غلامی سے مانع ہوتی۔

نیز یہ روایت:

عن ابی خيثمة زهير بن معاوية عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخيمرة عن علقمة عن عبد الله بن مسعود ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم علمه التشهد فی الصلوة فقال : قل التحيات لله الى آخره فاذا قلت هذا فقد قضيت صلوتك ، ان شئت ان تقوم فقم ، وان شئت ان تقعد فاقعد ۔ (۸۷)

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم نے آپ کو نماز میں پڑھا جانے والا تشہد تعلیم فرمایا، تو ارشاد فرمایا: پڑھو التحیات للہ الی آخرہ جب تم نے یہ پڑھ لیا تو نماز مکمل کرلی، چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھے رہو۔

اس حدیث میں ''فاذا قلت'' سے آخر تک حضرت ابن مسعود کا قول ہے جو اپنے شاگرد حضرت علقمہ سے آپ نے بیان کیا تھا، حضور کا فرمان نہیں، لہٰذا ادراج آخر میں ہے۔

حکم۔ محدثین وفقہاء متفق ہیں کہ صحابہ کے بعد ادراج ناجائز ہے لیکن تشریح لفظ کیلئے جائز۔ اسی لئے محتاط و محققین علماء سے بھی ایسا ادراج منقول ہے، بخاری شریف میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

تصانیف فن

☆ الفصل للوصل المدرج فی النقل للخطیب م ٤٦٣ ھ

☆ تقریب المنهج بترتیب المدرج لابن حجر م ٨٥٢ ھ

مقلوب

تعریف: وہ حدیث جس میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تبدیلی کردی جائے۔

وہ قسمیں ہیں:۔

☆ مقلوب السند ☆ مقلوب المتن

مقلوب السند: راوی اور اس کی ولدیت میں تقدیم وتاخیر سے ہوتا ہے۔ یا راوی مشہور کی جگہ دوسرے کا نام لے دیا جاتا ہے جیسے۔ کعب بن مرۃ کو مرۃ بن کعب، روایت کردینا، یا سالم بن عبد اللہ کی جگہ نافع کا ذکر کردینا۔

مقلوب المتن: الفاظ حدیث کی تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تبدیلی کردینا۔ مثال جیسے:۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم سبعة يظلهم الله فی ظله يوم لا ظلّ الا ظله الی ان قال، و رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم يمينه ما تنفق شماله الحديث ـ (٨٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات لوگ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں رہیں گے، انہیں میں وہ شخص بھی ہے جو پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرتا ہے اس طرح کی بائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو داہنے کو خبر نہیں ہوتی۔

اس حدیث کے جملہ " حتی لا تعلم الخ " میں قلب واقع ہوا کیونکہ معروف و معتاد یہ ہی ہے کہ خرچ داہنے ہاتھ سے ہوتا ہے۔ اور صحیح معروف وہ ہے جس کو امام مالک اور امام بخاری نے روایت کیا۔

و رجل تصدق بصدقة فاخفا ها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ۔(۸۹)
وہ شخص جو صدقہ اس طرح چھپا کر دیتا ہے کہ داہنا ہاتھ خرچ کرتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہوتی۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا، یہ قلب ناقلین سے واقع ہوا امام مسلم سے نہیں، اس پر دلیل یہ ہے کہ امام مالک نے فورا بعد جو حدیث ذکر کی اس کو اسی حدیث کے مثل قرار دیا ہے، اور امام مالک کی روایت میں وہی ترتیب ہے جو بخاری سے گزری حتی کہ الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں۔

کبھی مقلوب المتن کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک سند دوسری حدیث کے ساتھ اور دوسری سند پہلی حدیث کے ساتھ ضم کردی جاتی ہے، جیسے بغداد میں امام بخاری کا امتحان لینے کیلئے بعض لوگوں نے سو سے زائد احادیث میں ایسا ہی کیا تھا۔

قلب متعدد وجوہ سے ہوتا ہے:۔

☆ اپنا علمی تفوق ظاہر کرنا۔

☆ کسی دوسرے کا امتحان لینا۔

☆ خطا وسہو کی بنا پر۔

حکم: پہلی صورت میں ناجائز ہے۔ دوسری صورت میں اسی وقت جائز جبکہ اسی مجلس میں حقیقت واضح کردی جائے۔ البتہ تیسری صورت والا معذور ہے۔ ہاں بکثرت ہو تو ضبط مجروح ہوگا اور

روایت ضعیف قرار پائے گی۔

تصنیف فن

☆ رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء و الا لقاب للخطیب ۔م ٤٦٣ھ
قلب سند میں یہ کتاب خصوصیت کی حامل ہے۔

المزید فی متصل الاسانید

تعریف: جس حدیث کی سند بظاہر متصل ہولیکن سند میں کسی راوی کا اضافہ کردیا جائے۔

مثال: عن عبد اللہ بن المبارك قال : حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن یزید ، حدثنی بسر بن عبید الله قال: قال سمعت ابا ادریس قال : سمعت واثلة بن الاسقع یقول : سمعت ابا مرثد الغنوی یقول سمعت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول :لا تجلسوا علی القبو ر ولا تصلوا الیها ۔ (۹۰)

ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوفرماتے سنا: قبروں پر نہ بیٹھواور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

اس حدیث کی سند میں دوراویوں کی زیادتی ہے۔

☆سفیان ☆ابوادریس

یہ زیادتی محض وہم کی بنیاد پر ہے۔

☆ سفیان کی زیادتی امام عبداللہ بن مبارک سے نقل کرنے والے رواۃ کے وہم کی بنا پر ہے۔ کیونکہ ثقہ حضرات نے ابن مبارک کے بعد براہ راست عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت نقل کی۔(۹۱)

اور بعض راویوں نے تو ''عن'' کے بجائے صریح ''اخبرنا'' استعمال کیا ہے۔

☆ ابوادریس کا اضافہ خود ابن مبارک کا ہے، اس لئے کہ ان کے استاذ عبدالرحمٰن سے

روایت کرنے والے ثقات کی ایک جماعت نے ابوادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض نے تو تصریح کردی ہے کہ "بسر" نے براہ راست "واثلہ" سے سنا ہے۔ (۹۲)

حکم: وہم کی بنا پر مردود ہوتی ہے، ہاں زیادتی کرنے والا اپنے مقابل سے فائق ہو تو پھر راجح و مقبول ہے۔ اور دوسری منقطع، لیکن یہ انقطاع خفی ہوتا جس سے حدیث مرسل خفی ہوجاتی ہے۔

تصنیف فن

☆ تمیز المزید فی متصل الاسانید للخطیب ، م۴۶۳

یہ اس فن کی اہم کتاب ہے۔

مضطرب

تعریف: وہ حدیث جس کے تمام راوی ثقہ اور ہم پلہ ہوں لیکن مختلف صورتوں کے ساتھ مروی ہو۔ کبھی ایک راوی سے ہی اختلاف منقول ہوتا ہے کہ انہوں نے روایت متعدد مواقع پر کی، اور کبھی راوی چند ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اختلاف ایسا شدید ہو کہ ان کے درمیان تطبیق وتوفیق ممکن نہ ہو۔ پھر یہ بھی ضروری کہ تمام روایات قوت و مرتبہ میں مساوی و برابر ہوں کہ ترجیح بھی ناممکن ہو، اگر ترجیح یا توفیق ممکن ہوئی تو اضطراب متحقق نہیں ہوگا۔

اضطراب کی دو قسمیں ہیں:

اضطراب فی السند　　　　اضطراب فی المتن

مثال قسم اول: یہ قسم ہی زیادہ وقوع پذیر ہے۔ جیسے:-

حدثنا مسدد ، حدثنا بشر بن المفضل ، حدثنا اسماعیل ابن امیه حدثنی ابو عمرو بن محمد بن حریث انه سمع جده حریثا یحدث عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئا ، فان لم یجد فلینصب عصا ، فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا ثم لا یضره

ما مرا مامه ۔ (۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنے سامنے سترہ قائم کرے، اگر کوئی چیز نہ ملے تو اپنا عصا ہی نصب کرے، اور عصا بھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے کہ اس کے سامنے سے گزرنے میں پھر کوئی حرج نہ ہوگا۔

اس حدیث کو اسماعیل بن امیہ سے بشر بن مفضل اور روح بن قاسم نے بسند مذکور روایت کیا، ان دونوں حضرات کی روایت میں ابو عمرو کے بعد راوی ان کے جد ''حریث'' ہیں اور ان کے والد کا نام محمد ہے۔

اور حضرت امام سفیان ثوری کی روایت ''اسماعیل بن امیہ'' سے اس طرح ہے۔

عن ابی عمرو بن حریث عن ابیه عن ابی هریرة۔

اس سند میں ابو عمرو، کے بعد راوی اگر چہ حریث ہیں مگر ان کو ابو عمرو کا والد قرار دیا ہے۔

اور حمید بن اسود کی روایت اسماعیل بن امیہ سے اس طرح ہے:۔

عن ابی عمرو بن محمد بن حریث بن سلیم عن ابیه عن ابی هریرة ۔

اس میں ابو عمرو کے بعد راوی ان کے والد ''محمد'' ہیں اور ''حریث'' کے والد کا نام ''سلیم'' ذکر کیا ہے۔

اور وہیب وعبد الوارث کی روایت اسماعیل بن امیہ سے یوں ہے۔

عن ابی عمرو بن حریث عن جده۔

اس میں ابو عمر کے بعد راوی ان کے جد حریث ہیں مگر والد کا نام بھی حریث بتایا ہے۔

اور ابن جریج کی روایت اسمعیل بن امیہ سے اس طرح ہے:۔

عن ابی عمرو عن حریث بن عمار عن ابی هریرة۔

اس میں ابو عمرو کے بعد اگر چہ حریث ہیں مگر ان کے والد کا نام عمار بیان کیا گیا ہے۔

اس سند میں اس طرح کے اور بھی اضطراب ہیں ۔ (۹۴)

مثال قسم ثانی، جیسے:

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن نا محمد بن الطفیل عن شریك عن ابی حمزة عن عامر عن فاطمة بنت قیس عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : ان فی المال حقا سوی الزکوة ۔ (٩٥)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے۔

دوسری روایت اس طرح ہے:

حدثنا علی بن محمد، ثنا یحیی بن آدم عن شریك عن ابی حمزة عن الشعبی عن فاطمة بن قیس انها سمعته تعنی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: لیس فی المال حق سوی الزکوة۔ (٩٦)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مال میں زکوۃ کے علاوہ اور کوئی حق نہیں۔

پہلی حدیث میں زکوۃ کے علاوہ مال میں کچھ اور حقوق بھی فرمائے تھے اور اس میں نفی ہے۔ لہذا یہ متن میں اضطراب ہوا۔

حکم :- اضطراب چونکہ راوی کے ضبط کی کمزوری کو بتاتا ہے۔ لہذا ایسی احادیث ضعیف قرار پاتی ہیں۔ اور اس کا مرتبہ مقلوب کے بعد ہے۔

تصنیف فن

☆ المقترب فی بیان المضطرب لا بن حجر ،
اس فن کی نادر کتاب ہے۔

مصحف

اختلاف خواہ لفظی ہو یا معنوی۔اس میں تین قسمیں جاری ہوتی ہیں۔

☆ باعتبار منشاء وباعث

☆ باعتبار محل

☆ باعتبار لفظ ومعنی

اول کی دو قسمیں ہیں:

☆مصحف البصر ☆مصحف السمع

مصحف البصر : وہ حدیث جس میں رسم الخط کے نقص یا نقطوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے اشتباہ ہوجائے۔جیسے:۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال۔قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : من صام رمضان و اتبعہ ستا من شوال خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ ۔ (۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسے اپنی پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔

اس حدیث کو بعض نے "ستا" کی جگہ "شیئا" سمجھا۔

مصحف السمع : وہ حدیث جس کو راوی اپنی سماعت کی کمزوری یا متکلم سے دوری کے سبب کچھ کا کچھ سمجھ لیتا ہے۔

جیسے عاصم الاحوال کو بعض نے عاصم الاحدب سمجھ کر روایت کردیا۔

مصحف باعتبار محل کی بھی دو قسمیں ہیں:۔

☆مصحف السند ☆مصحف المتن

مصحف السند: جس حدیث کی سند مین تصحیف ہو۔جیسے:۔

عن شعبۃ عن العوام بن مراجم عن ابی عثمان النہدی عن عثمان بن عفان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لتؤدن الحقوق الی اھلھا ۔ (۹۸)

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں حق والوں کے حقوق ضرور ادا کرنا ہوں گے۔

اس حدیث کی سند میں عوام بن مراجم کو یحیی بن معین نے مزاحم پڑھا جو اسی زمانہ میں رد کردیا گیا تھا۔(۹۹)

مصحف المتن: وہ حدیث جس کے متن میں تصحیف واقع ہو، جیسے،

عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احتجر فی المسجد ۔ (۱۰۰)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی سے آڑ کی۔

اس حدیث کو ابن لہیعہ نے کتاب موسیٰ بن عقبہ سے نقل کرکے، احتجم فی المسجد ، کردیا، یعنی آپ نے مسجد میں فصد کھلوائی۔

یہ متن میں تصحیف ہوئی، وجہ یہ تھی کہ ابن لہیعہ نے شیخ سے سنے بغیر محض کتاب سے یہ حدیث نقل کی جس کی وجہ سے یہ غلطی ہوقع ہوئی۔(۱۰۱)

اور جیسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث:۔

رمی ابی یوم الاحزاب علی اکحلہ فکواہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

اس حدیث میں 'غندر' سے یہ تحریف واقع ہوئی کہ انہوں نے لفظ 'اُبی' کو مضاف مضاف الیہ کرکے روایت کردیا حالانکہ یہ لفظ 'اُبی' ہے اور اس سے مراد اُبی بن کعب' ہیں انہیں کا یہ واقعہ ہے جو حدیث میں ذکر ہوا۔ اور تحریف کی صورت میں تو یہ واقعہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا قرار پائے گا اور یہ درست نہیں، کیونکہ وہ تو جنگ احزاب سے پیشتر جنگ احد میں

شہید ہو چکے تھے۔(۱۰۲)

☆ لفظ و معنی کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں:۔

☆ مصحف اللفظ ☆ مصحف المعنی

مصحف اللفظ: وہ حدیث جس کے لفظ میں تصحیف ہو، اکثر یہی صورت پیش آتی ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

☆ مصحف الشکل ☆ مصحف النقط

مصحف الشکل: وہ حدیث جس کے خط کی صورت تو باقی رہے لیکن حروف کی حرکت بدل جائے۔ جیسے:۔

حضرت عرفجہ کی حدیث میں 'یوم کُلاب' کو 'یوم کِلاب' بتانا۔

بعض نے اس کو محرف کا نام دیا ہے۔(۱۰۳)

مصحف النقط: جس کے خط کی صورت تو باقی رہے لیکن نقطوں میں تبدیلی ہو جائے۔ جیسے گزشتہ مثال۔

مراجم کو مزاحم پڑھنا۔

مصحف المعنی: وہ حدیث جس کے معنی کو اصلی معنی مراد سے پھیر دینا جیسے:

ابوموسی عنزی کا بیان ہے کہ ہماری قوم کو بڑا شرف حاصل ہے کہ حضور نے ہمارے قبیلہ عنزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حالانکہ حدیث میں عنزہ سے مراد نیزہ تھا، اور یہ اپنے قبیلہ کو سمجھے۔ تفصیل ہماری کتاب حفاظت حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

حکم: اگر کسی راوی سے اتفاقاً یہ عمل سرزد ہو جائے تو ضبط متاثر نہیں ہوتا کہ تھوڑی بہت غلطی سے تو شاذ و نادر ہی کوئی بچتا ہے۔ اگر بکثرت ہو تو عیب ہے اور ضبط مجروح۔ اکثر و بیشتر تصحیف کا سبب یہ ہوتا تھا کہ راوی استاذ و شیخ کے بجائے کتب و صحائف سے حدیث حاصل کرتا تھا جس کے متعلق ایک زمانہ تک یہ نظریہ رہا کہ اس طرح تحصیل حدیث منع ہے، لیکن جب مدون ہو گیا اور محض زبانی یادداشت پر تکیہ نہ رہا تو وہ ممانعت بھی نہ رہی۔

مشہور تصانیف فن

- ☆ التصحیف للدار قطنی م ۳۸۵ھ
- ☆ اصلاح خطاء المحدثین للخطابی م ۳۲۸ھ
- ☆ تصحیفات المحدثین للعسکری م ۳۸۲ھ

شاذ و محفوظ

تعریف: وہ حدیث جسے کوئی مقبول عادل راوی ایسے راوی کے خلاف روایت کرے جو مرتبہ میں اس سے فائق ہے۔

اس کے مقابل کو محفوظ کہتے ہیں:۔

شاذ کی دو قسمیں ہیں:۔

☆ شاذ السند ☆ شاذ المتن

شاذ السند: وہ حدیث جس کی سند میں شذوذ ہو۔ جیسے:۔

عن سفیان بن عینیة عن عمر و بن دینار عن عوسجة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رجلا توفی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و لم یدع و ارثا الا مولی ھو اعتقہ ۔(۱۰٤)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے اپنے آقا کے سوا جس نے اسے آزاد کیا تھا کسی دوسرے کو وارث نہ چھوڑا۔

یہ حدیث متصل ہے، سفیان کی طرح ابن جریج نے بھی اسے موصولا روایت کیا ہے۔

لیکن حماد بن زید نے مرسلا روایت کیا۔ یعنی حضرت ابن عباس کو واسطہ نہیں بتایا۔

چونکہ دونوں طرح کی روایتوں یعنی موصول و مرسل کے راوی ثقہ ہیں، لیکن حماد بن زید کے مقابلہ میں سفیان کی روایت کو متعدد ثقہ حضرات نے ذکر کیا ہے، لہذا موصول راجح اور مرسل

مرجوح قرار دی گئی اور مذکورہ سند محفوظ اور اس کے مقابل شاذ ہوئی۔

شاذ المتن: وہ حدیث جس کے متن میں شذوذ ہو۔ جیسے:۔

عن عبد الواحد بن زیاد عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اذا صلی احد کم الفجر فليضطجع عن يمينه۔ (۱۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز فجر پڑھ لوتو داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ۔

یہ حدیث قولی ہے۔ لیکن دوسرے ثقہ حضرات نے اس حدیث کو حضور کے فعل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں، عبد الواحد نے حدیث قولی روایت کر کے متعدد ثقہ رواۃ کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ اپنی اس روایت میں تنہا ہیں۔ لہذا ان کی روایت ''شاذ'' اور دوسرے حضرات کی ''محفوظ'' ہے۔

منکر و معروف

تعریف منکر: وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور معتمد رواۃ کی حدیث کے خلاف روایت کرے۔

اس کے مقابل کو معروف کہتے ہیں:۔

مثال: ابن ابی حاتم کی روایت بطریق حبیّب بن حبیب:۔

عن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : من اقام الصلوة و آتی الزکوة و حج البیت و صام و قری الضیف دخل الجنة ۔ (۱۰۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز پڑھی، زکوۃ دی، حج بیت اللہ کیا، رمضان کے

روزے رکھے اور مہمان نوازی کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

ابو حاتم کا کہنا ہے کہ یہ روایت منکر ہے، کیونکہ ثقہ رواۃ نے اس حدیث کو موقوفا روایت کیا یعنی حضرت ابن عباس کا قول بتایا ہے، لہذا اس مخالفت کی بنیاد پر ابواسحاق کی یہ روایت منکر قرار پائی۔ اور باقی دوسرے ثقہ راویوں کی معروف۔ (۱۰۷)

انتباہ: بعض حضرات نے ''شاذ و منکر'' میں مخالفت کا اعتبار نہیں کیا اور شاذ کی تعریف یہ کی۔

اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ثقہ نے روایت کیا اور اس روایت مین منفرد ہو، اور اس کے لئے کوئی اصل مؤید پائی جائے۔ یہ تعریف ثقہ کے فرد صحیح پر صادق آتی۔ ہے۔ اور اول تعریف صادق نہیں۔ اور بعض نے ''شاذ'' میں نہ راوی کے ثقہ ہونے کا اعتبار کیا اور نہ خالفت کا۔

ایسے ہی منکر کو صورت مذکورہ کے ساتھ خاص نہیں کیا یہ لوگ فسق اور فرط غفلت اور کثرت غلط کے ساتھ مطعون کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔

و للناس فیما یعشوقون مذاھب ۔ (۱۰۸)

منکر کی بایں معنی تعریف اور قدرے تفصیل متروک کے بعد اس سے قبل ذکر کی جاچکی ہے۔

ابن صلاح نے منکر مقابل معروف کو مقسم قرار دیکر شاذ اور منکر کو اس کی قسمیں بتایا ہے۔

حکم: شاذ کے راوی ثقہ نہیں تو یہ مردود ہے ورنہ مرجوح ہوگی اور منکر مردود ہے۔ البتہ محفوظ و معروف راجح اور مقبول ہوتی ہے۔

زیادتی ثقات

تعریف: زیادتی ثقات سے مراد راویوں کی جانب سے احادیث میں منقول وہ زائد کلمات ہیں جو دوسروں سے منقول نہ ہوں۔

زیادتی ثقات دراصل مخالفت ثقات کا ایک پہلو ہے اور گزشتہ اوراق میں ذکر کردہ اقسام دراصل اسی اصل کے جزئیات ہیں جیسا کہ مذکورہ تفصیلات سے ظاہر ہے۔ لیکن ان کے عناوین مستقل تھے لہذا ان کو علیحدہ ذکر کردیا گیا۔

اب زیادتی ثقات کو علیحدہ ایک مستقل علم وفن اور باب قرار دیکر اس سے بحث مقصود ہے۔ زیادتی متن میں بھی ہوتی اور سند میں بھی۔

متن میں زیادتی کی تین قسمیں ہیں:۔

☆زیادتی منافی ☆زیادتی غیر منافی ☆زیادتی منافی از بعض وجود

زیادتی منافی: ایسی زیادتی جو دوسرے ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی ومعارض ہو۔

مثال جیسے:۔

عن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : یوم عرفة و یوم النحر و ایام التشریق عیدنا اهل الاسلام و هی ایام اکل و شرب ۔ (۱۰۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوم عرفہ ۹ ذوالحجہ اور یوم نحر ۱۰/ذوالحجہ اور ایام تشریق ۱۱/۱۲/۱۳/ذوالحجہ ہم مسلمانوں کی عید کے ایام ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔

اس حدیث میں ''یوم عرفۃ'' کی زیادتی ہے اور یہ زیادتی صرف موسی بن علی سے منقول ہے باقی طرق میں منقول نہیں۔ اور یہ دیگر روایات کے منافی بھی ہے کہ دوسری روایتوں میں تو ۹/ذوالحجہ کے روزہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس میں ممانعت۔

حکم: یہ مثل شاذ ہے:۔

زیادتی غیر منافی: ایسی زیادتی جو معارض ومنافی نہ ہو۔

مثال: عن الاعمش عن ابی رزین و ابی صالح عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم لیغسله سبع مرار۔ (۱۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھولو۔

امام اعمش تک تمام راوی اس متن پر متفق ہیں لیکن آپ کے بعد آپ کے تلامذہ میں

علی بن مسہر نے " فَلْيُرِقْه " کا اضافہ کر دیا۔

یعنی برتن دھونے سے پہلے پانی کو بہادے۔

امام مسلم فرماتے ہیں:۔

حدثنی محمد بن الصباح قال : نا اسماعیل بن زکریا عن الاعمش بهذا

الاسناد مثله و لم يذكر ، فليرقه ۔(۱۱۱)

حکم: یہ زیادتی ثقہ کی ہے اور اصل روایت کے منافی نہیں، لہذا ثقہ کی مستقل روایت کے حکم

میں مقبول ہوگی۔

زیادتی منافی از بعض وجوہ: وہ زیادتی جو بعض وجوہ سے منافی ہو اور بعض اعتبار سے نہیں۔

مثال: جیسے:۔

عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه

وسلم : فضلنا على الناس بثلث (الى ان قال) و جعلت لنا الارض كلها مسجدا

و جعلت تربتها لنا طهورا ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ہمیں لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ، (آخر میں فرمایا) اور ہمارے

لئے تمام زمین مسجد بنادی گئی، اور اس کی مٹی پاکی حاصل کرنے یعنی تیمم کا ذریعہ بنادی گئی۔

اس حدیث میں " و تربتها " کا لفظ صرف ابو مالک اشجعی سے مروی ہے اور کسی سے

نہیں، دوسری روایتوں کے الفاظ یہ ہیں۔

و جعلت لنا الارض مسجد او طهورا ۔

اس زیادتی کے ذریعہ کبھی عام کی تخصیص اور کبھی مطلق کی تقیید ہوتی ہے۔ امام نووی

فرماتے ہیں:

امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس زیادتی کو معتبر قرار دیتے ہوئے لفظ

مٹی، سے تیمّم جائز قرار دیا اور جن احادیث میں، مطلق ارض کا ذکر ہے ان کو اسی پر محمول فرمایا۔ بر خلاف امام اعظم و امام مالک رضی اللہ تعالی عنہما کہ آپ نے جمیع اجزائے زمین سے تیمم کو جائز فرمایا ہے۔لہذ مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور مقید اپنی تقیید پر۔

سند میں زیادتی: سند میں زیادتی کی متعدد صورتیں ہیں جن کی تفصیل مستقل عناوین کے ساتھ گزر چکی۔

جیسے۔المزید فی متصل الاسانید۔

زیادتی ثقہ کے تحت خاص طور پر حدیث کے وصل وارسال، اور وقف و رفع کا تعارض زیر بحث آتا ہے۔

جہالت راوی

عدالت میں طعن کے وجوہ پانچ شمار کئے گئے تھے، ان میں سے کذب اور اتہام کذب کا بیان موضوع اور متروک کے عنوان سے کیا جا چکا۔ اور فسق راوی کا ذکر منکر کے ضمن میں گزرا اب جہالت راوی کا بیان ہے۔

جہالت راوی سے مراد یہ ہے کہ راوی کی عدالت ظاہری اور باطنی معلوم نہ ہو ایسے راوی کو ''مجہول الحال'' کہتے ہیں اور اس کی حدیث کو ''مبہم''۔

جیسے کہتے ہیں:۔

حدثنی رجل۔ یا حدثنی شیخ۔

ایسے راوی کی حدیث مقبول نہیں۔ ہاں اگر حدیث مبہم بلفظ تعدیل وارد ہو، جیسے حدثنی ثقہ، یا 'اخبرنی عدل' تو اس میں اختلاف ہے۔ اصح یہ ہے کہ مقبول نہیں۔ کیونکہ جائز ہے کہ کہنے والے کے اعتقاد میں عدل ہو اور نفس الامر میں نہ ہو۔ اور اگر کوئی امام حاذق یہ الفاظ فرمائے تو مقبول ہے۔ اور اگر راوی کی عدالت ظاہری معلوم ہے اور باطنی کی تحقیق نہیں اس کو مستور کہتے ہیں اور اگر راوی سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہے تو اس کو مجہول العین کہتے ہیں، ان دونوں کی روایت محققین کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

امام نووی قدس سرہ القوی منہاج میں فرماتے ہیں:۔

المجهول اقسام ، مجهول العدالة ظاهرا و باطنا ، و مجهولها باطنا مع وجود ها ظاهرا و هو المستور ، ومجهول العين ۔ فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به ،اما الآخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين ۔ (۱۱۲)

اس کی بعض تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

راوی کبھی کثرت صفات والقاب کی وجہ سے، کبھی قلت روایت کی وجہ سے اور کبھی نام کی عدم صراحت کی وجہ سے مجہول ہوتا ہے۔

کثرت صفات: جن الفاظ وکلمات سے راوی کو ذکر کیا جاتا ہے ان کی کثرت خواہ وہ حقیقی نام وکنیت ہو، یا لقب ووصف، یا نسب و پیشہ۔ راوی ان میں سے کسی ایک سے معروف ہوتا ہے اور ذکر کرنے والا کسی خاص مقصد کے تحت غیر مشہور نام و وصف استعمال کرتا ہے۔ لہذا یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پوری ایک جماعت کے نام ہیں حالانکہ ان سب کا مصداق ایک ہی آدمی ہوتا ہے۔

مثال: محمد بن سائب بن بشر کلبی۔ بعض نے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر، ذکر کیا۔ بعض نے ان کا نام ''حماد'' لکھا ۔ کنیتوں میں کسی نے ابونصر بیان کی۔ کسی نے ''ابوسعید'' اور کسی نے ابوہشام۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ متعدد اشخاص کے نام ہیں حالانکہ صرف ایک شخص ہیں۔

قلت روایت: راوی سے نقل روایت کا سلسلہ نہایت محدود ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک ہی شخص ان سے روایت کرتا ہے۔ اس وجہ سے راوی مجہول سمجھا جاتا ہے۔

مثال:۔ ابوالعشر اءدارمی۔ یہ تابعین میں سے ہیں، ان سے صرف ''حماد بن ابی سلمہ'' نے روایت کی ہے۔

نام کی عدم صراحت: حدیث کے راوی کا نام نہ لینا، خواہ اختصار کے پیش نظر ہو خواہ کوئی دوسرا سبب۔

مثال :راوی یوں کہے:۔

اخبرنی فلان، اخبرنی شیخ، اخبرنی رجل۔

امام اعظم کے نزدیک مجہول کے احکام

مجہول العین: یہ کوئی جرح نہیں، اس کی حدیث جب غیر مقبول ہوگی جبکہ سلف نے اسے مردود قرار دیا ہو، یا یہ کہ اس کا ظہور عہد تابعین کے بعد ہو۔ اگر قرون ثلثہ میں ہو تو مطلقا مقبول ہے۔ مجہول الاسم کا بھی یہی حکم ہے۔ اور مجہول الحال راوی مقبول ہے۔

بدعت

راوی کی عدالت میں طعن کا سبب بدعت بھی ہے۔

بدعت سے مراد اہل سنت و جماعت کے خلاف کسی چیز کا اعتقاد رکھنا بشرطیکہ یہ اعتقاد کسی تاویل پر مبنی ہو۔

ایسے بدعتی کی حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں۔ اور بعض کے نزدیک مقبول ہے بشرطیکہ موصوف بالصدق ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر وہ بدعتی ضروریات دین میں سے کسی ضروری چیز کا منکر ہے تو اس کی حدیث مردود ہے ورنہ مقبول بشرطیکہ ضبط، ورع، تقوی، احتیاط اور صیانت کے ساتھ متصف ہو۔

لیکن مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی جانب دعوت دیتا اور اس کی ترویج کرتا ہے تو اس کی حدیث مقبول نہیں ورنہ مقبول کی جائے گی۔ بالجملہ اہل بدعت سے اخذ حدیث میں ائمہ مختلف ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے حدیث اخذ نہ کی جائے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترویج کے واسطے احادیث گڑھتے اور بعد توبہ اعتراف کرتے تھے۔ (۱۱۳)

سوء حفظ

راوی کے ضبط میں طعن کے وجوہ بھی پانچ شمار کئے گئے تھے، ان میں سے فرط غفلت اور کثرت غلط کو منکر کے تحت ذکر کیا گیا تھا، اور کثرت وہم حدیث معلل کے ضمن میں بیان ہوا، اور مخالفت ثقات کو مدرج وغیرہا سات اقسام میں شمار کیا، اب فقط سوء حفظ کا ذکر باقی ہے، اس

کے سلسلہ میں اجمالی کلام یہ ہے۔

☆لازم ☆طاری

لازم: وہ ہے جو تمام احوال میں پایا جائے، ایسے راوی کی حدیث معتبر نہیں ۔

طاری: وہ ہے جو پہلے نہ تھا کسی سبب سے حادث ہو گیا، جیسے پیرانہ سالی، یا ذہاب بصارت، یا فقدان کتب، ایسے راوی کو مختلف کہتے ہیں۔اس کی اختلاط سے پہلے کی احادیث قبول کی جائیں گی بشرطیکہ اختلاط سے بعد کی روایتوں سے ممتاز ہوں۔اور اگر ممتاز نہیں تو توقف کیا جائیگا۔اور اگر مشتبہ ہیں تب بھی ان کا حکم توقف ہے۔اگر ان کے واسطے متابعات و شواہد دستیاب ہو گئے تو مقبول ہو جائیں گی۔(۱۱۴)

ضروری وضاحت

تعدد طرق سے حدیث کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔اس اصول کے تحت حسن لذاتہ کو صحیح لغیرہ کا درجہ ملتا ہے۔راوی کا ضعف سوء حفظ، یا جہالت کی وجہ سے ہو تو حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔متروک و منکر احادیث اسی جیسے رواۃ کے تعدد طرق سے مروری ہوں تو مستور اور سوء حفظ کے حامل کی روایت کے درجہ میں شمار ہوتی ہے۔اب اگر مزید تائید میں کوئی ایسی ضعیف حدیث مل جائے جس کے ضعف کو گوارہ کیا جا سکتا ہے تو پورا مجموعہ حسن لغیرہ کی منزل میں آجائے گا۔

اعتبار

تعریف: کسی حدیث کی حیثیت جاننے کے لئے دوسری احادیث پر غور کرنا یعنی یہ جاننا کہ کسی دوسرے نے اس حدیث کو روایت کیا ہے یا نہیں اگر روایت کیا ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے، دونوں میں موافقت ہے یا مخالفت، اگر موافقت ہے تو لفظی ہے یا معنوی، نیز دونوں کی روایت ایک صحابی سے ہے یا دو سے۔اگر مخالفت ہے تو دونوں کے راویوں میں باہم کیا نسبت ہے کہ کسی ایک کو ترجیح ہو۔اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ اس حدیث کو کسی دوسرے نے روایت نہیں کیا تو وہ فرد و غریب ہے۔

ہاں کسی دوسرے نے موافقت کے ساتھ روایت کیا ہے تو حسب تفصیل دوسری حدیث کو متابع اور شاہد کہتے ہیں۔اور مخالفت کیساتھ روایت کیا تو وہ تمام تفصیلات آپ شاذ و منکر وغیرہا کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ متابعت سے تائید وتقویت حاصل ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ متابعت کرنے والا راوی اصل راوی کے مرتبہ میں مساوی ہو بلکہ کم مرتبہ کی متابعت بھی معتبر ہے۔

متابع وشاہد

تعریف متابع: اکثر کے نزدیک وہ حدیث جس کو ایک ہی صحابی سے لفظ ومعنی یا صرف معنی کی موافقت سے ذکر کیا جائے۔

تعریف شاہد: اکثر کے نزدیک وہ حدیث جس کو چند صحابہ سے لفظ ومعنی یا صرف معنی کی موافقت سے ذکر کیا جائے۔

بعض حضرات موافقت فی اللفظ کو متابع اور موافق فی المعنی کو شاہد کہتے ہیں۔خواہ ایک صحابی سے مروی ہو یا دو سے۔اور کبھی تابع وشاہد ایک معنی میں بولے جاتے ہیں۔

جرح وتعدیل

جرح وتعدیل سے متعلق آپ پڑھ چکے کہ تعدیل راوی کی عدالت وضبط کے تحقیق کو کہتے ہیں اور جرح سے مراد وہ امور ہیں جو ان دونوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔جن کی تفصیلی تعداد تیرہ بیان کی جاتی ہے۔

عدالت پر اثر انداز:

☆ کذب ☆ اتہام کذب ☆ فسق ☆ بدعت ☆ جہالت

ضبط پر اثر انداز:

☆ زیادۃ غلط ☆ سوء حفظ ☆ فرط غفلت ☆ زیادت وہم

☆مخالفت ثقات ☆شہرت تساہل ☆شہرت قبول تلقین ☆نسیان

جرح وتعدیل وہی معتبر ہے جو ائمہ فن سے بغیر کسی تعصب یا بے جا حمایت کے ساتھ منقول ہو، البتہ تعدیل مبہم کا اعتبار ہوگا کہ وجوہ عدالت بیان کئے بغیر ثقہ وغیرہ کہنا، کیونکہ وجوہ عدالت کثیر ہیں جن کا احاطہ ایک وقت میں ممکن نہیں۔

البتہ جرح مبہم غیر مفسر معتبر نہیں، کہ اسباب جرح اتنے زائد نہیں کہ ان کے شمار میں دشواری ہو۔ نیز اسباب جرح میں اختلاف ہے، ہوسکتا ہے ایک سبب کسی کے نزدیک معتبر ہو اور دوسروں کے یہاں نہ ہو۔

لہذا ابن صلاح نے تصریح کی کہ فقہ واصول میں یہ ہی طے ہے، اور خطیب نے ائمہ نقاد کا یہ ہی مذہب بتایا اور اسی پر عمل ہے۔ (۱۱۵)

خیال رہے کہ جن علماء وفقہاء کو امت نے مقتدا بنالیا ان پر کسی کی تنقید وجرح منقول نہیں۔ (۱۱۶)

الفاظ جرح اور ان کے مراتب

ادنی سے اعلیٰ کی طرف

۱۔ جو نرمی، تساہل اور لاپرواہی پر دلالت کریں۔ جیسے:

☆لین الحدیث ☆فیہ مقال ☆وغیرہا

۲۔ جو عدم احتجاج یا اس کے مثل مفہوم پر دال ہوں۔ جیسے:

☆فلاں لایحتج ☆ضعیف ☆لہ مناکیر ☆وغیرہا۔

۳۔ عدم کتابت یا اس کے مثل کی تصریح۔ جیسے:

☆فلان لایکتب حدیثہ ☆لاتحل الروایۃ عنہ ☆ضعیف جدا

☆واہ بمرۃ ☆ردحدیثہ ☆طرحوا حدیثہ

وغیرہا۔

۴۔ وہ الفاظ جو اتہام کذب پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ فلان متہم الکذب، ☆ متہم بالوضع ☆ یسرق الحدیث

☆ ساقط ☆ متروک ☆ لیس بثقہ

☆ ذاہب الحدیث وغیرہا۔

۵۔ وہ الفاظ جو صاف صاف جھوٹ پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ کذاب ☆ دجال ☆ وضاع ☆ یکذب

☆ یضع وغیرہا۔

۶۔ وہ الفاظ جو جھوٹ میں مبالغہ پر دلالت کریں۔ جیسے:۔

☆ اکذب الناس ☆ الیہ المنتہی فی الکذب ☆ رکن الکذب

وغیرہا ۔

پہلے دو مراتب کی احادیث متابع اور شاہد میں کام آتی ہے۔ باقی قطعا مردود و غیر مقبول ہیں۔

الفاظ تعدیل اور ان کے مراتب

اعلی سے ادنی کی طرف

۱۔ وہ الفاظ جو ثقاہت اور اعتماد میں مبالغہ پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ فلان الیہ المنتہی فی التثبت ☆ فلان اثبت الناس ☆ لا احد اثبت عنہ

وغیرہا۔

۲۔ وہ الفاظ جو ثقاہت کے بیان میں مکرر آئیں۔ جیسے:

☆ ثقہ ثقہ ☆ ثقہ ثبت وغیرہا۔

۳۔ وہ الفاظ جو بلا تاکید ثقاہت پر دال ہوں۔ جیسے:

☆ ثقہ ☆ حجۃ ☆ متقن ☆ عدل

وغیرہا۔

۴۔ وہ الفاظ جو صرف عدالت کا ثبوت دیں، ضبط سے تعلق نہ ہو۔ جیسے:

☆صدوق ☆محلہ الصدق ☆مامون ☆خیار

وغیرہا۔

۵۔ وہ الفاظ جو جرح وتعدیل کچھ نہ بتائیں۔جیسے:۔

☆فلان شیخ وغیرہا۔

۶۔ وہ الفاظ جو جرح سے قرب کوظاہر کریں،جیسے:

☆فلان صالح الحدیث ☆یکتب حدیثہ وغیرہا۔

پہلے تین مراتب کی حدیث حجت ہے،چہارم پنجم کو پہلے کے موافق پائیں تو قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ششم کو متابع اور شاہد کے لئے لایا جائے گا۔

معرفت رواۃ

راویان حدیث کی شخصیات اوران کے حالات زندگی کا علم ایک اہم چیز ہے کہ جب تک کسی شخصیت کے بارے میں علم نہ ہوگا اس کے مقبول وغیر مقبول ہونے کا فیصلہ نہ ہوسکے گا۔ چونکہ یہ کام محدثین وائمہ فن کر چکے اور فیصلہ کر کے ہمارے لئے کتابیں تحریر فرمادیں۔اس سلسلہ مین ائمہ فن نے جرح وتعدیل کی کتابیں اور مستقلا علیحدہ علیحدہ عنوانات پر بھی کام کیا۔بعض اہم علوم وعنوان اس طرح پیش کئے گئے ہیں۔

☆معرفت صحابہ ☆معرفت تابعین ☆معرفت برادران وخواہران

☆معرفت متشابہ ☆معرفت مہمل ☆معرفت متفق ومفترق

☆معرفت مبہمات ☆معرفت وحدان ☆معرفت موتلف ومختلف

☆معرفت القاب ☆معرفت تواریخ رواۃ ☆معرف طبقات علماء ورواۃ

☆معرفت مذکورین باسماء باصفات مختلفہ ☆معرفت موالی

☆معرفت اسماء مشہورین بکنیات ☆معرفت نسبت خلاف ظاہر

☆معرفت اسماء مفردہ وکنیت والقاب ☆معرفت خلط کنندگان ازثقات

☆معرفت رواۃ ثقات وضعفاء ☆معرفت اوطان وممالیک رواۃ

☆معرفت منسوبین: بسوئے غیر پدر ☆معرفت اکابر رواۃ از اصاغر

☆معرفت روایت پدراں از پسراں ☆معرفت روایت پسراں از پدراں

یہ اور ان جیسے علوم کے مجموعہ کو علم اسماء الرجال کہتے ہیں اور ان راویان حدیث کے حالات کتابوں میں مذکور ہیں۔

☆ طبقات مشاہیر الاسلام:۔ مصنفہ امام ذہبی ۳۵ر جلدوں میں ہے اور اس میں ایک ہجری سے ۷۰۰ھ تک کے تمام ایسے اشخاص کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔

☆ تذکرۃ الحفاظ:۔ یہ بھی آپ کی تصنیف ہے۔ اور اس میں ۷۰۰ھ سے کچھ آگے کے حالات بھی مرقوم ہیں۔

علامہ ابن حجر کی لسان المیز ان نویں صدی تک کا احاطہ کرتی ہے اور امام سیوطی کی ''ذیل'' میں ۱۰۱۰ھ تک کے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔

جرح وتعدیل کا زیادہ تر سلسلہ متون حدث کی تالیف کے آخری عہد یعنی امام بیہقی م ۴۵۸ھ کے عہد تک رہا ہے، پھر چونکہ احادیث کے اصل ومعتمد تمام مجموعے تصنیف کئے جا چکے تھے اس لئے اس کے بعد رواۃ کے حالات کو جمع کرنے کا نہ اہتمام کیا گیا اور نہ ہی اس کی ضرورت رہ گئی تھی۔ لہذا اب کتابوں کی طرف ہی رجوع ہوتا ہے۔

معرفت صحابہ

صحابی: وہ شخص جس نے حالت ایمانی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اسلام پر ہی انتقال ہوا۔ خواہ اس نے حضور کو دیکھنے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔ یا صرف حضور نے اس پر نظر ڈالی ہو۔ نیز معاذ اللہ ایمان سے پھر گیا اور اسلام لے آیا اور حضور سے ملاقات دوبارہ ہوگئی ان تمام صورتوں میں صحابی ہی شمار ہوگا۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ چھوٹے ہوں یا بڑے حضور سے شرف ملاقات کے سبب سب عادل ومعتمد ہیں۔

ان کومکثرین صحابہ کہا جاتا ہے۔ ایسے حضرات وہ ہیں جن کی مرویات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔

۱۔	حضرت ابوہریرہ	۵۳۷۴	۲۔	حضرت عبداللہ بن عمر	۲۶۳۰
۳۔	حضرت انس بن مالک	۲۲۸۶	۴۔	ام المومنین عائشہ صدیقہ	۲۲۱۰
۵۔	حضرت عبداللہ بن عباس	۱۶۶۰	۶۔	حضرت جابر بن عبداللہ	۱۵۴۰

ابن کثیر نے حضرت ابوسعید خدری کو بھی مکثرین میں شمار کیا ہے اوران کی مرویات کو ۱۱۷۰ بتایا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کو بھی ان میں ہی شمار کیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفسرین صحابہ: صحابہ کرام کی ایک جماعت کو علم تفسیر میں خاص مقام حاصل تھا۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

حضرت ابوبکر صدیق — حضرت عمر فاروق اعظم
حضرت عثمان غنی — حضرت علی المرتضیٰ
حضرت عبداللہ بن مسعود — حضرت ابی بن کعب
حضرت زید بن ثابت — حضرت عبداللہ بن عباس
حضرت عبداللہ بن زبیر — حضرت ابوموسیٰ اشعری

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مفتیان صحابہ: صحابۂ کرام میں ایک ایسی جماعت بھی تھی جو مرجع فتاویٰ رہی۔

حضرت عمر فاروق اعظم — حضرت علی مرتضیٰ
حضرت ابی بن کعب — حضرت زید بن ثابت
حضرت ابودرداء — حضرت ابن مسعود
حضرت ابن عمر — حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مولفین صحابہ: بعض اوقات تحریر وتصنیف میں مشغول رہنے والے صحابہ کرام بھی تھے، ان کے صحیفوں اور اسماء کی تفصیل تدوین حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

تعداد صحابہ: صحابہ کرام کی قطعی تعداد تو معین نہیں۔ پھر بھی محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد ایک لاکھ چودہ ہزار صحابۂ کرام چھوڑے۔ ان میں صرف دس ہزار صحابۂ کرام کے حالات ہی کتابوں میں نقل ہوئے۔

افاضل صحابہ: باتفاق اہل سنت افضل ترین صحابہ میں سیدنا صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

ان کے بعد عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر واحد، پھر اہل بیت رضوان پھر اہل فتح مکہ۔ باعتبار روایت حدیث سب کو ایک طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

معرفت تابعین

تابعی: وہ شخص جو حالت اسلام میں کسی صحابی سے ملاقات کریں اور اسلام پر ہی ان کا وصال ہوا۔ ان کے مختلف طبقات ہیں۔

علامہ ابن حجر نے ان کے چار طبقات بتائے ہیں:۔

افضل ترین تابعی: اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں:۔

نزد اہل مدینہ	حضرت سعید بن مسیب
نزد اہل کوفہ	حضرت اویس قرنی
نزد اہل بصرہ	حضرت حسن بصری

فقہائے سبعہ: مدینہ منورہ کے اکابر تابعین میں باعتبار فقہ وفتاوی ان سات حضرات کو امتیازی مقام حاصل تھا۔

سعید بن مسیب	قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق
عروہ بن زبیر	خارجہ بن زید بن ثابت
سلیمان بن یسار	ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف
عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود	

بعض نے ساتواں سالم بن عبداللہ بن عمر کو بتایا ہے۔

مخضرمین

وہ حضرات جنہوں نے اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں کو پایا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل نہ ہوا۔ خواہ وہ عہد نبوی میں مسلمان ہوئے یا بعد میں۔ ان کو مخضرمین کہا جاتا ہے اور ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔

اتباع تابعین

وہ حضرات جنہوں نے بحالت ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی ان کا خاتمہ ہوا ہو، یہ حضرات تابعین کے تلامذہ ومستفیدین ہیں ان کے بھی متعدد طبقات ہیں۔

صحابہ، تابعین تبع تابعین اور ان سے استفادہ کرنے والے حضرات کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے بارہ طبقات میں پیش کیا ہے۔

۱۔ تمام صحابۂ کرام

۲۔ کبار تابعین جیسے سعید بن مسیب

۳۔ اوساط تابعین جیسے حسن بصری، محمد بن سیرین

۴۔ طبقہ ثالثہ سے متصل کہ اکثر روایت کبار تابعین سے کرتے ہیں جیسے:۔ امام زہری

۵۔ اصاغر تابعین جیسے امام اعظم، امام اعمش

۶۔ معاصرین اصاغر جیسے ابن جریج

۷۔ کبار تبع تابعین جیسے امام مالک، امام ثوری

۸۔	اوساط تبع تابعین	جیسے	سفیان ابن عیینہ، اسماعیل ابن علیہ
۹۔	اصاغر تبع تابعین	جیسے	امام شافعی، ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق صنعانی

طبقہ تاسعہ سے ملاصق جن کی کسی تابعی سے ملاقات نہ ہو۔

۱۰۔	اولی	جیسے	امام احمد بن حنبل
۱۱۔	وسطی	جیسے	امام بخاری، امام مسلم، امام ذہلی
۱۲۔	صغری	جیسے	امام ترمذی

انواع کتب حدیث

احادیث کی کتب مختلف انداز پر مرتب کی گئیں اور ہر قسم کو علیحدہ نام سے موسوم کیا گیا ہے لہذا ان کی معرفت بھی ضروری ہے، انواع واقسام مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ جامع: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں آٹھ چیزوں کا بیان ہو۔

☆سیر ☆ آداب ☆تفسیر ☆ عقائد

☆فتن ☆احکام ☆اشراط ☆ مناقب

جیسے: ☆ جامع بخاری ☆ جامع ترمذی

مسلم شریف پر بعض حضرات قلت تفسیر کی بنا پر جامع کا اطلاق نہیں کرتے، اور بعض نے قلت کو نظر انداز کر کے اطلاق کیا ہے، جیسے شیخ مجد الدین شیرازی۔

۲۔ سنن: حدیث کی وہ کتاب جس کی ترتیب ابواب فقیہ کے اعتبار سے ہو اور صرف احادیث احکام ذکر کی جائیں۔

جیسے: ☆سنن ابوداؤد ☆سنن نسائی ☆سنن ابن ماجہ

۳۔ مسند: حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی روایات علیحدہ جمع کی جائیں، راویوں کی ترتیب کبھی باعتبار فرق مراتب ہوتی ہے اور کبھی باعتبار اسماء حروف تہجی کی ترتیب پر۔

جیسے۔ ☆مسند امام احمد ☆مسند ابوداؤد طیالسی

۴۔ معجم: حدیث کی وہ کتاب جس میں راویان حدیث کی ترتیب حروف تہجی پر احادیث جمع کی گئی ہوں، خواہ وہ راوی مصنف کے اپنے شیوخ ہوں یا صحابۂ کرام۔

جیسے:۔ امام طبرانی کی معاجیم ثلاثہ۔

۵۔ مستدرک: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی خاص کتاب کے مصنف کی رعایت کردہ شرائط کے مطابق رہ جانے والی احادیث کو جمع کیا گیا ہو۔

جیسے:۔ امام حاکم کی مستدرک

۶۔ مستخرج: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی ایسی سند سے روایت کرنا جس میں اس مصنف کا واسطہ نہ آتا ہو۔

جیسے: مستخرج اسماعیلی علی البخاری مستخرج ابی عوانۃ علی مسلم

۷۔ جزء: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی ایک راوی کی روایات، یا کسی ایک موضوع پر احادیث جمع کی جائیں۔

جیسے: جزء رفع الیدین للبخاری

۸۔ افراد و غرائب: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی ایک محدث کے تفردات کو جمع کیا گیا ہو۔

جیسے:۔ ☆غرائب مالك ☆كتاب الافراد للدارقطنی

۹۔ جمع: حدیث کی وہ کتاب جس میں چند کتب حدیث کی روایتوں کو بحذف سند و تکرار ذکر کیا گیا ہو۔

جیسے:۔ الجمع بين الصحيحين للحميدی

۱۰۔ زوائد: حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی کتاب کی صرف وہ احادیث ذکر کردی جائیں جو کسی دوسری کتاب سے زائد ہیں۔

جیسے:۔ مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه للبوصيری۔

اس میں وہ احادیث مذکور ہیں جو باقی صحاح ستہ میں نہیں۔

۱۱۔ **اطراف:** وہ کتاب جس میں احادیث کا صرف ایک حصہ ذکر کیا جائے اور پھر اس حدیث کی کل یا بعض سندوں کا ذکر کیا جائے۔

جیسے:۔ تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف للمزنی۔ متوفی ۷۴۲ھ

۱۲۔ **مفہرس:** وہ کتاب جس میں کسی ایک یا چند کتابوں کی احادیث کی فہرست دیدی جائے جس سے حدیث معلوم کرنا آسان ہو جائے،

جیسے:۔ المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی ☆ مفتاح كنوز السنة

۱۳۔ **مصنف و موطا:** حدیث کی وہ کتاب جس میں ترتیب ابواب فقہ پر ہو اور احادیث مرفوعہ کے ساتھ موقوف و مقطوع احادیث بھی مذکور ہوں۔

جیسے:۔ المصنف لعبد الرزاق — المصنف لابن ابی شيبة

المؤطا لمالك — كتاب الآثار لابی یوسف

۱۴۔ **اربعین:** حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی خاص موضوع یا متعدد موضوعات پر چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں۔

جیسے:۔ الاربعين لاحمد — الاربعين للنووی۔

۱۵۔ **غریب الحدیث:** وہ کتاب جس میں احادیث کریمہ کے کلمات کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں۔

جیسے:۔ النهاية فی غريب الحديث لابن الاثير۔

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزيل و الآثار للفتنی

۱۶۔ **علل:** وہ کتاب ہے جس میں ایسی احادیث ذکر کی جائیں جن کی سند میں کلام ہوتا ہے۔

جیسے:۔ العلل للترمذی، — كتاب العلل لابن ابی حاتم

۱۷۔ **موضوعات:** وہ کتاب جس میں موضوع احادیث کو جمع کیا جائے اور اصل حدیث موضوع کو ممتاز کر دیا جائے۔

جیسے:۔ الموضوعات لابن الجوزی الموضوعات الکبریٰ للقاری

اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة

۱۸۔ مشہورہ: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث کی تحقیق کی جائے جو عام طور پر مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں۔

جیسے:۔ المقاصد الحسنة للسخاوی

۱۹۔ تعلیقہ: وہ کتاب جس میں احادیث کی سند کو حذف کر دیا جائے اور اصل متن ذکر کیا جائے۔

جیسے:۔ المصابیح للبغوی المشکوة للتبریزی

جمع الجوامع للسیوطی جمع الفوائد للمغربی

۲۰۔ ترغیب وترہیب: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث جمع کی جائیں جن کا تعلق عقائد و اعمال میں ترغیب اوران سے غفلت پر ترہیب سے ہو۔

جیسے:۔ الترغیب و الترھیب للمنذری ترغیب الصلوٰة للبیھقی

۲۱۔ مشیخہ: وہ کتاب جس میں کسی شیخ کی مرویات کو جمع کر دیا جائے خواہ وہ کسی موضوع سے متعلق ہوں۔

جیسے:۔ المشیخة لابن شاذان المشیخة لابن البخاری

المشیخة لابن القاریٔ

۲۲۔ اذکار: وہ کتاب جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول دعائیں جمع کی جائیں۔

جیسے:۔ الاذکار للنووی الحصن الحصین للجزری

۲۳۔ ناسخ ومنسوخ: وہ کتاب جس میں ناسخ ومنسوخ احادیث بیان کی جائیں۔

جیسے:۔ کتاب الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازمی

۲۴۔ اوائل: وہ کتاب جس میں احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا جائے۔

جیسے:۔ الجامع الصغیر للسیوطی　　　الفردوس للدیلمی

۲۵۔شرح الآثار: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث بیان کی جائیں جو آپس میں متعارض ہیں، اور پھر اس تعارض کو اٹھایا جائے۔

جیسے:۔ شرح معانی الآثار للطحاوی

۲۶۔تفسیر ماثور: وہ کتاب جس میں ایسی احادیث جمع کی جائی جو آیات قرآنیہ کی تفسیر سے متعلق ہیں۔

جیسے:۔ جامع البیان للطبری　　　الدر المنثور للسیوطی

۲۷۔صحیح: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کو بیان کرنے کا التزام کیا ہو۔

جیسے:۔ الصحیح للبخاری　　　الصحیح لمسلم

۲۸۔رسالہ: حدیث کی وہ کتاب جس میں جامع کے عناوین میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث جمع کی جائیں ۔

جیسے:۔ کتاب الزھد لاحمد

۲۹۔امالی: جس کتاب میں شیخ کے املاء کراتے ہوئے فوائد حدیث ہوں۔

جیسے:۔ الامالی لمحمد

۳۰۔تخریج: وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کی سند اور حوالہ درج کیا جائے

جیسے:۔ نصب الرایۃ للزیلعی　　　؛ التلخیص الحبیر لابن حجر

اور جیسے راقم الحروف کی ترتیب وپیش کش

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ والآثار المرویۃ المعروف بجامع الاحادیث فی عشرۃ مجلدات۔

عصر حاضر میں تخریج کا عام طریقہ یہ ہے کہ کسی حدیث کے تعلق سے ان کتابوں کے اسماء، باب، جلد، صفحہ، مطبع، اور دیگر ضروری چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جس سے اصل کی

طرف رجوع میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔قدیم طرز پر صرف کتاب اور راوی کا نام ضروری ہوتا تھا، بایں معنی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں پیش کردہ اکثر احادیث کی تخریج خود کردی ہے، لہذا اس دور کے لحاظ سے جدید طرز پر ضرورت تھی جس کے لئے راقم الحروف کی کاوش جامع الاحادیث مکمل دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔تفصیل کچھ اس طرح ہے:

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں جن احادیث کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے وہ آپ کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں، جہاں جس مسئلہ سے متعلق ضرورت پیش آئی ان کو نقل فرمایا، ہم نے تمام احادیث کو آپ کی ان تمام تصانیف سے جو ہم کو اب تک دستیاب ہوئیں جن کی تعداد تین سو کے قریب ہے نقل کیا، پھر ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا، جن احادیث کا ترجمہ نہیں تھا ترجمہ کیا، ایسے مقام پر مرتب اور حد کا اشاریہ قائم کرتے ہوئے (۱۲م) لکھ دیا، اور جن احادیث کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے لکھا اور متن کی ضرورت ان کو پیش نہ آئی ہم نے کتاب کو مستقل اور یکساں بنانے کیلئے اصل کتابوں سے وہ احادیث لکھیں اور ترجمہ کو ان متون کے ساتھ ضم کردیا۔اعلیحضرت کی جس کتاب سے ہم نے حدیث اخذ کی اس کا حوالہ وہیں لکھ دیا۔پھر حدیث کے حوالہ میں جن کتابوں کی نشاندہی اعلیحضرت نے کی تھی اگر وہ کتابیں ہمارے پاس موجود تھیں تو جلد وصفحہ کی وضاحت کرتے ہوئے نیچے حدیث نمبر کے مطابق لکھ دیا، اور جو کتابیں نہیں تھیں ان کے اسماء کو حذف کردیا، البتہ کثیر حوالے وہ بھی ہیں جو ہم نے اصل پر زیادہ کئے۔اسی لئے بعض مقامات پر چالیس کتابوں کے حوالے بھی آپ کو ملیں گے۔پھر تمام ماخذ ومراجع کی فہرست آخر میں لکھ دی ہے جس میں مطبع کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

روایت حدیث کے طریقے

روای حدیث روایت کے وقت جو الفاظ بولتا ہے ان کو طرق تحمل حدیث کہتے ہیں۔ان کو آٹھ حصوں میں تقسیم کی گیا ہے۔

۱۔سماع وتحدیث: راوی سنے اور شیخ اپنے حافظہ یا کتاب سے حدیث بیان کرے تو ایسی

احادیث کو روایت کرتے وقت راوی مندرجہ ذیل الفاظ ادا کرتا ہے۔

سمعت حدثنی — یہ اس وقت جب کہ بوقت سماع راوی تنہا تھا۔

سمعنا حدثنا — یہ اس وقت جب کہ بوقت سماع راوی کے ساتھ دوسرے ساتھی بھی تھے۔

تمام کلمات ادا میں 'سمعت' کا مقام سب پر فائق ہے۔

۲۔ اخبار و قرأت: راوی پڑھے اور شیخ سنتا رہے اس وقت یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

قرأت علیه — اخبرنی — اس وقت جبکہ راوی تنہا ہو

قرأنا علیه — اخبرنا — اس وقت جب کہ راوی کے ساتھ دوسرے بھی ہوں۔

اس صورت میں راوی قرئ علیه و انا اسمع بھی کبھی استعمال کرتا ہے۔

۳۔ انباء: متقدمین کے یہاں یہ لفظ بمعنی اخبار بولا جاتا تھا لیکن متاخرین اس کو اجازت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

لہذا شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی اجازت دیدے خواہ راوی نے اس سے وہ حدیث سنی ہو یا نہیں۔ لہذا راوی کہتا ہے۔

☆انبأنی ☆اجازنی

۴۔ اجازت: شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی اجازت دیدے اس کی چند صورتیں ہیں۔

مشافہہ:- شیخ اپنی زبان سے روایت کرنے کی اجازت دے۔

مکاتبہ:- شیخ اپنی تحریر سے اجازت دے۔

مناولہ:- شیخ اپنی کتاب اصل خواہ نقل شاگرد کو دے یا شاگرد خود نقل کر کے استاذ کے سامنے پیش کردے، پھر شیخ کہے میں اس کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں، یہ سب سے اعلیٰ صورت ہے۔

۵۔ وجادت: کسی کی کتاب سے استفادہ کرنا اور اس کی تحریر و دستخط وغیرہ کی شناخت سے اس

کتاب کی روایت کرنا جبکہ یہ مجاز ہو۔ اجازت نہ ہونے کی صورت میں "وجدت بخط فلان" وغیرہ الفاظ کے ذریعہ ہی روایت درست ہوگی۔

۶۔ وصیت: شیخ اپنی وفات یا سفر سے قبل اپنی کسی کتاب یا چند کتابوں سے روایت کرنے کا حق دوسروں کو منتقل کردے۔ اس صورت میں "وصانی۔ اخبرنی وصیة" کے الفاظ ادا کیے جاتے ہیں۔

۷۔ اعلام: شیخ اپنے کسی تلمیذ کو بتادے کہ میں فلاں کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں، اس صورت میں روایت اسی وقت جائز جبکہ شیخ کی طرف سے یہ تلمیذ اجازت یافتہ ہو۔

۸۔ عنعنہ: لفظ "عن" سے روایت کی جائے، اسی صورت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

☆قال ☆ذکر ☆روی

لفظ "عن" سے جو روایت کی جاتی ہے اس کو معنعن کہتے ہیں اور اس فعل کو عنعنہ۔

یہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہوتا ہے۔

۱۔ راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو۔

۲۔ راوی مدلس نہ ہو

پھر تیسری شرط کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام بخاری لقاء کو شرط قرار دیتے ہیں اور امام مسلم اس کے سخت مخالف ہیں۔

مراتب ارباب حدیث

طالب...... حدیث کا متعلم

شیخ .... حدیث کا معلم، اس کو محدث بھی کہتے ہیں

حافظ........... جس شیخ کو ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً مع احوال رواۃ یاد ہوں

حجت............ جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناً وسنداً مع جرح وتعدیل محفوظ ہوں

حاکم .... جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناً وسنداً جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں

طبقات کتب حدیث

کتب حدیث کی صحت، شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عجالہ نافعہ میں چار طبقات ذکر کئے ہیں۔ ان کی تلخیص واختصار اس طرح ہے۔

طبقۂ اولیٰ:۔ وہ کتابیں جو شہرت مقبولیت اور صحت تینوں اوصاف میں سب پر فائق ہوں، یہ تین کتابیں ہیں،

☆ صحیح بخاری ☆ صحیح مسلم ☆ موطا مالک

طبقۂ ثانیہ: وہ کتابیں جو مذکورہ تینوں اوصاف میں مندرجہ بالا کتب کے ہم پلہ تو نہیں البتہ ان سے قریب تر ہیں۔ یہ بھی تین کتابیں ہیں

☆ جامع ترمذی ☆ سنن ابی داؤد ☆ سنن نسائی

طبقۂ ثالثہ: وہ کتابیں جو صحاح ستہ مذکورہ کے مصنفین سے مقدم یا معاصر یا بعد میں ہوئے، فن حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے لیکن اپنی تصانیف میں صحت کا پورا اہتمام نہیں رکھا اور ضعیف روایت بکثرت آگئیں۔ جیسے:۔

☆ مسند شافعی ☆ سنن دارمی ☆ سنن ابن ماجہ ☆ مصنف عبدالرزاق
☆ سنن بیہقی ☆ تصانیف طبرانی ☆ سنن دارقطنی

طبقۂ رابعہ: وہ کتابیں جو متاخرین علماء نے تصنیف کیں اور ان کی روایت کردہ احادیث کا قرون اولیٰ میں ثبوت نہیں ملتا۔ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو ان کو ان احادیث کی اصل نہیں ملی، اور یا ان روایات میں کوئی علت خفیہ دیکھ کر ان کو ترک کر دیا۔ جیسے:۔

دیلمی، ابونعیم اور ابن عساکر کی تصانیف۔

کتب احادیث کے طبقات کی یہ ایک اجمالی فہرست ہے، ان کے درمیان دوسرے

طبقات بھی ہو سکتے ہیں، جیسے بعض کتب میں احادیث صحیحہ تو وافر ہیں لیکن ان کو عام شہرت و مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان۔ وغیرہا۔

اسی لئے شاہ محدث دہلوی نے اپنی دوسری کتاب ''ما یجب حفظہ للناظر'' میں پانچ طبقات بیان کئے ہیں۔ غرض کہ تمام کتابوں کا استیعاب و احاطہ مقصود نہیں اور نہ یہ مطلب کہ ان کے علاوہ تمام کتابیں غیر معتبر ہیں۔
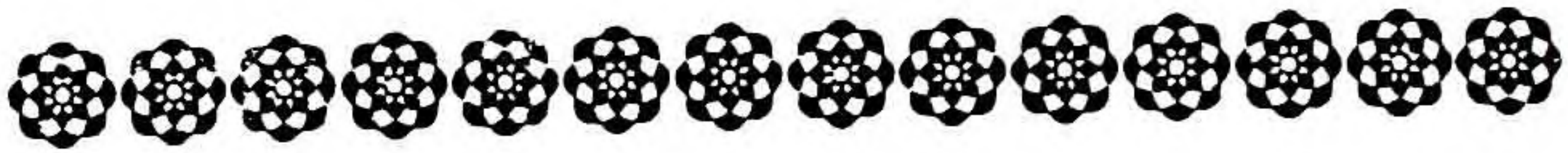
ماخذ و مراجع

۱۔	القرآن الكريم	الحجرات	٦
۲۔	السنن لا بن ماجه	باب من بلغ معلما	۲/۱
۳۔	الحديث و المحدثون		٤٩٠
٤۔			
٥۔	المسند لا حمد بن حنبل		٥/٣
٦۔	مقدمه ابن صلاح		۲۲
۷۔	تدريب الراوى للسيوطى		۱۸٥/۱
۸۔	مقدمه ابن صلاح		۲۲
۹۔	الجامع الصحيح للبخارى	كتاب التيمم	۸۲/۱
۱۰۔			۱٥۷/۱
۱۱۔	حلية الاولياء لا بى نعيم		۹٦/۲
۱۲۔	تدريب الراوى للسيوطى		۱۹٤/
۱۳۔	المؤطا لمالك		۷۸
۱٤۔	تدريب الراوى للسيوطى		۱۷٦/۲
۱٥۔	المسند لا حمد بن حنبل		۱۰۰/٤

۱٦۔ الجامع للترمذی باب رفع الایدی ۱۷٤/۲

۱۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ۳٥۰/۳

۱۸۔ المستدرك للحاکم ۱۰۱/۱

۱۹۔ کنز العمال للمتقی، ۱۰۳۰۷

۲۰۔ اتحاف السادۃ للزبیدی ۲۰٤/۱

۲۱۔ السنن الکبری للبیہقی ۱۰٤/۱

۲۲۔ المسند لاحمد بن حنبل ۲۷۱/۱

۲۳۔ تدریب الراوی للسیوطی ۱۷۲/۲

۲٤۔ المسند لاحمد بن حنبل ۲۰۷/۳

۲٥۔ تدریب الراوی للسیوطی ۱۸۱/۲

۲٦۔ الجامع الصحیح للبخاری ۲/۱

۲۷۔ مجمع الزوائد للہیثمی ۳٦/۱

۲۸۔ المسند لاحمد بن حنبل ۹/۲

۲۹۔

۳۰۔ مقدمہ ابن صلاح ۱۳۷

۳۱۔ ۱۳۷

۳۲۔ الجامع الصحیح للبخاری

۳۳۔ قواعد فی علوم الحدیث ۲۰۳

۳٤۔ السنة ومکانتها فی التشریع الاسلامی ٤۲۲

۳٥۔ الجامع الصحیح للبخاری

۳٦۔ المسند لاحمد بن حنبل ۳۹٦/٤

۳۷۔ تدریب الراوی للسیوطی ۱٥٤/۱

۳۸۔ الجامع الصحیح للبخاری باب اسم الفرس ٤۰۰/۱

۳۹۔ تدریب الراوی للسیوطی ۱۷٦/۱

٤۰۔ تدریب الراوی للسیوطی ۱۷٦/۱

٤۱۔ الجامع للترمذی ابواب النکاح

٤٣- تدريب الراوى للسيوطى ٦٧/١
٤٤- الجامع الصحيح للبخارى ٨٥٠/٢
٤٥- الجامع الصحيح للبخارى ٨٥٠/٢
٤٦- فتاوى رضويه نصف دوم ٢٥٣/٩
٤٧- تدريب الراوى للسيوطى ١٩٦/٢
٤٨- المسند لا حمد بن حنبل ٣٦١/٥
٤٩- السنن لا بى داؤد- باب فى ترك الوضو
٥٠- ،، ،، باب فى الصائم يحتجم
٥١- ،، ،، باب الرخصة فى ذلك
٥٢- المصنف لعبد الرزاق ٢٠٩/٤
٥٣- ،، ،، ٢١٣/٤
٥٤- الجامع للترمذى ١٧٤/١
٥٥- ،، ،، ١٧٤/١
٥٦- ،، ،، ١٧٤/١
٥٧- نذهة النظر ٥٧
٥٨- الجامع الصحيح للبخارى ٤٠٦/١
٥٩- تدريب الراوى للسيوطى، ١١٧/١
٦٠- المؤطا لمالك ٦
٦١- تدريب الراوى للسيوطى ٢٠٧/١
٦٢- فواتح الرحموت لبحر العلوم ١٧٤/٢
٦٣- المؤطا لمالك ٢١
٦٤- المستدرك للحاكم ١٥٣/٣
٦٥- تدريب الراوى للسيوطى ٢٢٣/١
٦٦- تدريب الراوى للسيوطى ٢٢٩/١
٦٧- السنن لا بن ماجه ١٩٩/٢
٦٨- فتاوى رضويه جديد ٤٦٠/٥

۷۰۔ العجالة النافعه ۷۱

۷۱۔ میز ان الاعتدال للذهبی، ۱/ ۲۲۳

۷۲۔ " " " ۱/۲۲۹

۷۳۔ السنن لا بن ماجه ۲/۲۳۹

۷۴۔ تدریب الراوی للسیوطی ۱/۲۵۱

۷۵۔ الجامع للترمذی،تفسیرسورة الفرقان ۲/۱۴۹

۷۶۔ السنن لا بی داؤد باب رفع الیدین فی الصلوة

۷۷۔ المؤطا لمالك، ۳۶۵

۷۸۔ " " ۳۶۵

۷۹۔ حاشیه نذهة النظر ۶۱

۸۰۔ " " ۶۲

۸۱۔ الجامع الصحیح للبخاری باب غسل الاعقاب ۱/۲۸

۸۲۔ الصحیح لمسلم، باب وجوب غسل الرجلین ۱/۱۲۵

۸۳۔ " " " " " " ۱/۱۲۵

۸۴۔ السنن الکبری للبیهقی، ۲/۱۲۷

۸۵۔ " " " ۲/ ۱۲۷

۸۶۔ الجامع الصحیح للبخاری کیف کان بد ء الوحی ۱/۲

۸۷۔ مقدمه ابن صلاح، ۴۵

۸۸۔ الصحیح لمسلم باب فضل اخفاء الصدقه ۱/ ۳۳۱

۸۹۔ الجامع الصحیح للبخاری باب الصدقة با لیمین ۱/۱۹۱

۹۰۔ الجامع للترمذی باب فی کراهیة الوطی علی القبور ۱/۱۲۵

۹۱۔ الصحیح لملسم باب فی النهی عن الجلوس علی القبر ۱/ ۳۱۲

۹۲۔ السنن لا بی داؤد باب کراهیة القعود علی القبر ۲/ ۴۶۰

۹۳۔ " " با ب الخط اذا لم یجد عصا

۹۴۔ مقدمه ابن صلاح ۴۵

۹۵۔ الجامع للترمذی، اب فی ان فی المال حقا سوی الزکوة ۱/۸۴

۹۷۔ المعجم الاوسط للطبرانی ، ۳۷۵/۸

۹۸۔ مقدمہ ابن صلاح ۱۴۰

۹۹۔ 〃 〃 ۱۴۰

۱۰۰۔ 〃 〃 ۱۴۱

۱۰۱۔ 〃 〃 ۱۴۱

۱۰۲۔ دیباچہ بشیر القاری۔ مصنفہ صدر العلماء میرٹھی ۳۸

۱۰۳۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۸

۱۰۴۔ شرح نخبۃ الفکر ۳۹

۱۰۵۔ السنن لا بی داؤد

۱۰۶۔ شرح نخبۃ الفکر ۴۰

۱۰۷ 〃 〃 ۴۰

۱۰۸۔ دیباچہ بشیر القاری ۳۵

۱۰۹۔ الجامع للترمذی باب فی کراہیۃ یوم التشریق ۹۶/۱

۱۱۰۔ الصحیح لمسلم باب حکم ولوغ الکلب ۱۳۷/۱

۱۱۱۔ 〃 〃 〃 〃 ۱۳۷/۱

۱۱۲۔ دیباچہ بشیر القاری ۳۶

۱۱۳۔ 〃 〃 ۳۶

۱۴۔ 〃 〃 ۳۸

۱۱۵۔ تدریب الراوی للسیوطی ۳۰۸/۱

۱۱۶۔ جامع بیان العلم لا بن عبد البر ۲۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث کب ارشاد فرمائی کیوں ارشاد فرمائی
کس جگہ ارشاد فرمائی اور کس کیلئے ارشاد فرمائی
ان سب اسباب کو جاننے کے لئے پڑھئے کتاب بنام

اَسبَابُ الحَدِیث ﷺ

مُصَنِّف
حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹ ھ

ترجمہ و شرح
مولانا مفتی عبد المصطفیٰ شاہد محمود مدنی

ناشر
مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور